بیادِ

غازی میاں محمد شہید رح

مُرتبہ

محمد وسیم انجم

Marfat.com

5385
5409

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادِ غازی میاں محمد شہیدؒ

مرتبہ

محمد وسیم انجم

انجم پبلشرز، کمال آباد نمبر ۳، راولپنڈی

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

81233

ISBN969-8631-15-1

کتاب: بیادِ غازی میاں محمد شہیدؒ

مرتب: محمد وسیم انجم

طبع اول	اپریل 2003ء
کمپوزنگ	ناصر عرفات کمپیوٹر کمپوزنگ، علامہ اقبال کالونی ٹینچ بھاٹہ راولپنڈی فون 5528167
مطبع	اسد محمود پرنٹنگ پریس گوالمنڈی راولپنڈی
قیمت	150 روپے
ملنے کا پتہ	مائیر سٹیشنرز اینڈ اولڈ بک سنٹر اعوان مارکیٹ کمال آباد نمبر 3 راولپنڈی Mob:0333-5167053

انجم پبلشرز کمال آباد نمبر 3 راولپنڈی

Marfat.com

غازی میاں محمد شہیدؒ کی تصویر
جو اُن کی شہادت سے قبل سرکاری طور پر لی گئی

Marfat.com

انتساب

غازی صاحب کے والدِ بزرگوار

صوبیدار غلام محمد (مرحوم) کے نام

Marfat.com

ترتیب

		صفحہ نمبر
تلہ گنگ کا غازی۔ میاں محمد شہید	راجا رشید محمود	۶
بیادِ غازی میاں محمد شہیدؒ	محمد وسیم انجم	۷
ایک اور بے مثال غازی	ڈاکٹر رشید نثار	۸
تب وتاب جاودانہ	سرور انبالوی	۱۰
شہیدِ جس کا نام ہے	پروفیسر زہیر کنجاہی	۱۳
عاشقِ رسولؐ	خالد بھوترال	۱۹
شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن	فرحت نسیم ہاشمی	۲۲
ہمارے غازی ہمارے شہید۔ ملک میاں محمد	محمد وسیم انجم	۲۵
ناموسِ رسالتؐ کا شیدائی۔ غازی میاں محمد شہید	میاں محمد ملک	۳۸
غازی ملک میاں محمد شہید خطوط کے آئینے میں	محمد وسیم انجم	۵۱
غازی میاں محمد شہیدؒ کے معاصرین	ملک نور محمد	۹۱
ملک نور محمد کا ریڈیو اسلام آباد سے انٹرویو	ضیاء الحسن ہاشمی	۱۵۰
ابوالغازی ملک میاں محمد شہید	محمد وسیم انجم	۱۶۵
میجر غلام یٰسین اور غازی میاں محمد شہید کی یاد میں	ہفت روزہ ہلال	۱۶۹
لیفٹیننٹ کرنل محمد اعجاز ملک	ہفت روزہ ہلال	۱۷۱
شہید محمد خان	محمد وسیم انجم	۱۷۳
شہیدِ ملت	راجا رشید محمود	۱۷۵
غازی صاحب کی کہانی تصاویر کی زبانی		۱۷۶
ضمائم		
ضمیمہ نمبر ۱۔ پریوی کونسل میں اپیل		۱۸۶
ضمیمہ نمبر ۲۔ سروس سرٹیفکیٹ		۱۸۹
ضمیمہ ۳۔ اراضی برائے تعمیر عیدگاہ تلہ گنگ (سٹامپ پیپر)		۱۹۰

Marfat.com

تلہ گنگ کا غازی۔ میاں محمد شہیدؒ

یہ قصرِ کفر و ضلالت آخر کو اب تزلزل میں آ گیا جو
میاں محمدؒ نے قتل شاید کیا چرن داس ڈوگرے کو
رسولِ اکرمؐ کی شانِ اقدس میں کی تھی گستاخی اُس شقی نے
جو اُس کا واحد علاج ممکن تھا، کر دیا عاشقِ نبیؐ نے
وہ پہلی گولی سے مر گیا تھا، پر اِس نے نو اور بھی چلائیں
پھر اُس کے مردہ خبیث لاشے پہ ضربیں سنگین کی لگائیں
کیا جہنم رسید اُس کو غرور توڑا خباثتوں کا
ہوا ہے بُنیاد ایک جذبہ ہمیشہ ایسی سعادتوں کا
سعادت آثار و جاں سپار و دلیر، مشغولِ حُب احمدؐ
ہمارے آقاؐ کا پیارا بندہ، ہمارا محسن میاں محمدؒ
یہ استقامت کا ہے ہمالہ، جوان جو بائیس سال کا ہے
کہ فاتحِ موت و زندگی ہے جو فتح بیگم کا لاڈلا ہے
محبتوں کے جلو میں اس نے شقاوتوں کے نگر کو لوٹا
کہ اس کے چھوڑے ہوئے مزائل سے شاتمیت کا قلعہ ٹوٹا
جواں تلہ گنگ کا، جیالا وہ میرے آبائی ضلع کا ہے
نشاں وہ چکوال کی شہامت کا اور غیرت کا بن گیا ہے
جہاں بھی اُٹھا ہے فتنہ ایسا، کوئی تو اٹھا اسے دبانے
نبیؐ کی حرمت کا جھنڈا اونچا ہمیشہ رکھا میرے خدا نے

راجا رشید محمود

(ماہنامہ نعت لاہور جلد ۴ شمارہ ۳ بابت مارچ ۱۹۹۱ء)

Marfat.com

بیادِ غازی میاں محمد شہید

غازی میاں محمد شہید سے ذہنی قربت ان پر تحریر کردہ ایک مضمون سے ہوئی جو روزنامہ نوائے وقت میں شائع ہوا تھا۔ پھر میں نے ان پر لکھی گئی کتاب ''غازی میاں محمد شہید'' کو پڑھا تو محبت کا یہ سلسلہ جو غازی صاحب کے عزیز واقارب کی وساطت سے شروع ہوا تھا مزید آگے بڑھا اور میں نے غازی صاحب پر بیشتر مضامین تحریر کیے جو شائع بھی ہوئے اور اب اس کتاب میں بھی شامل ہیں۔ اس کتاب کی اشاعت کے لئے غازی صاحب کے بھائی ملک نور محمد صاحب نے مجھے دو سال پہلے متحرک کیا تو میں نے انڈیا میں مقیم ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی صاحب اور نذیر فتح پوری صاحب کو خطوط لکھے تاکہ غازی صاحب کی شہادت پر مبنی اخباری رپورٹیں اور دیگر معلومات مل سکیں۔ انہوں نے کوشش بھی کی لیکن یہ ممکن نہ ہو سکا۔ بہر حال غازی صاحب پر تحقیقی کام کرنے والوں کے لئے اس کتاب میں اتنا مواد شامل ہو گیا ہے کہ محققین اس سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ ملک نور محمد صاحب کی مساعی جمیلہ سے یہ کتاب اب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ کتاب غازی صاحب کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کی نقاب کشائی کرتی ہے اور میں اس کتاب کے تمام مضمون نگاروں کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں اور بالخصوص ملک نور محمد صاحب کا جنہوں نے گاہے بگاہے مجھے قیمتی مشوروں سے نوازا اور ہر ممکن اعانت بھی فرمائی تو میں اس کتاب کے منظر عام ہونے سے سرخرو ہوا۔

محمد وسیم انجم

Marfat.com

ایک اور بے مثال غازی

سرزمین چکوال غازیوں اور جانبازوں کی آماجگاہ ہے۔ اس زمین کے ساونت سپوت عشق رسول میں مست ناموس رسولؐ پر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے رہے ہیں۔ غازی علم الدین شہیدؒ! سرزمین چکوال کے سپوت تھے۔ غازی ملک میاں محمد شہید بھی اسی مٹی سے تعلق رکھتے تھے۔ غازی علم الدین شہید نے مسلمانان ہند کی تاریخ اپنے خون سے رقم کی تھی۔ (آج ہم تاریخی سعادتوں سے مستفید ہیں) ہماری عزت اور پندار انہی نامور ہستیوں سے مستنیر ہیں۔

وسیم انجم ہمارے عہد کے نوجوان محقق اور مورخ ہیں۔ وہ تاریخی ملزومات کو اپنے سینے میں آباد رکھتے ہیں اور انہیں کتابی شکل میں مرتب کر کے اسے دنیا کے سامنے پیش کر دیتے ہیں تا کہ تاریخ اور وقت کا تقاضا پورا ہوتا رہے۔

غازی ملک میاں محمد شہیدؒ عطیہ خداوندی تھے۔ ان کے پاس توفیق الٰہی تھی اور جانسپاری کا بیش بہا جذبہ بھی۔ وہ سرِ مشیّت سے آشنا تھے۔ انہیں یہ علم تھا کہ زندگی خدا کی دین ہے اور یہی زندگی خدا کی راہ میں قربان کی جاتی ہے۔

زیرِنظر کتاب کے اثر و میلانات اس کے مرتب کا شعوری نتیجہ ہے بلکہ کتاب کی ورق گردانی سے نظام معاشرت اور ایک ایسا سماج ہمارے سامنے آتا ہے جسے اب ماضی کی تاریخ کہا جاتا ہے۔

انگریز کے استبدادی زمانے میں شاتمانِ رسولؐ نے اپنی حرکات سے خود کو بے آبرو کیا ہے۔ غازی میاں محمد کا ایک ساتھی ہندو ہو کر نعت رسول مقبولؐ سے سرشار ہے جبکہ دوسرا ہندو شاتم رسولؐ ہے۔ ایک ہندو نیکی کا چراغ دوسرا ہندو بدی کی بدروح ہے اور ایک تیسرا الہامی انسان مسلمان ہے جس نے بدی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور دنیا کے سامنے ابدی مسرت کی ضمانت پیش کی ہے۔

غازی میاں محمد نے ایک بدصورت جبلت کے کو یہہ انسان کو ٹھکانے لگا کر جانسپاری کا وجد آفرین باب رقم کیا ہے اور اپنے وجدان کی روشنی میں بے مثال قربانی کا جواز پیش کیا ہے۔

انسانی معاشرت خدا کے نیک بندوں کے ایثار اور قربانی کی بنا پر ''Ideal'' کے درجے تک پہنچتی ہے۔ بدی، نیکی، سچ اور جھوٹ، بدصورتی اور حسن کے ''تقابل'' کو تہذیب و تحسین والے لوگ ہی پیش کرنے کی ہمت کر سکتے ہیں۔ ہم نفسیاتی روشنی میں دیکھیں تو بدی ایک قسم کا فالج

Marfat.com

ہے اور نیکی تہذیب کا سر چشمہ ! اس اعتبار سے غازی میاں محمد نے انسانی تمدن کو ایک گندگی سے پاک کیا ہے لہذا مذہب، معاشرت اور تاریخ اُن کے نام کو ہمیشہ سلام پیش کرتی رہے گی۔

غازی میاں محمد شہیدؒ آبروئے رسولؐ کا ادنیٰ مزدور تھا اس نے تمام زندگی امن و آشتی کے ساتھ گزاری تھی مگر اس کی شہادت اس لئے بے مثال تھی کہ اس نے نہ صرف ناموسِ رسولؐ کی حفاظت کی تھی بلکہ اپنے ایک اور ہندو ساتھی کے مذہبی نفسیاتی میلان کو بچایا تھا۔ اس طرح ایک مقام پر ہندو مسلم معاشرت کی اشتراکیت ہمارے سامنے ایک ''لمحہ'' لیکر آتی ہے اور اسی ایک ''لمحے'' میں قربانی کی ایک مثال تعمیر ہوتی ہے یہ عجیب بات ہے کہ ایک ہندو مسلم معاشرے میں اشتراک چاہتا ہے دوسرا اپنی جبلی پسماندگی کی وجہ سے تعصب اور گندگی پیدا کرتا ہے۔ اب ایک ''لمحے'' نے مسلمان کے کردار کو واضح کیا ہے کہ مسلمان فساد اور انتشار پیدا نہیں کرتا بلکہ انتشار کو بزور بازو ختم کرنے کی سکت رکھتا ہے۔

وسیم انجم اور ان کے ساتھیوں نے بڑی محنت سے زیر نظر کتاب کو ''قربانی کی تاریخ'' کا حوالہ بنایا ہے غازی علم الدین شہید کے بعد ایک اور غازی کو تاریخی شہادت کا آہنگ بنا کر پیش کرنا انہی کا کارنامہ ہے۔ چنانچہ گزشتہ ربعہ صدی کا عہد ہمارے سامنے مکمل سیاق و سباق کے ساتھ جلوہ افروز ہو جاتا ہے۔ ماضی کا زمانہ واقعیت کا جوہر بن کر ہمارے ذہن کے عقبی دیار کو روشنی مہیا کرتا ہے۔ بہت سے لوگ، بہت سے مقامات، بہت سی محبتیں، افراد اور ان کی زندگی، ہماری آنکھوں کے سامنے پھیل جاتے ہیں۔ ایک متحرک زندگی، مستقبل کا امکاں ہمارے خواب اور حقیقت کو ایک سنگم پر لے آتے ہیں۔ یہ ''سنگم'' روح اور حقیقت کو مجسم کرتا ہے جس کا ہیولہ ایک قومی ہیرو کی شکل میں طلوع ہوتا ہے۔ ہم اس طلوع کو اس کی اعلیٰ روح کے جوہر سے پہچانتے ہیں اور اسے غازی ملک میاں شہید کے نام سے گردانتے ہیں۔

روش دیدم کہ ملائک در میخانہ زدند گلِ آدم بہ سرشتند و بیمانہ زدند

(یہ کتاب مرتب نہ ہوتی تو ان افراد کو کون یاد کرتا ----- چنانچہ برصغیر ہندوستان اس کتاب کی روشنی میں ہماری آنکھوں اور ذہن کو منور کرتا ہے)

ڈاکٹر رشید نثار

راولپنڈی

Marfat.com

تب وتابِ جاودانہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ارشادِ خُداوندی ہے کہ **وَرَفَعنا لَكَ ذِكرَكَ** یعنی ہم نے تیرا ذکر بلند کر دیا۔ اللہ تعالیٰ جو رب دو جہاں اور خالقِ کائنات ہے اگر کسی کا ذکر بلند کر دے تو سارے جہانوں میں کس کی یہ مجال ہے کہ اس کی شان گھٹا سکے چہ جائیکہ اُس کی شان اقدس میں گستاخی کرے۔ خسرو پرویز شہنشاہِ ایران کے سامنے اسلامی سفیر نے حضورؐ کا نامۂ مبارک پیش کیا جس کو اُس مغرور شہنشاہ نے چاک کر کے پھینک دیا اور پھر چشم فلک نے یہ عبرت ناک منظر بھی دیکھا کہ تھوڑے دن بھی نہ گزرے تھے کہ اُس گستاخِ رسولؐ کی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

نُورِ خُدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پُھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

سرزمینِ عرب سے نکل کر جب اِسلام اقصائے عالم میں پھیلا تو لاکھوں اور کروڑوں بندگانِ خُدا اس کی برکات سے فیضیاب ہوئے اور کُفر کے اندھیروں سے نکل کر عرفان وآ گہی کی کرنوں سے مستفید ہوئے لیکن بعض بد بخت اور نامُراد ایسے بھی تھے جو اللہ کے رسولؐ سے خدا واسطے کا بیر رکھتے تھے لیکن اس کی پاداش میں اُن کا نام ونشان حرفِ غلط کی طرح مٹ گیا۔ سوامی شردھانند نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کی۔ شمعِ رسالتؐ کے پروانے غازی عبدالرشید (شہید) نے اُسے موت کے گھاٹ اُتار دیا اور خود پھانسی چڑھ کر حیاتِ ابدی ہو گیا۔ لاہور میں شاتمِ رسولؐ راجپال نے دریدہ دہنی سے کام لیتے ہوئے "رنگیلا رسول" نامی کتاب لکھ کر حضور کی شانِ اقدس میں گُستاخی کا مرتکب ہوا۔ شمعِ رسالت کے ایک اور پروانے غازی علم الدین نے اس کو دن کی روشنی میں قتل کر کے علی الاعلان اعترافِ قتل کیا اور پھانسی چڑھ

Marfat.com

گیا۔ علامہ اقبال نے فرمایا۔'' ساڈی گلاں ای گلاں ہیں ترکھان دا پتر بازی لے گیا'' یہ جاں نثارانِ رسالت مر کر بھی زندہ و پائندہ ہیں۔ وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ۔

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیگر است

اور پھر چشمِ فلک نے یہ منظر بھی دیکھا کہ ۱۶ مئی ۱۹۳۷ء کو عصر کے وقت ۱۰/۳ بلوچ رجمنٹ (مدراس) میں تلہ گنگ کا باسی میاں محمد گارڈ ڈیوٹی دے رہا تھا نزدیک ہی اُسی رجمنٹ کے چند سپاہی جن میں ہندو، مسلمان سبھی شامل تھے بیٹھے تھے اور ہندو سپاہی ترنم سے بڑے والہانہ انداز میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک نعت سُنا رہا تھا۔ میاں محمد شہید کے ایک اور گارڈ ساتھی نے جو ہندو گورکھا سپاہی تھا نعت پڑھنے والے سپاہی کو ڈانٹ کر منع کیا کہ ''نعت مت پڑھو اور بند کرو'' اُس نے نعت جاری رکھی۔ اِس نے پھر منع کیا اور حضورؐ کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کئے۔ غازی میاں محمد شہید نے اُسے کہا کہ تمہارا کیا لیتا ہے۔ اِسے نعت پڑھنے دو لیکن وہ ہندو گورکھا سپاہی باز نہ آیا اور حضورؐ کی شان میں گستاخانہ زبان استعمال کی۔ میاں محمد ڈیوٹی سے فارغ ہو کر گئے۔ نماز پڑھی۔ اپنی رائفل میں دس کارتوس بھرے اور واپس آ کر ڈوگرہ سپاہی کو للکارا اور دس کے دس کارتوس اُس کے سینہ میں اُتار کر اسے واصل جہنم کر دیا۔ خود بگل بجا کر افسرانِ بالا کے سامنے پیش ہو کر اعترافِ قتل کیا اور پھر ناموس رسالتؐ پر پھانسی کا پھندا خود ہی گلے میں ڈال کر حیاتِ ابدی حاصل کر گیا۔

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثربؐ کی چوکھٹ پر
خُدا شاہد مکمل مرا ایمان ہو نہیں سکتا

''بیادِ غازی میاں محمد شہید'' اُسی غازی میاں محمد شہید کی داستانِ عزیمت ہے جسے جواں ہمت ریسرچ سکالر متعدد کتابوں کے مؤلف اور مُصنف وسیم انجم نے بڑی عقیدت ومحبت

Marfat.com

سے مرتب کیا ہے۔انہوں نے بڑی تحقیق اور تلاش بسیار سے اُن تمام احباب کے مکتوبات اور مضامین اکٹھے کئے جو غازی میاں محمد شہید سے کسی بھی حوالہ سے منسلک رہے اور جنہوں نے یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور پھر ''شہید'' کو اپنے ہاتھوں لحد میں اُتارا۔انہوں نے اس کتاب کے مرتب کرنے میں جس تحقیق اور کدو کاوش سے کام لیا ہے اور جس جامعیت سے اس شہید اور ان کے خاندان کو متعارف کرایا ہے اُسے دیکھتے ہوئے اِن کی کدو کاوش کی داد نہ دینا زیادتی ہو گی۔ان کی یہ کاوش اُن کے اِس کارنامہ کو ہمیشہ زندہ رکھے گی۔اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

سُرورؔ انبالوی

راولپنڈی

۲۵ جنوری ۲۰۰۳ء

Marfat.com

شہید جس کا نام ہے

مقامِ گورِ غریباں کو دیکھنے والو
یہ تُربتیں نہیں تاریخ ہے زمانے کی

شہید کو کوئی لالچ نہیں ہوتا۔ نہ مُلک چاہیئے نہ مِلک چاہیئے۔ اگر کُچھ چاہیئے تو محبوب کا وصال چاہیئے۔ شہید کو اُس کی شہادت ہر لمحہ پروردگار کے قریب تر لاتی ہے۔ میدانِ جہاد میں وہ آگے بڑھ بڑھ کر مُلحِد پر وار کرتا ہے۔ اس لئے نہیں کہ وہ جلد از جلد اُس لعین کا خاتمہ کر سکے بلکہ وہ جلد از جلد اپنے حقیقی پروردگار سے جا ملے کیونکہ حصولِ منزلِ مُراد جان کی قربانی مانگتا ہے اور شہید اِس امر سے گریز نہیں کرتا۔

ہر کس کہ جاں نہ داد بہ جاناں نمی رسد

شہید کو اپنی شہادت پر سب سے بڑی خوشی یہ ہوتی ہے کہ وہ سیدھا بغیر حساب کتاب کے جنت میں پہنچ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتے ہیں **وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَموَات ؕ بَل اَحيَآء ؕ وَّلٰكِن لَّا تَشعُرُونَ۔** (اور نہ کہا کرو انہیں جو قتل کئے جاتے ہیں اللہ کی راہ میں کہ وہ مُردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تُم (اِسے) سمجھ نہیں سکتے)۔ ایک انسان کے لئے اس سے بڑھ کر اور خوشی کیا ہو سکتی ہے کہ وہ مرنے کے بعد بھی زندہ ہے اور رہائش بھی جنت میں۔

شہید اپنے مُلک کی تاریخ لکھتا ہے۔ یہ تاریخ روشنائی سے نہیں خون سے لکھی جاتی ہے۔ خون بھی ایسا جو گرم اور رواں دواں ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شہید کی شہادت ہمیشہ اُس قربان گاہ کو منور اور درخشاں رکھتی ہے جس کی بنیادوں میں شہید کا خون رواں ہوتا ہے۔

Marfat.com

آج ملک میاں محمد کو شہید ہوئے چونسٹھ سال گزر گئے مگر اُن کی تربت آج بھی زندہ و تابندہ ہے۔اُن کا نام نامی اس قدر بُلند مقام کا حامل ہے کہ بہت کُچھ لکھا جانے کے باوجود اُن کے نام نامی کو دُہرایا جارہا ہے۔بار بار اُن کی شہادت کو مختلف لوگوں کے قلم سے تحریر کیا جارہا ہے۔ اُن کی شہادت کو مصنفین اپنی تحریر کا عنوان بنا کر خوش ہوتے ہیں۔اطمینان محسوس کرتے ہیں اور خُداوند قُدوس کی عظمت کے گیت گاتے ہیں۔شہادت وہ عظیم عطیہ ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے خاص محبوب بندوں کو نصیب کرتا ہے۔کسی شاعر نے شہادت کے بارے میں کیا خوب شعر کہا ہے۔

؎ یہ رتبہ بُلند مِلا جس کو مِل گیا
ہر مدعی کے واسطے دَارورَسَن کہاں

جب بھی تلہ گنگ کی تاریخ لکھی جائے گی غازی میاں محمد شہید کا ذکر ضرور آئے گا۔

شہادت وہ عظیم عطیہء خداوندی ہے جو اپنی روشنی سے دوسروں کے ذکر کو بھی منور کر دیتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ جب بھی کسی مقام کی تاریخ لکھی جاتی ہے وہاں کے شہید کا ذکر ضرور آتا ہے۔اگر ہم پاکستان کی تاریخ پر نگاہ ڈالیں تو ہم کئی ایسی ہستیوں سے روشناس ہوتے ہیں جنہوں نے حُرمتِ رسولؐ کی خاطر جانیں قربان کی ہیں۔میرے اپنے شہر کُنجاہ میں غازی اللہ دتا شہید کی تُربت موجود ہے جس نے ایک سکھ تھانیدار کو صرف اس لئے کیفر کردار تک پہنچا دیا کہ اُس نے اہلِ تشیع اور اہلسنت کے درمیان جھگڑے کا فیصلہ کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کئے تھے اور غازی اللہ دتا شہید کو جو شہادت نصیب ہوئی اس کا نعم البدل نہیں ملتا کیونکہ ناموسِ رسالتؐ پر اپنی جان قربان کرنا سب سے افضل شہادت ہے۔جس وقت انگریز کے کارندے صبح سحری کے وقت غازی اللہ دتا شہید کو دار کی طرف لے جارہے تھے انہوں نے راستے میں شہادت کا نعرہ لگایا اور اُن کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔

اگر ہم غازی ملک میاں محمد شہید کی زندگی کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ غازی

Marfat.com

میاں محمد شہید زندگی میں آغاز ہی سے مطمئن نہ تھے۔ ہمیشہ بے چین رہتے۔کوئی کام بھی ٹِک کر مکمل نہ کر پائے۔ مدرسہ میں داخلہ لیا تو تعلیم ادھوری چھوڑ کر ڈرائیونگ شروع کر دی۔ وہاں بھی اطمینان نہ مِلا تو نیوی میں بھرتی ہو گئے۔ وہاں بھی سکون نہ مِلا۔ ملازمت چھوڑ کر گھر آ گئے۔ گھر آ کر بھی چین سے نہ بیٹھے۔ آخر دوبارہ فوج میں بھرتی ہو گئے۔ وہاں بھی سکون نہ ملا اور پھرتے پھراتے مدراس جا پہنچے۔ اب ذرا غور کیجئے کہ موصوف کو کہیں آرام نہیں آیا۔

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی
مرے جرم خانہ خراب کو ترے عفو بندہ نواز میں

اِدھر اُدھر بھاگتے ہی رہے اور زندگی کے بائیس سال گزر گئے۔ کبھی یہاں کبھی وہاں۔ جس طرح کسی چڑیا کا گھونسلا گُم ہو جائے تو وہ اُڑ اُڑ کر گھونسلے کی تلاش میں نڈھال ہو جاتی ہے۔ یہی غازی میاں محمد شہید نے کیا۔ اُس وقت تک چین سے نہ بیٹھے جب تک مدراس میں نہ پہنچ گئے۔ جس طرح ازدواجی جوڑے آسانوں پر مقرر ہوتے ہیں اور ایک شہر کی لڑکی دوسرے ملک کے کسی شہر کے لڑکے سے جا ملتی ہے کیونکہ آسمان والے نے انہیں ولادت سے پہلے ہی ملا رکھا تھا۔ اِسی طرح شہادت بھی اوپر والا ہی کسی کی قسمت میں لکھ دیتا ہے مگر شہید کو اُس وقت تک چین نہیں آتا جب تک وہ اپنی منزل کو پا نہیں لیتا۔ یہی وجہ ہے کہ غازی میاں محمد شہید جب تک زندہ رہے کہیں بھی ٹِک کر نہ بیٹھے اور نہ ہی دلجمعی سے کوئی کام سرانجام دیا۔ ایسا دکھائی دیتا ہے کہ جیسے وہ کسی چیز کو تلاش کرتے پھرتے تھے۔ اور وہ مقصود اُنہوں نے مدراس کے مقام پر ۱۲ اپریل ۱۹۳۸ء کو پالیا۔ یہ وہی مُقدس مہینہ اور سال ہے جس ماہ اور سال میں حکیم الامت مُصّورِ پاکستان حضرت علاّمہ اقبالؒ ہم سے بچھڑ گئے تھے۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

Marfat.com

غازی ملک میاں محمد شہید کے جنازہ میں اخبارات کے مطابق چھ ہزار مسلمان شریک ہوئے۔ یہ کسے معلوم کہ فرشتے کس قدر جنازہ میں شامل ہوں گے۔ چھ ہزار مسلمان جنازہ میں شریک ہوئے تو کتنے ہزار وضو ہی کرتے رہ گئے۔ بقول روزنامہ زمیندار بہت سے لوگ جنازہ میں شامل نہ ہو سکے۔ [1]

مکتوبات کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ موصوف کو شہادت کا بڑا شوق تھا۔ اس بات کا ثبوت کتاب میں شامل وہ مکتوب ہے جو انہوں نے شہادت سے چار دن قبل اپنے چھوٹے بھائی نور محمد کو لکھا تھا اور پھر اُن کا بائیوڈاٹا جو کتاب میں موجود ہے اِس بائیوڈاٹا میں وہ رپورٹ بھی شامل ہے جو آخری دِن فوج کی طرف سے تیار کی گئی۔ آخری دِن جب اُن کا وزن کیا گیا تو وہ ۱۳۶ پونڈ تھا۔ اس طرح ۲۳ اگست ۳۷ء سے لیکر ۱۲ اپریل ۱۹۳۸ء تک تقریباً ساڑھے نو ماہ میں غازی موصوف کا وزن ۱۳۳ پونڈ سے ۱۳۶ پونڈ ہو گیا۔ گویا کورٹ مارشل سے لے کر آخری دِن تک تین پونڈ وزن بڑھ گیا جبکہ اُن کا وزن موت کے غم سے کم ہونا چاہیئے تھا مگر انہیں تو غم لاحق ہی نہ تھا۔ وہ خوش تھے، اِسی لئے اُن کا وزن بڑھتا رہا۔

سعدیؒ اپنی کتاب ''گلستان'' میں ایک بادشاہ کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ بادشاہت کے دوران میں اسے موٹاپا لاحق ہو گیا۔ بہت سارے اطباء نے اُس کا علاج کیا مگر موٹاپا کم نہ ہُوا۔ آخر ایک طبیب حاذق نے علاج اپنے ذمہ لیا۔ بادشاہ کا علاج شروع کیا۔ پہلے دن نبض دیکھی تو اعلان کر دیا کہ ٹھیک چار ماہ بعد بادشاہ سلامت اللہ کو پیارے ہو جائیں گے یعنی مر جائیں گے۔ بادشاہ نے حُکم دیا کہ طبیب کو قید کر دیا جائے۔ اگر میں چار ماہ بعد مر گیا تو طبیب کے ہاتھ اور زبان کاٹ کر آزاد کر دینا مگر ایسا نہ ہوا۔ ٹھیک چار ماہ بعد جب بادشاہ نہ مرا تو اُس نے طبیب کو بُلوایا اور اُس سے پوچھا کہ چار ماہ گزر گئے لیکن وہ مرا نہیں۔ تو طبیب نے جواب دیا حضور! میں

[1] روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ۱۳ اپریل ۱۹۸۲ء

Marfat.com

نے تو آپ کا علاج کیا تھا اور آپ کو چار ماہ کے لئے کھانے کو دوا دی تھی۔ زندگی موت تو خُدا کے ہاتھ میں ہے۔ اس پر بادشاہ نے پوچھا تُم نے کونسی دوا مُجھے کھانے کو دی تھی؟ طَبیب نے جواب دیا غم! کیونکہ مسلسل غم کھانے سے آدمی ایک نہ ایک دن ضرور مَر جاتا ہے۔ تپِ دِق جو ایک مہلک مرض ہے اس کے لاحق ہونے کا سب سے بڑا اور پہلا سبب غم کھانا ہی ہے۔ پھر بادشاہ نے سیسہ دیکھا تو اپنے آپ کو دھان پان پایا۔ بہت خوش ہوا اور طبیب حاذق کو انعامات سے نوازا۔ طبیب نے بتایا کہ حضور! میں بھی تو چار ماہ قید میں رہا ہوں مگر صحت مند ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ مجھے علم تھا کہ آپ مرنے سے خوف زدہ رہیں گے، موت سے ڈریں گے اور مرنے کا غم ہو گا۔ نتیجتاً آپ کا موٹاپا ختم ہو جائے گا۔ اور مجھے یہ بھی علم تھا کہ جب آپ کا موٹاپا ختم ہو جائے گا تو آپ مجھے آزاد کر دیں گے، انعامات سے بھی نوازیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ میں پہلے سے بھی زیادہ صحت مند ہو رہا ہوں۔

تاریخ اسلام کا مُطالعہ کریں تو ایک بڑا عجیب سا واقعہ ملتا ہے جسے پڑھ کر حضرت سعید ابنِ جبیرؓ کی شہادت کا عِلم ہوتا ہے۔ جب حجاج بن یوسف نے جلاّد کو حضرت سعید ابنِ جبیرؓ کے قتل کا حُکم دیا تو جلاّد نے تلوار چلا دی مگر حجاج بن یوسف کو حیرت اس بات پر ہوئی کہ حضرت سعید ابنِ جبیرؓ کا خون اندر سے بہت زیادہ نکلا کیونکہ حجاج بن یوسف جانتا تھا کہ غم اور خوف انسان کا خون جلا دیتا ہے۔ اس پر حجاج بن یوسف نے اطباء سے اِس امر کی وضاحت چاہی تو اطباء نے بتایا کہ سعید ابنِ جبیرؓ کو نہ آپ کا خوف تھا اور نہ موت کا ڈر۔ ۲؎

اُدھر میجر ڈاکٹر مختار احمد خوشابی کا بھی یہی خیال ہے کہ میاں محمد شہید کی صحت ہر طبی معائنہ پر پہلے سے بہتر ہوئی۔ میاں محمد شہید کا کورٹ مارشل کے بعد ہر ہفتے طبّی معائنہ کیا جاتا تھا یہ ڈیوٹی ڈاکٹر میجر مختار احمد خوشابی سرانجام دیتے رہے۔ ۳؎

۲؎ کتاب الاذکیا (عربی) امام ابنِ جوزی بغدادی۔ اُردو ترجمہ مولانا اشتیاق احمد دارالاشاعت کراچی ص ۲۵۳۔
۳؎ (تحریری بیان ڈاکٹر میجر مختار احمد خوشابی شاملِ کتاب)

Marfat.com

اب ذرا مولف کے بارے میں کچھ عرض کرتا چلوں کہ وہ اس کتاب کو ترتیب دینے اور لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں۔ سب سے اوّل اور بہتر کام یہ سرانجام دیا ہے کہ میاں محمد شہید کے بارے میں تمام مکتوبات بالترتیب تسلسل کے ساتھ درج کر دیئے ہیں۔ مکتوبات معلومات کا وہ ذخیرہ ہوتے ہیں جو قاری کو صحیح اور مکمل معلومات سے سرفراز کرتے ہیں۔ مصدقہ حالات کے لئے مختلف حضرات کے قلم سے نکلے ہوئے چند الفاظ ایک ضخیم تالیف کا کام دیتے ہیں۔ کئی گم شدہ گوشے منور ہو کر قیمتی معلومات کا باعث بنتے ہیں۔ آج ہر اہلِ قلم اِس بات کو تسلیم کرے گا کہ اگر میرزا غالب اپنے دوست احباب اور تلامذہ کو خط نہ لکھتے تو آج جنگِ آزادی بقول انگریز غدر ۱۸۵۷ء کے صحیح حالات جو انگریز نے چھپانے کی کوشش کی، ہم تک کیسے پہنچتے۔ پھر غالب کے اپنے حالات زندگی کیسے معلوم ہوتے کیونکہ اُن کے بارے اُن کے عہد میں صرف سرسید احمد خان نے اپنی کتاب آثار الصنادید میں درج کئے ہیں اور وہ بھی صرف ایک صفحہ۔ اِس لئے کسی شخصیت پر لکھتے ہوئے اگر مختلف حضرات کے خیالات اور معلومات پر مشتمل مکتوبات جمع کر لئے جائیں تو وہ تصنیف کی کامیابی و کامرانی کا باعث بنتے ہیں۔ اِس کارہائے نمایاں میں محمد وسیم انجم خاصے کامیاب رہے ہیں۔

پروفیسر زُہیر کُنجاہی

۲۲ فروری ۲۰۰۳ء

Marfat.com

عاشقِ رسولﷺ

مُحسنِ انسانیت کی حیاتِ طیبہ نہ صرف مسلمانوں بلکہ پوری دُنیا کے انسانوں کے لئے پیامِ رشد و ہدایت ہے۔ آپؐ کی ولادت سے وصال تک زندگی کا ہر لمحہ تاریخ کے اوراق میں سنہری حروف سے درج ہے۔ قرآن مجید فرقان حمید کا عمیق مطالعہ کریں تو اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ خالقِ کائنات کو بھی یہ بات پسند نہ تھی کہ اُس کی مخلوق میں سے کوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے۔

جب کوہ صفا پر آپؐ نے مکے کے ایک ایک قبیلے کو آواز دے کر بلایا۔ سب جمع ہوئے تو حضورؐ نے ایک ایک کا نام لے کر تبلیغ فرمائی۔ آپؐ کی زبان مبارک سے نکلنے والے الفاظ سُن کر سب خاموش ہو گئے لیکن ابولہب نے اس موقع پر گستاخی کی (میں وہ الفاظ دہرانے کی جسارت نہیں کر سکتا)۔ ابولہب کی اس گستاخی پر غیرتِ حق جوش میں آئی اور سورۃ تبت نازل ہوئی۔

”ابولہب کے ہاتھ ٹوٹیں اور وہ تباہ ہو۔ اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آیا اور نہ جو کچھ اس نے کمایا تھا اس نے کچھ فائدہ دیا۔ وہ شعلوں والی آگ میں داخل ہو گا اور لکڑیوں کا بوجھ اٹھانے والی اس کی جورو بھی جس کی گردن میں کھجور کی رسی ہوگی“

قرآن مجید کی اس پیشن گوئی کو پورا ہوتے پوری دُنیا نے دیکھا۔ شاعر نے کیا خوب کہا کہ:

لے سانس بھی آہستہ کہ دربار نبیؐ ہے
خطرہ ہے بہت سخت یہاں بے ادبی کا

رب اللعالمین کو تو صحابہ کرامؓ کا آپؐ کی محفل میں بلند آواز سے بولنا بھی گوارا نہیں تھا۔ اِس لئے خبردار کیا گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ

Marfat.com

ہو۔ جس ہستی کے سامنے بلند آواز سے بات کرنے کی اجازت نہ ہو وہاں بھلا گستاخی اور بے ادبی کیسے برداشت کی جاسکتی ہے۔ تاریخ کے اوراق کو پلٹ کر دیکھتے جایئے جس خبیث اور لعین نے بھی گستاخی کی اس کا انجام اتنا عبرت ناک ہوا کہ اس کی آئندہ آنے والی نسلیں بھی دوبارہ ایسے عمل کا تصور نہیں کریں گی۔

خسرو پرویز کا واقعہ یاد کیجئے جس نے نامہ مبارک پُرزے پُرزے کر دیا۔ لیکن جلد ہی اِس گستاخی کی سزا بھی اُسے مل گئی۔ اس کی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ خسرو پرویز کو اُس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کر دیا۔

۱۷۰۷ء تا ۱۷۵۸ء کے دوران گورنر پنجاب زکریا خان کے دور میں سیالکوٹ کے ہندو کھتری مل رائے کے بیٹے حقیقت رائے نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت بی بی فاطمہؓ کی شان اقدس میں نازیبا الفاظ کہے۔ اسے گرفتار کر کے مقدمہ چلایا گیا اور جرم ثابت ہونے پر سزا کے طور پر اس گستاخ کو پہلے کوڑے مارے گئے اور پھر ایک ستون سے باندھ کر اس کا سر تن سے جدا کر دیا گیا۔

جب راجپال دیوانہ ہو کر بکواسات کرتا ہے تو غازی علم دین جیسا مجاہد اس کو سبق سکھانے کے لئے آ پہنچتا ہے۔ اسی طرح جب چرن داس کی عقل گھاس چرنے کو چلی جاتی ہے اور اس کی پلید زبان سے گستاخانہ الفاظ نکلتے ہیں تو پھر تلہ گنگ کا جیالا غازی میاں محمد شمعِ رسالتؐ کا پروانہ بن کر سامنے آتا ہے اور اس ڈوگرہ سپاہی کو دنیا سے رخصت کر دیتا ہے۔

انشاء اللہ بہت جلد آپ دیکھیں گے کہ سلمان رُشدی اور تسلیمہ نسرین بھی عبرت ناک انجام سے دوچار ہو کر ذلت ورُسوائی کے گڑھے میں دفن ہو جائیں گے۔

مجھے از حد خوشی ہے کہ میرے بھائی محمد وسیم انجم جو تحقیق اور تدقیق کے میدان کے سرخیل ہیں نے ناموس رسالتؐ پر قربان ہونے والے غازی میاں محمد کے حالات زندگی اور ان

Marfat.com

کے عظیم کارنامے کو عوام الناس تک پہنچانے کے لئے کتاب لکھنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ مجھے یقین واثق ہے کہ اُن کی یہ کاوش مردہ دل مسلمانوں میں بیداری کی لہر دوڑا دے گی۔

پاپ میوزک کی لوریاں سُن کر ڈبے کا دودھ پی کر اور رقص و سرود کی محفلیں دیکھ کر جوان ہونے والی نسلوں کو یہ سبق یاد کرنے کی ضرورت ہے کہ اللہ کے احکامات کی نافرمانی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات سے روگردانی کرنے والوں کی زندگی کا انجام کیا ہوتا ہے۔

غازی میاں محمد نے ایک پکے اور سچے مسلمان کی طرح اپنا فرض ادا کیا کیونکہ وہ اس دین کے ماننے والے تھے جس کی تعلیمات میں ماں باپ کی نافرمانی بھی جائز نہیں ہے اور مومن کی تو شان ہی یہ ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے ماں باپ سے بھی لاکھوں درجے زیادہ محبت کرتا ہے۔ اِس محبت میں اگر جان جیسی حقیر شے قربان کرنے کی سعادت حاصل ہو جائے تو پھر اس سے بڑا اور کیا اعزاز ہو سکتا ہے۔ ہزاروں سال نرگس کو اپنی بے نوری پہ رونا پڑتا ہے تب کہیں جا کر چمن میں غازی میاں محمد جیسے دیدہ ور پیدا ہوتے ہیں۔

خالد بھوترال

چوک ٹاہلی موہری

راولپنڈی

فون ۵۵۱۳۰۸۳

Marfat.com

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہمارے ایمان کا لازمی جزو ہے۔ آپؐ کی محبت اور اطاعت کے بغیر ہمارا ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ محبت اور اطاعت کا آپس میں گہرا ربط ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔ درحقیقت محبت کا تعلق جتنا مضبوط ہوگا اطاعت کا پہلو بھی اتنا ہی مضبوط ہوگا اور محبت کی معراج بھی اسی وقت ہوتی ہے جب عمل سے اس کو ثابت کیا جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہمارے ایمان کا محور و مرکز ہے اور اس محبت کا عملی مظاہرہ غازی ملک میاں محمد شہید کی ذات میں بدرجہ اتم ہمیں نظر آتا ہے۔

میاں محمد شہید کا تعلق تلہ گنگ (غ ب) سے تھا۔ بلوچ رجمنٹ میں بطور سپاہی ملازم تھے۔ ڈیوٹی کے دوران ناموسِ رسالت ں شان میں گستاخی کے مرتکب ایک ہندو ڈوگرہ سپاہی چرن داس کو شہید نے واصل جہنم کیا جس پر ان کا کورٹ مارشل ہوا اور سزائے موت کا حکم سنایا گیا اور ۱۲ اپریل ۱۹۳۸ء کو مدراس (بھارت) شہید کو پھانسی کی سزا دے دی گئی۔

یہ مختصر روداد ہے ایک ایسے شخص کی جس نے اپنی جان کی قربانی دے کر عظمت رسالت کے علم کو بلند کر دیا اور اپنے عمل سے محبتِ رسولؐ کا حق ادا کر دیا۔ یہ اعلان افروز واقعہ پیش آئے ہوئے تقریباً نصف صدی سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے لیکن آج بھی جب اس کو پڑھا جائے تو ایمان کی حرارت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی واقعات تاریخ اسلام میں سنہری حروف میں لکھے جانے والے ہیں، انہیں سے عظمتِ اسلام ظاہر ہوتی ہے۔

اگر ہم شہید کے واقعہ کا جائزہ لیں تو حبِ رسولؐ اُن کے اک اک عمل سے ظاہر ہوتی ہے۔ جس شخص کو پھانسی کی سزا مل جائے تو اس کی حالت کیا ہونی چاہیئے۔ موت لمحہ بہ لمحہ اس کی جانب بڑھ رہی ہو مگر تاریخ کے واقعات ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ سزا کا حکم سننے کے بعد ان کے

81333

Marfat.com

چہرے پر کسی قسم کی کوئی گھبراہٹ نہ تھی۔ پُر سکون چہرے کے ساتھ انہوں نے وہ دن گزارے اور انتہائی جرات اور بہادری کے ساتھ پھانسی کے پھندے کو اپنے لئے پھولوں کی سیج سمجھ کر گلے میں ڈال لیا۔

شہید کا یہ طرزِ عمل ان کی حبِ رسول کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ شہید کی اس عظیم الشان قربانی کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے محمد وسیم انجم نے یہ کتاب مرتب کی۔ جس کے لئے وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اپنے قومی ہیروز کو خراج تحسین پیش کرنا ہماری قومی روایت بھی ہے اور وقت کی اہم ضرورت بھی۔ کیونکہ آج جس معاشرے میں ہم سانس لے رہے ہیں وہاں پر ہر طرف مغربی طاغوتی یلغار کا غلبہ نظر آتا ہے۔ مغربی طاقتیں مسلم اُمہ کی نوجوان نسل کو اخلاقی ابتری کی طرف لے جا رہی ہیں اور اقبال کے اس شعر کا عملی اظہار نظر آتا ہے۔

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمدؐ اُس کے بدن سے نکال دو
فکرِ عرب کو دے کے فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

مغربی استعماری قوتیں نوجوان نسل کو اپنی فکر دے کر ان کو اسلام سے دور لے جانے کی کوشش کر رہی ہیں۔ اُن کی شدید خواہش ہے کہ آج کا نوجوان مغربی رنگ میں رنگا ہوا نظر آئے اور ان کی یہ ثقافتی جنگ انہی ہتھیاروں سے لڑی جا سکتی ہے جس سے ہم اپنا نظریہ اور فکر ان نوجوانوں میں راسخ کرا سکیں۔ اس طرح ہم مغربی ثقافتی یلغار کو روک سکتے ہیں کیونکہ ہم زمین پر قبضے سے زیادہ ذہن کی سرزمین کو فتح کرنے کے خواہش مند ہیں۔ ایسے لمحوں میں ایسی کتب فکر اسلام کو اجاگر کرنے کا نہ صرف ذریعہ ہیں بلکہ ایسے کردار بھی جن کو سامنے رکھ کر ہم اپنی نوجوان نسل میں جذبہ عظمت اسلام پیدا کر سکتے ہیں۔

Marfat.com

کتاب ہذا میں بھی ایسی تحریریں شامل ہیں جن کا تعلق غازی ملک میاں محمد شہید سے ہے ان میں سید افتخار حسین، فضل قدیر ندوی، کیپٹن نظام خان، میاں محمد ملک اور ان سے منسلک شخصیات شامل ہیں۔

شہید کا کردار ایک ایسا روشن چراغ ہے جس سے آنی والی نسلیں روشنی حاصل کر کے اپنا مستقبل سنوار سکتی ہیں اور اسلام کی عظمت کے لئے کارہائے نمایاں سرانجام دے سکتی ہیں۔ اُن کی یہ شہادت رہتی دنیا تک شمع رسالتؐ کے پروانوں کے لئے مشعل راہ رہے گی۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

فرحت نسیم ہاشمی
ایم اے بی ایڈ
وائس پرنسپل حرا اسکول
افشاں کالونی
راولپنڈی

Marfat.com

ہمارے غازی ہمارے شہید ملک میاں محمد

محمد وسیم انجم

میرے والد محترم صابر قاضی کے لقب سے مشہور تھے۔ ملٹری انجینئرنگ سروسز میں ایڈمن آفیسر بھی رہے۔ سروس کے سلسلہ میں پاکستان کے مختلف مقامات پر فرائض کی بجا آوری میں مصروف رہے۔ جب گیریژن انجینئر آرمی (ایسٹ) راولپنڈی میں تعینات ہوئے اس وقت انہیں سینئر ایڈمن آفیسر ملک نور محمد سے رفاقت نصیب ہوئی۔ ملک صاحب نہایت بلند اقدار اور فرشتہ سیرت انسان ہیں اور ان کے ساتھ کام کرنے والا سٹاف بھی ایسے ہی افراد پر مشتمل تھا۔

۱۹۸۰ء میں ملک نور محمد کے صاحبزادے ملک ذوالفقار احمد سے شناسائی ہوئی اور ۱۹۸۴ء تک اکٹھے رہے۔ پھر میں سعودی عرب تبوک چلا گیا۔ کچھ ماہ بعد ذوالفقار احمد بھی تبوک پہنچے۔ مختلف جگہوں پر تعیناتی کے باوجود ہفتہ دو ہفتے بعد ملاقات ضرور ہوتی۔

ہم ریفریجریشن اینڈ ایئر کنڈیشننگ الیکٹریکل کے امتحانات میں اکٹھے شامل ہوئے۔ ان کے بہنوئی ملک محمد اعظم خان مرحوم لائبریرین میرے ٹیوٹر بھی رہے۔

۱۹۸۰ء سے ملاقاتوں کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ ایک دوستی اور بھائی چارے کے بندھن میں بدل چکا تھا۔ بہر حال میں تبوک میں ایک سال رہنے کے بعد واپس آ گیا۔ جبکہ ملک ذوالفقار احمد نے تین سال کا عرصہ گزارا۔ بعد ازیں خط و کتابت جاری رہی۔ پاکستان میں تمام رفقاء کار جن میں ملک ادریس، ملک محمد شفیع، چوہدری خالد سلیم، قیصر عباس، رضوان اقبال، ملک ذوالفقار احمد اور راقم کی باقاعدہ ملاقاتیں ہوتی رہتی ہیں۔ ان کو مزید تقویت پہنچانے کے لئے تمام رفقاء کار

Marfat.com

کئی سال سے ہر ماہ کی پہلی جمعرات کو باقاعدہ دن کا کھانا اکٹھے کھاتے ہیں۔ کبھی کبھار آؤٹنگ اور دیگر مواقع پر گپ شپ ہوتی رہتی ہے۔ محمد شفیع کی چند گھریلو وجوہ کی بناء پر کمی محسوس ہوتی ہے مگر ماسوائے جمعرات کے وہ تمام تقریبات میں شرکت کرتے ہیں۔

غازی ملک میاں محمد شہیدؒ کے بھتیجے ملک ذوالفقار احمد ۱۳ اپریل ۱۹۸۲ء کا روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی کا پرچہ لے کر آئے جس میں مضمون ناموس رسالت کا شیدائی غازی ملک میاں محمد شہیدؒ از میاں محمد ملک تلہ گنگ پڑھا۔ راقم اس وقت ایف اے کا متعلم تھا۔ مضمون لکھنے کی جستجو دل میں رہی۔ اب جسارت کر رہا ہوں جبکہ غازی ملک میاں محمد شہیدؒ پر بہت سے مضامین اخبارات و رسائل کی زینت بن چکے ہیں۔

۱۔ سب سے پہلے شہادت کے فوراً بعد اپریل ۱۹۳۸ء کے دوسرے پندرھواڑے میں روزنامہ زمیندار لاہور نے شہادت کی خبر صفحہ اول پر جلی سرخیوں میں بمع غازی میاں محمد کی تصویر کے بڑی نمایاں سطور پر شائع کی تھی۔

۲۔ روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ۱۳ فروری ۱۹۷۵ء صفحہ ۴ مضمون غازی میاں محمد رسالت پر قربان ہو جانے والا ایک پروانہ از کیپٹن ممتاز ملک۔

۳۔ روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ۱۲ اپریل ۱۹۷۸ء مضمون ناموس رسالت کا شیدائی غازی میاں محمد شہید از میاں محمد ملک تلہ گنگ۔

۴۔ روزنامہ نوائے وقت ۱۲ اپریل ۱۹۸۱ء صفحہ ۴، ۵ مضمون ناموس رسالت کا شیدائی غازی میاں محمد شہید از میاں محمد ملک تلہ گنگ۔

۵۔ روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ۱۳ اپریل ۱۹۸۲ء ص ۵ مضمون ناموس رسالت کا

Marfat.com

شیدائی غازی میاں محمد شہید از میاں محمد ملک تلہ گنگ۔

۶۔ نوائے وقت جمعہ میگزین ۱۳ تا ۱۹ اپریل اور ۲۰ تا ۲۶ اپریل ۱۹۸۴ء دو اقساط میں مضمون غازی میاں محمد شہید از میاں محمد ملک تلہ گنگ۔

۷۔ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور ستمبر ۱۹۸۴ء میں درج بالا نمبر شمار ۶ مضمون شائع ہوا۔

۸۔ ہفت روزہ ہلال راولپنڈی جلد ۲۴ شمارہ ۲۵ بتاریخ ۱۶ تا ۲۲ ستمبر ۱۹۸۷ء تبصرہ برائے کتاب غازی میاں محمد از رائے محمد کمال ص ۲۳ تا ۲۵۔

۹۔ ہفت روزہ ہلال راولپنڈی مرتبہ ملک محمد ممتاز اقبال مضمون غازی میاں محمد شہید جلد ۲۳ شمارہ ۳۳ تا ۳۵ بتاریخ ۱۱ نومبر تا یکم دسمبر ۱۹۸۷ء ص ۱۵۱ تا ۱۵۵۔

۱۰۔ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور دسمبر ۱۹۸۸ء مضمون غازی میاں محمد شہید از رائے محمد کمال۔

۱۱۔ ہفت روزہ ہلال راولپنڈی جلد ۲۵ شمارہ ۱۹۔۲۰، بتاریخ ۱۰ تا ۲۳ اگست ۱۹۸۸ء ص ۹۷ مضمون لیفٹیننٹ کرنل محمد اعجاز ملک (بھتیجا میاں محمد شہیدؒ) میں تذکرہ ہے۔

۱۲۔ ماہنامہ نقیب جلد ۱ شمارہ ۱۰ اگست ۱۹۸۹ء ایڈیٹر سید ذاکر حسین شاہ چکوال، مضمون ناموس رسالت کا پروانہ میاں محمد از میاں محمد ملک ص ۴۲ تا ۴۶۔

۱۳۔ روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ۲ جنوری ۱۹۹۰ء مضمون غازی میاں محمد شہید از آصف حنیف ملک۔

۱۴۔ ماہ نامہ نعت لاہور مرتبہ راجا رشید محمود جلد ۴ شمارہ ۳ مارچ ۱۹۹۱ء مضمون ڈوگرہ سپاہی چرن داس کو جہنم رسید کرنے والے غازی میاں محمد شہید از سیدہ فضہ عابدہ نقوی ص ۷۷ تا ۸۷۔ نظم تلہ گنگ کا غازی میاں محمد شہید از راجا رشید محمود ص ۸۸۔ مضمون غازی میاں محمد شہید کا آخری خط

Marfat.com

اپنے بھائی ملک نور محمد کے نام ص ۸۹ تا ۹۶ء۔

۱۵۔ ماہنامہ نعت لاہور جلد ۴ شمارہ ۵ مئی ۱۹۹۱ء مضمون شہیدان ناموس حضورﷺ کی مشترکہ خصوصیات از شہناز کوثر (مندرجہ ذیل) صفحات میں میاں محمد شہیدؒ کا ذکر ہے۔ ص ۳۹، ۴۳، ۴۴، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۲، ۵۳، ۵۵، ۵۷، ۵۸، ۶۱، ۶۲، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱۔ مضمون داستان محبت کے ارقام کی راہ میں مشکلات از رائے محمد کمال ص ۹۶ میں ذکر ہے۔ مضمون محافظان حرمت سرکارﷺ کی وصیتیں از نسرین اختر کے صفحہ ۱۰۴، ۱۰۵ میں ذکر ملتا ہے۔

۱۶۔ روزنامہ جنگ راولپنڈی ۲۲ دسمبر ۱۹۹۳ء مضمون یادِ رفتگان غازی میاں محمد شہیدؒ از عبدالقیوم شیخ تلہ گنگ۔

۱۷۔ ماہنامہ خیالات تلہ گنگ مرتبہ میاں محمد ملک جلد ا شمارہ ستمبر ۱۹۹۴ء ص ۷ تا ۱۸۔

۱۸۔ تاریخ چکوال مرتبہ ڈاکٹر لیاقت علی خان مضمون ناموس رسالت کا شیدائی غازی میاں محمد شہید از ملک میاں محمد ص ۶۱۴ تا ۶۲۷ پبلشرز مقبول اکیڈمی لاہور ۱۹۹۲ء قیمت ۳۵۰ روپے۔

۱۹۔ سہ ماہی صراط ادب راولپنڈی مرتبہ صدیق فنکار جلد ۳ شمارہ ۲ اپریل ۱۹۹۶ء مضمون غازی میاں محمد شہید خطوط کے آئینے میں از محمد وسیم انجم ص ۱۱ تا ۲۳۔

۲۰۔ سہ ماہی صراط ادب راولپنڈی مرتبہ صدیق فنکار جلد ۳ شمارہ ۱۴ اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۶ء مضمون ابوالغازی ملک میاں محمد شہیدؒ از محمد وسیم انجم۔

۲۱۔ ہفت روزہ اخبار علماء مرتبہ علامہ غلام نبی رضوی راولپنڈی جلد ا شمارہ ۲۱، ۳ جون ۱۹۹۶ء مضمون ۶۵ء کے شہید محمد خان از محمد وسیم انجم ص ۳ میں غازی ملک میاں محمد شہیدؒ کا ذکر بھی ہے۔ یہ مضمون بعنوان شہید محمد خان مذکورہ ہفت روزہ شمارہ ۳۶ بتاریخ ۲۳ ستمبر ۱۹۹۶ء صفحہ ۲ پر

Marfat.com

دوبارہ شائع ہوا۔

۲۲۔ غازی میاں محمد شہیدؒ کتابی شکل میں رائے محمد کمال نے اگست ۱۹۸۶ء میں ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور سے شائع ہوئی۔ کتاب مذکورہ کی مطبوعہ کتاب مسودہ تراشے اور تصاویر حفاظت کے پیش نظر ملک میاں محمد شہید کے بھائی الحاج ملک نور محمد نے بطور ہدیہ بیت الحکمہ کے لئے حکیم محمد سعید صاحب کے حوالے کئے جنہیں مخصوص شعبہ میں ایک قیمتی اضافہ قرار دیا گیا۔

۲۳۔ ماہنامہ ''درویش'' لاہور شمارہ نمبر ۵ مئی ۱۹۹۴ء عاشقانِ پاک طینت نمبر جو ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی صاحب کے زیرِ ادارت شائع ہوا (صفحات ۵۳ تا ۵۹)۔

۲۴۔ ماہنامہ ملی نوید سحر لاہور شمارہ نمبر ۴ اپریل ۱۹۹۹ء مدیر ملک عباس اختر اعوان نے میاں محمد ملک کا مضمون بعنوان ناموسِ رسالت کا شیدائی غازی میاں محمد شہید (صفحات ۴۴ تا ۴۷) شائع کیا۔

۲۵۔ شہیدانِ ناموس رسالت ﷺ کے نام سے جناب محمد متین خالد صاحب نے کتاب مرتب فرما کر اکتوبر ۲۰۰۰ء میں شائع فرمائی جس میں غازی میاں محمد شہیدؒ پر دو مضامین جن میں سے ایک ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی صاحب کا مضمون صفحہ ۹۱ تا ۹۷ اور دوسرا جناب عبداللہ صاحب کا مضمون صفحہ ۹۸ تا ۱۰۶ پر شامل اشاعت ہیں۔ اس کتاب میں ۱۹ شہداء پر مضامین کے علاوہ دیگر بے شمار مضامین شامل اشاعت کئے گئے ہیں۔ کتاب ۳۹۲ صفحات پر مشتمل ایک عمدہ اثاثہ ہے جو فلاح پبلشرز یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور سے دستیاب ہے۔

۲۶۔ گورنمنٹ ڈگری کالج تلہ گنگ ضلع چکوال کے علمی و ادبی مجلہ سواں ۲۰۰۲ء کے صفحات ۱۰۹ تا ۱۱۸ پر غازی میاں محمد شہیدؒ پر میاں محمد ملک کا مضمون شائع ہوا۔

Marfat.com

غازی میاں محمد شہیدؒ پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور لکھا جاتا رہے گا۔ چونکہ بہت سے گمشدہ گوشے بازیاب ہونا باقی ہیں۔ آپ کا شجرہ نسب درج ذیل ہے۔

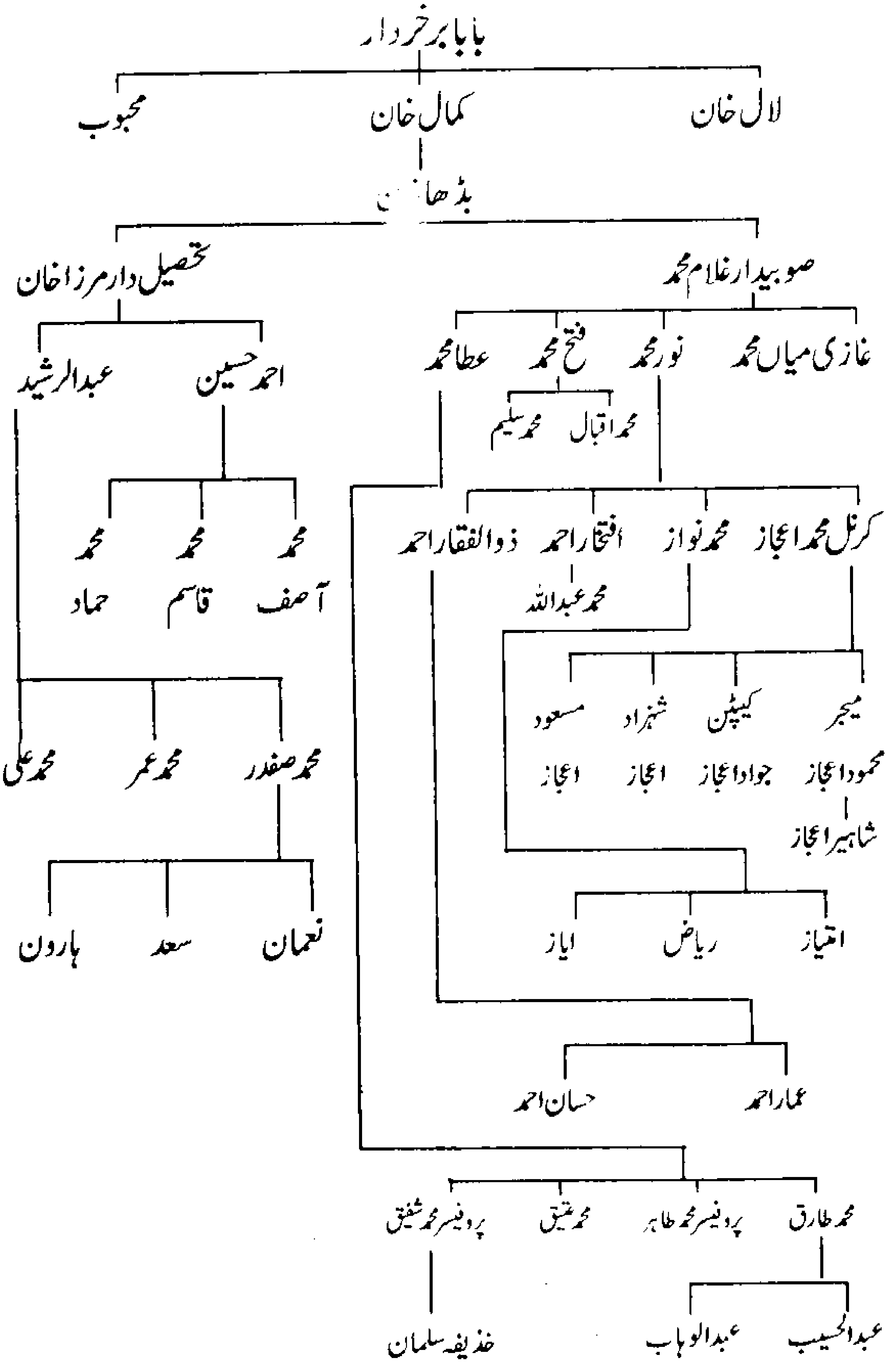

Marfat.com

غازی ملک میاں محمد شہیدؒ کے والد بزرگوار صوبیدار ملک غلام محمد ۲ فروری ۱۹۰۶ء کو کوئٹہ میں فوج میں بھرتی ہوئے ان کی شادی ۱۹۰۸ء میں مسماۃ فتح بیگم سے ہوئی۔ سات سال کے عرصہ کے بعد غازی میاں محمد شہیدؒ کی صورت میں اللہ رب العزت نے فرزند ارجمند سے سرفراز کیا۔

صوبیدار غلام محمد جب ۱۲۴ بلوچ رجمنٹ میں تھے اور اس رجمنٹ کو تین سال کے لئے چین بھیجا گیا تو آپ ۱۹۱۱ء سے ۱۹۱۴ء تک چین میں تعینات رہے۔ آپ کی واپسی ہوئی تو پہلی جنگ عظیم چھڑ چکی تھی جس کی وجہ سے پلٹن مذکورہ کو مڈل ایسٹ بھیجنے کا فیصلہ ہوا۔ اس وقت ملک غلام محمد اپنی کارکردگی کی بنا پر صوبیدار کے عہدہ پر فائز ہو چکے تھے ان کی پلٹن عراق، شام اور فلسطین میں کافی عرصہ ٹھہری۔ تین ماہ مسجد اقصیٰ کی حفاظت پر مامور رہے اس دوران انتظامیہ سے اجازت لے کر مسجد اقصیٰ کو صاف کرنے کا شرف حاصل ہوا تو مسجد سے قالین نکال کر فرش دھونے کے بعد قالین دوبارہ بچھائے گئے۔

اس کا کتنا مقام ہے اونچا　　جو کرے صاف مسجد اقصیٰ (مسعود ہاشمی)

چند دنوں کی رخصت لیکر ترکی کے دارالخلافہ استنبول اور پھر مصر (انقرہ) کی سیر و سیاحت کے لئے بھی گئے۔ ایک رمضان المبارک کے روزے بھی اس مقدس سرزمین میں رکھے۔ آپ کی جبین نیاز سے اس پاک سرزمین پر سجدے ٹپکتے رہے۔ خانہ خدا میں آپ کی پرسوز مناجات کو سند قبولیت حاصل ہوئی تو آپ کی شریک حیات کی گود ہری ہوئی اور غازی میاں محمد شہیدؒ کی صورت میں دعاؤں کا صلہ ملا۔ یہ خوش خبری جلد ہی آپ کو بذریعہ خط ملی مگر جنگ عظیم کے اختتام ۱۹۱۹ء تک وطن تشریف نہ لا سکے۔ غازی میاں محمد شہیدؒ کی عمر چھ برس کو پہنچی تو انہیں تلہ گنگ کے شرقی محلے میں واقع پرائمری سکول جہاں اب گرلز ہائی سکول قائم ہے داخل کرا دیا گیا۔ انہوں نے ساتویں جماعت تک باقاعدگی کے ساتھ تعلیم حاصل کی۔ اسی دوران ڈرائیوری کا ایسا شوق پیدا ہوا

Marfat.com

کہ تعلیم کو خیر باد کہہ دیا۔ اس وقت کے ٹرانسپورٹر شیخ فضل کریم اور شیخ محمد دین کی بس تلہ گنگ سے انجرہ میانوالی کی طرف چلتی تھی۔ اس پر چلنے لگے لیکن مطابقت پیدا نہ ہو سکی۔

آپ ۱۹۳۱ء میں کوئٹہ چلے گئے۔ جہاں چند ماہ ایک ٹھیکیدار کے پاس بطور منشی کام کیا مگر طبیعت کو یہ ماحول بھی راس نہ آیا تو ۱۹۳۱ء آخر یا ۱۹۳۲ء کے شروع میں واپس گاؤں تلہ گنگ چلے گئے۔ جہاں چند مہینے گزرنے پر ۱۹۳۳ء میں انڈین نیوی میں بھرتی ہو گئے۔ شہادت سے پانچ سال قبل دوران ملازمت غازی ملک میاں محمد شہیدؒ کا جشن عروسی منایا گیا۔ آپ کا نکاح آپ کی پھوپھی انار بیگم اور پھوپھا سردار خان کی صاحبزادی سے ہوا۔ اگر آپ کی زندگی کا مختصر خاکہ پیش کیا جائے تو آپ چھ سال کی عمر میں سکول میں داخل ہوئے جہاں سات سال سکول میں پڑھتے رہے۔ تعلیم کو خیر باد کہنے کے بعد تین چار ماہ کنڈکٹری و ڈرائیوری کے پیشہ سے وابستہ رہنے کے بعد چند ایام بحیثیت منشی کام سرانجام دیا۔ سولہ سال کی عمر میں رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے۔ نیوی میں نوکری کو بمشکل ڈیڑھ برس گزرا ہو گا کہ کھیلتے ہوئے کسی ساتھی کی بدکلامی پر بگڑ گئے اور اسے ہاکی سے پیٹ ڈالا۔ نیوی ایکٹ کے تحت مقدمہ چلا اور تین ماہ کی سزا کے ساتھ ملازمت سے برطرفی ہوئی۔ نوکری سے سبکدوش ہونے کے بعد گھر لوٹ آئے اور یہاں تقریباً ایک برس مقیم رہے۔ اپنے والد بزرگوار کے مشورہ پر دوبارہ ۲ جنوری ۱۹۳۵ء کو بلوچ رجمنٹ میں سپاہی بھرتی ہو گئے۔ ابتدائی ٹریننگ کراچی میں مکمل کی۔ ۱۶ مارچ ۱۹۳۵ء کو جب کراچی کی زمین لالہ زار بنی اور پورے شہر کی فضا شہیدوں کے لہو سے مہک اٹھی تو غازی ملک میاں محمد شہید بھی وہیں تھے۔ یہاں کی شاہراہوں پر شہید رسالت کے متوالوں کے خون کے جابجا بکھرے ہوئے چھینٹوں کا جاوداں منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے بلکہ حرمت رسول ﷺ پر قربان ہونے والوں کی عزت افزائی کا نظارہ بھی کر چکے تھے جہاں غازی عبدالقیوم شہید ۲۰ ستمبر ۱۹۳۴ء کو اپنی وفاؤں کا پہلا باب رقم کر چکے تھے۔

تبیر ربانی الشریری تاری سعید الباسط
محلہ فاروق آباد میانوالی روڈ تلہ گنگ فون ۴۰۵۰۴۰

Marfat.com

اپنے باب وفا کا پہلا ورق لکھ کے خونِ جگر سے پورا کیا! (مسعود ہاشمی)

آئندہ غازی ملک میاں شہیدؒ کو بھی رسالت مآبؐ سے وفاؤں کا صلہ ملنا تھا۔ اس لحاظ سے جب غازیء کراچی مسلمانانِ ہند کے دلوں کی دھڑکنیں بنا ہوا تھا۔ ملک میاں محمد شہیدؒ بھی قریباً چھ ماہ اس دھرتی پر فریفتہ رہے۔

اکتوبر ۱۹۳۵ء کو مدراس بھیج دیئے گئے۔ وہاں کی چھاؤنی جو سینٹ تھامس ماؤنٹ کے نام سے مشہور تھی یہاں بلوچ رجمنٹ ۱۰/۳ پرانا نمبر ۱۲۷ میں شامل ہوئے۔ رنگروٹی کے بعد چھٹی پر نہ جا سکے۔ ۱۶ مئی ۱۹۳۶ء کی شام ۶ بجے غازی ملک میاں شہیدؒ وارٹر گارڈ پر سنتری کی ڈیوٹی سرانجام دے رہے تھے کہ ایک ہندو ڈوگرہ نے ایک نعتیہ غزل پڑھی جس کے مقطع میں واہ، واہ پیارے محمد ﷺ آیا۔ جس پر دوسرے سپاہی ہندو ڈوگرہ چرن داس نے غلط الفاظ استعمال کئے۔

ہاشمی معرکہ خیر و شر ہے زمانے میں ہر گھڑی برپا (مسعود ہاشمی)

پہلے ڈوگرہ نے پھر وہی غزل پڑھی تو گستاخ ڈوگرہ نے پھر بدتمیزی کی۔ اس پر غازی میاں محمد شہیدؒ نے گستاخ ڈوگرہ سے کہا۔ اس کو محمد کا نام اچھا لگتا ہے تو یہ ترنم کے ساتھ پڑھ رہا ہے۔ تم کو اچھا نہیں لگتا تو خاموش رہو۔ لیکن ایسی بکواس مت کرو۔ مگر وہ باز نہ آیا۔ اس نے کہا میں ایسا ہی کروں گا۔ تمہارا کوئی حق نہیں ہے۔ یہ سن کر غازی ملک میاں محمد شہید کا خون کھول اٹھا۔ غیرت دینی نے جوش مارا۔ ہندو ڈوگرہ نے پیغمبر اسلام ﷺ کی شان میں گستاخی کر کے ان کی حمیت ایمانی کو للکارا تھا۔ غازی ملک میاں محمد شہیدؒ کی ڈیوٹی ختم ہوئی۔ تو انہوں نے حوالدار سے ڈوگرہ سپاہی کی شکایت کر کے اپنے جذبات کا اظہار کیا مگر چونکہ حوالدار بھی ہندو تھا اس لئے اس نے کوئی نوٹس نہ لیا صرف اتنا کہا کہ میں اس کو سمجھا دوں گا۔

جیتنے پر بھی شر نہ جیتا کبھی ہارنے پر نہ خیر ہارا کبھی (مسعود ہاشمی)

ملک میاں محمد شہید دکھی حالت میں بیرک پہنچے۔ وردی بدل کر نماز مغرب کے بعد [illegible]

Marfat.com

تک سوچ و بچار میں مبتلا رہے۔ نماز عشاء کے بعد حتمی فیصلہ کرلیا۔ وردی پہن کر کوارٹر گارڈ پہنچے۔ وہی گستاخ رسولؐ ڈیوٹی پر موجود تھا۔ غازی صاحب نے گارڈ روم سے اپنی رائفل اٹھا کر اس میں دس گولیاں بھریں اور کمرے سے باہر آکر ہندو ڈوگرہ کو للکارا۔ اب خبردار ہو جاؤ تم نے کیا بکواس کی تھی۔ تم سے پوچھنا میرا حق تھا یا نہیں۔ اتنے میں وہ سنبھل گیا اور رائفل تان لی مگر غازی ملک میاں محمد شہید پہلے ہی تیار تھے۔ انہوں نے پہلے فائر کر کے ایک ہی گولی سے شیطان کو ڈھیر کر دیا۔

غازی ملک میاں محمد شہید سخت غصے میں تھے۔ انہوں نے تمام گولیاں اس پر چلا دیں۔ میگزین خالی ہونے پر سنگین سے اس کے چہرہ پر پانچ ضربیں لگائیں اور یہ کہتے رہے کہ تم نے اس منہ سے بکواس کی تھی۔ ڈاکٹری رپورٹ کے مطابق ایک زخم چودہ انچ گہرا تھا۔ گستاخ رسول کو واصل جہنم کرنے کے بعد خطرے کی گھنٹی خود بجائی اور بگلر کو بگل بجانے کے لئے کہا۔ خود کو حکام کے حوالے کر دیا۔ اس طرح ہندو ڈوگرہ چرن داس کو قتل کر کے سپاہی غازی ملک محمد شہید نمبر ۱۳۰۵ شہادت سے سرفراز ہوئے۔

ہاشمی ہے یہ انتہائے عشق وارنا جان مثل پروانہ (مسعود ہاشمی)

شہیدوں کے بلند و بالا مقام کے لئے رب العزت نے فرمایا ہے کہ انہیں مردہ مت کہو وہ تو زندہ ہیں لیکن تمہیں شعور نہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق دیا جاتا ہے۔

رزق زندوں کو ہی ملتا ہے۔ شہیدوں کی روحیں جنت کے باغوں میں چہکتی پھرتی ہیں۔ شہید باری تعالیٰ سے عرض کرے گا جنت کی تمام نعمتوں سے لطف اندوز ہوا ہوں لیکن وہ لذت اور لطف جو مجھے کافر کو قتل کر کے اللہ کے راستے میں گردن کٹواتے وقت ملی وہ پھر نصیب نہیں ہوئی۔ کاش میں دنیا میں پھر جاؤں اور جام شہادت سے سرفراز ہوں۔ یہ عمل میرے لئے ان نعمتوں سے زیادہ محظوظ کن ہے۔

Marfat.com

ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی صاحب ایڈیٹر ماہنامہ درویش لاہور اپنے مضمون میں جو ''شہیدانِ ناموسِ رسالت'' کتاب میں بھی جناب محمد متین خالد صاحب نے شامل کیا ہے اپنے مضمون میں بہت ہی پیارا تجزیہ کرتے ہیں کہ غازی صاحب نے اپنی تعلیم نامکمل چھوڑ کر ڈرائیوری شروع کی۔ پھر کوئٹہ میں چند ماہ ایک ٹھیکہ دار کے پاس منشی رہے۔ کچھ عرصہ نیوی میں ملازمت کی۔ وہ بھی چھوڑ کر ۲ جنوری ۱۹۳۵ء کو بلوچ رجمنٹ میں بھرتی ہوئے۔ ابتدائی ٹریننگ کراچی میں مکمل کر کے اسی سال اکتوبر میں مدراس چھاؤنی بھیج دیئے گئے۔ اصل میں یہی وہ جگہ تھی جہاں قدرت نے ان سے ایک غیر معمولی کام لینا تھا اور وہ مختلف مقامات پر پھرتے پھراتے بالآخر یہاں (مدراس) پہنچے تھے۔ بے شک یہ سب اللہ پاک کے منصوبے کے مطابق تھا۔

جب ۱۲ اپریل ۱۹۳۸ء کو غازی میاں محمد شہیدؒ کو تختہ دار کے قریب لے جایا گیا تو وہ بہت خوش نظر آ رہے تھے۔ ان کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا کیونکہ عنقریب وہ اپنے رب کے پاس پہنچنے والے تھے۔ اور انہیں رب العزت کی وہ نعمتیں جو جنت میں ان کا انتظار کر رہی تھیں ان کی آغوش میں جانے کے لئے بے قرار تھے۔ غازی میاں محمد شہید کے ساتھی کیپٹن نظام خان اپنے خط بنام الحاج ملک نور محمد خان محررہ ۶ جنوری ۱۹۹۰ء میں رقمطراز ہیں۔

برادرم محترم حاجی ملک نور محمد خان

السلام علیکم۔ برادرم صاحب کے دونوں خطوط مل چکے ہیں۔ برادرم یٰسین کا نوازش نامہ بھی ملا۔ یادآوری کا شکریہ۔

برادرم صاحب! چونکہ میں خود غازی صاحب کے جنازہ میں شامل نہیں تھا کیونکہ میں اپنی یونٹ کی طرف سے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ڈیوٹی پر تھا مگر جیسا کہ آپ کے والد بزرگوار کا فرمان تھا۔ مولوی صاحب میر عالم نے نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ اس میں کسی قسم کے شک وشبہات کی گنجائش نہیں ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں اگر کوئی دیکھا ہے تو صوبیدار غلام محمد اور اس کا لڑکا

Marfat.com

غازی میاں محمد دیکھے ہیں۔ جب میں ان کے حالات پر سوچتا ہوں تو میری عقل فیل ہو جاتی ہے۔ وہاں حاجی نور محمد کو ان کی وفاداری پر مبارک باد دیتا ہوں کہ ۵۱ سال ۸ ماہ ۲۴ دن تک اس کی وفاداری بدستور قائم ہے۔ رہا جنازہ میں کتنے آدمی جمع ہو گئے تھے سو دو سو اور ہزار دو ہزار کا بھی سوال پیدا نہیں ہوتا۔۔۔۔۔۔ مدراس مسلم اخبار نے تعداد کے مطابق بہت بڑا السباچوڑا اداریہ لکھا تھا۔ اس سے اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔ مقبرہ سمندر کے کنارے بہت بڑا میدان ہے۔ اخبار نے لکھا تھا کہ میدان لوگوں سے کھچا کھچ بھرا پڑا تھا۔ بلکہ اخبار نے لکھا تھا کہ بہت بڑی تعداد میں لوگ جنازہ سے لیٹ ہو گئے تھے۔

مدراس کے مسلمان تو درکنار گردونواح کے دیہات کے لوگ جوق در جوق آ رہے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ غائبانہ اطلاع ان کو ملی ہے۔ ۱۲ اپریل ۱۹۳۸ء کو جمعۃ المبارک تھا۔ جب نماز جنازہ پڑھی گئی تو مولوی امیر عالم صاحب آپ کے والد محترم کو بچے کی شہادت پر مبارک باد دیتے ہی زار و قطار رونے لگے۔ کم از کم چھ دفعہ ایسے ہوا۔ بڑی مشکل سے مولوی صاحب ہوش میں آئے۔ میرے اندازے کے مطابق کم از کم چھ ہزار سے اوپر لوگ (مسلمان) جنازہ میں شریک ہوئے۔۔۔۔۔۔ مندرجہ ذیل باتیں میں ابتدا میں بھول گیا تھا۔

۱۔ ۱۱ اپریل ۱۹۳۸ء کو میں اور کیپٹن آرمسٹرانگ اور بلوچ رجمنٹ کے انگریز افسر غازی صاحب کے قدموں میں اس آگاہی کے لئے حاضر ہوئے کہ کل ۱۲ اپریل ۱۹۳۸ء کو آپ کو شہادت کا درجہ ملے گا۔ غازی میاں محمد شہیدؒ نے نہایت حوصلے کے ساتھ جواب دیا کہ ٹھیک ہے۔ جب ہم تینوں افسر واپس روانہ ہوئے تو کیپٹن آرمسٹرانگ نے مجھے کہا کہ ہم میت آپ کو نہیں دیں گے۔ میں نے جواباً عرض کیا کہ میں یقین دلاتا ہوں کہ کوئی گڑبڑ نہیں ہو گی۔ اگر آپ میت ہمیں نہیں دیتے تو پلٹن کے پٹھان پنجابی آپ کے کنٹرول سے باہر ہو جائیں گے جن کی ذمہ داری آپ پر ہو گی۔ یہ الفاظ آرمسٹرانگ کی زبانی تھے لیکن اختیارات اصل میں اسٹیشن کمانڈر کے تھے۔ انہوں

Marfat.com

نے تسلیم کیا کہ میت آپ کو ملے گی۔

۲۔ جب میں اپنے باڈی گارڈ بلوچ کمپنی کے افسر سمیت غازی صاحب کے قدموں میں حاضر ہوا تو بلوچ پلٹن کے افسر نے کہا کہ غازی صاحب کے ہاتھ باندھو۔ میں نے جواباً عرض کیا کہ یہ تمہارے فرائض میں شامل نہیں ہے۔ یہ میرا کام ہے۔ تمہارا صرف اور صرف یہ کام ہے کہ غازی صاحب کو تمہارے روبرو شہادت کا درجہ دیدیا جائے۔ گو بلوچ پلٹن کے افسر نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ خاموش ہو گیا مگر غازی صاحب نے کئی دفعہ مجھے مجبور کیا کہ میرے ہاتھ باندھو۔ میں نے ہاتھ باندھ دیئے۔ غازی میاں صاحب کے فرمان کے مطابق ان کے ہاتھ باندھ دیئے گئے۔ اسی میں خداوند کریم کی رضا تھی۔ اگر ہاتھ نہ باندھتے تو غازی میاں صاحب ٹرک پر خود چڑھ کر کرسی پر تشریف فرما ہوتے مگر ہاتھ باندھنے کی وجہ سے میں نے خود گود میں اٹھا کر ان کو کرسی پر بٹھا دیا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ یہ میرے لئے مالک کا ایک عظیم تحفہ تھا۔ خداوند کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ والسلام۔

آپ کا مخلص کیپٹن نظام خان

سکنہ سنڈا، ڈاک خانہ شکر درہ، ضلع کوہاٹ

Marfat.com

ناموس رسالتؐ کا شیدائی۔غازی میاں محمد شہید

میاں محمد ملک

مدراس (بھارت) سینٹرل ریلوے سٹیشن سے تین میل دور واقع ایک بڑے قبرستان میں معروف ولی اللہ پیر دستگیر ساویؒ کے مقبرہ اور مسجد کے درمیان مقبرہ کے ساتھ بائیں جانب سطح زمین سے کافی اونچے چبوترہ پر ایک قبر کے ساتھ نصب شدہ پتھر پر یہ عبارت درج ہے۔

کل من علیھا فان ویبقی وجه ربك ذوالجلال والاکرام

تاریخ شہادت ۱۲ اپریل ۱۹۳۸ء سابق سپاہی میاں محمد ۱۰/۳ بلوچ رجمنٹ ولد صوبیدار غلام محمد پنشنر ساکن تلہ گنگ ضلع اٹک (پنجاب)۔

لوحِ مزار کا قطعہ ہے

اے یادگار عزتِ ناموسِ مُصطفٰیؐ
کیا خوب انتخاب تھا تیری حیات کا
بدلہ لیا ہے دشمن احمد کا تو نے خُوب
منظور کرچکا ہے شہادت تیری خُدا

شمع رسالتؐ کے جس پروانے کا یہ مزار مبارک ہے اس کا آبائی گاؤں تلہ گنگ ہے۔ واقعہ شہادت کے ۳۷ سال گزر چکے تھے کہ فروری ۱۹۷۵ء کے شمارہ نوائے وقت میں بزرگ صحافی کیپٹن ممتاز ملک (مرحوم) نے شمع رسالتؐ کے پروانوں کے ذکر میں غازی میاں محمد شہیدؒ کا نام بھی گنوایا۔اس مضمون میں درج تھا کہ شہید کا تعلق تلہ گنگ سے تھا۔اس طرح راقم الحروف نے متذکرہ واقعہ شہادت سے متعلق معلومات جمع کر کے سب سے پہلے ۱۲ اپریل ۱۹۷۸ء کو شہید کی

Marfat.com

چالیسویں برسی کے موقع پر ''نوائے وقت'' میں مفصل مضمون شائع کرایا۔ اس سے قبل ہماری نئی نسل شہید کے نام تک سے ناواقف تھی اور ہم ملت اسلامیہ کے اس مایہ ناز فرزند کو بھول ہی چکے تھے۔

زیر نظر مضمون میں اضافی مواد شامل ہے جو کیپٹن نظام خان آف سانڈہ شکر درہ ضلع کوہاٹ، میجر ڈاکٹر مختار احمد آف جوہر آباد، صوبیدار اللہ دتہ آف جنگا تحصیل چکوال اور میجر (ر) غلام یٰسین راولپنڈی کی یادداشتوں پر مشتمل ہے۔ کرنل (ر) ڈاکٹر نور احمد سمن آباد لاہور اور کپتان غلام حسین جلالپور جٹاں ضلع گجرات بھی اس ایمان افروز واقعہ کے عینی شاہدوں میں سے ہیں۔

تلہ گنگ شہر کے محلہ غرب میں فوج کے پنشنر صوبیدار غلام محمد (مرحوم) رہتے تھے بڑے پرہیز گار اور دیندار بزرگ تھے۔ یہاں کی موجودہ عالی شان جامع مسجد عید گاہ کے لئے انہوں نے اپنے بھائی ریٹائرڈ تحصیلدار ملک مرزا خان (مرحوم) کے ہمراہ مل کر سات کنال قیمتی زرعی اراضی ۱۹۳۴ء میں وقف کی تھی۔ ان کی شادی دوران ملازمت موضع اولکہ کی ایک نیک خاتون سے ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔ سات سال تک کوئی اولاد نہ ہوئی۔ بڑی آرزوؤں کے بعد اپریل ۱۹۱۵ء میں خدا نے ایک خوبصورت فرزند عطا کیا۔ اس خاندان میں یہ پہلی اولاد نرینہ تھی۔ لہٰذا بڑی خوشیاں منائی گئیں۔ میاں محمد نام رکھا گیا۔ اسی میاں محمد نے عالم شباب میں ناموس رسالتؐ پر جان قربان کر کے شہادت کا رتبہ حاصل کیا اور ''غازی میاں محمد شہیدؒ'' کہلایا۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

غازی میاں محمد شہید کو سات سال کی عمر میں پرائمری سکول (موجودہ زنانہ ہائی سکول) میں داخل کرایا گیا۔ دینی تعلیم امام حافظ سعد اللہ (مرحوم) سے حاصل کی جو اپنے وقت کے بہترین قاری جید عالم اور استاد تھے۔ تلہ گنگ کے گرد و نواح کے بے شمار حفاظ نے ان سے قرآن پاک حفظ کیا۔ علوم رسمیہ میں میاں محمد کا دل نہ لگا اور ساتویں جماعت کے بعد سلسلہ تعلیم منقطع کر کے

Marfat.com

زمینداری میں لگ گئے۔ ۱۹۳۱ء میں کوئٹہ (بلوچستان) چلے گئے جہاں ایک ٹھیکیدار کی پرائیویٹ ملازمت کرتے رہے۔ ایک سال بعد واپس تلہ گنگ آ گئے اور ۱۹۳۳ء میں انڈین نیوی میں بھرتی ہو کر بمبئی چلے گئے۔ اڑھائی سال بعد یہ ملازمت بھی ترک کردی اور ۲ جنوری ۱۹۳۵ء کو بلوچ رجمنٹ میں بھرتی ہو کر کراچی چلے گئے۔ ابتدائی ٹریننگ مکمل کرنے کے بعد ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۵ء کو 3/10 بلوچ رجمنٹ میں مدراس (بھارت) چلے گئے جو اس وقت سینٹ تھامس ماؤنٹ چھاؤنی میں متعین تھی۔

مدراس سے ابھی پہلی چھٹی بھی گھر نہیں آئے تھے کہ ۱۶ مئی ۱۹۳۷ء کو سینٹ تھامس ماؤنٹ چھاؤنی کی کوارٹر گارڈ ڈیوٹی کے دوران ناموس نبیؐ پر قربان ہونے کی سعادت بخشنے والا مبارک لمحہ آن پہنچا۔ شام کے چھ بج رہے تھے۔ جب فوجی جوان قلعہ میں آرام کر رہے تھے۔ جن میں سے ایک کا نام چرن داس تھا۔ اس موقع پر دوسرے ہندو ڈوگرہ نے نعت مصطفیؐ کے اشعار مترنم آواز میں پڑھنے شروع کر دیئے۔ جب اس نے گنگنایا کہ ''واہ واہ پیارے محمدؐ'' تو چرن داس ڈوگرہ نے غلیظ گالیاں دیتے ہوئے اپنے ساتھی ڈوگرہ کو تنبیہ کی کہ خبردار یہاں محمدؐ کا نام نہ لو۔ دونوں کے درمیان یہ مکالمہ بازی سُن کر شمع رسالتؐ کے پروانے سے رہا نہ گیا اور اس نے چرن داس کو مخاطب کر کے کہا۔

''تمہیں ہمارے نبیؐ کا نام اچھا نہیں لگتا تو مت سنو مگر جسے یہ اسم مبارک اچھا لگتا ہے اسے اس سعادت سے کیوں محروم کرتے ہو۔'' اس پر ہندو ڈوگرہ چرن داس نے کہا کہ ''میں ایسا ہی کہوں گا، تمہارا کوئی حق نہیں کہ مجھ سے جواب طلبی کرو''۔ سوال و جواب کی اس تکرار کے بعد میاں محمد نے گستاخ رسولؐ کی شکایت اپنے افسران بالا سے کی مگر چونکہ اتفاق سے وہ بھی ڈوگرہ تھے اس لئے شنوائی نہ ہوئی۔ اور بھی دکھ ہوا۔ تو بیرک میں واپس آ کر وردی بدلی۔ نماز عشاء سے فارغ ہو کر کوارٹر گارڈ پہنچے۔ جہاں رسول پاکؐ کی شان مبارک میں گستاخی کا مرتکب چرن داس ڈیوٹی پر

Marfat.com

کھڑا تھا۔ غازی میاں محمد نے گارڈ روم سے اپنی رائفل نکالی اور اس میں دس کارتوس بھرے اور چرن داس کو للکارتے ہوئے کہا۔

''اب بتاؤ میرے نبیؐ کی شان میں گستاخی کرنے پر میں تم سے باز پرس کا حق رکھتا ہوں یا نہیں''۔

یہ سنتے ہی چرن داس نے پوزیشن سنبھالی اور رائفل کا رخ میاں محمد کی طرف موڑ دیا۔ مگر اس کے ساتھ ہی غازی میاں محمد کی رائفل سے نکلی ہوئی گولی اس ''گستاخ رسولؐ'' کا سینہ چیر گئی۔ بقیہ نو گولیاں بھی اس لعین کے جسم سے پار ہوگئیں۔ تو غازی میاں محمد نے بگل بجا کر پلٹن کو خطرے کا الارم دے دیا۔ ایک انگریز آفیسر نے غازی میاں محمد کو ہتھیار ڈال کر پیش ہونے کا حکم دیا تو جواباً شمع رسالتؐ کے اس پروانے نے کہا۔

''میں صرف کسی مسلمان آفیسر کے سامنے ہی ہتھیار ڈال سکتا ہوں''

اس طرح نائب صوبیدار عباس خان نے غازی میاں محمد سے رائفل لے کر انہیں نہتا کیا۔ صوبیدار میجر فضل خان کو اس کے بعد ایم پی ای میڈل دیا گیا۔ صوبیدار عباس خان ڈھوک ٹاہلیاں تحصیل چکوال کے رہنے والے تھے اب وہ اس دنیا میں موجود نہیں ہیں۔ غازی میاں محمد کے ابتدائی بیانات ایک انگریز کمانڈنگ آفیسر نے قلم بند کرتے ہوئے کہا۔

''خوب سوچ سمجھ کر بیان دو''

اس کے جواب میں غازی میاں محمد نے فرمایا۔

میں نے خوب سمجھ کر ناموسِ رسالتؐ کی شان میں گستاخی کے مرتکب کو جہنم واصل کر کے اپنا فرض پورا کیا ہے۔

بیانات کے بعد آپ کا ڈاکٹری معائنہ ڈیوٹی میڈیکل آفیسر ڈاکٹر نور احمد سے کرایا گیا ۔ جو کرنل کے عہدے سے ریٹائر ہوئے اور سمن آباد لاہور میں رہائش اختیار کی ۔ غازی میاں محمد

Marfat.com

نے مسلمان ڈاکٹر کے سامنے بھی حقائق بیان کرتے ہوئے کہا۔

''میں جھوٹ کے ذریعہ جان بچانے کی بجائے، ناموس رسالتؐ پر ہزار جانیں قربان کرنے کو تیار ہوں۔''

۷ مئی ۱۹۳۷ء کو آپ کو پولیس کے حوالہ کر دیا گیا مگر کمانڈر انچیف جی ایچ کیو دہلی کے حکم پر سول عدالت کی بجائے فوجی عدالت میں مقدمہ چلانے کی غرض سے آپ کو دوبارہ پلٹن میں واپس لایا گیا۔ یہاں مقدمہ کی سماعت کے دوران اگرچہ حکومت کی طرف سے سخت ممانعت تھی تاہم ونڈ شاہ بلاول تحصیل تلہ گنگ کے رہنے والے کوارٹر ماسٹر حوالدار سید صدر الدین مرحوم نے مدراس سے بذریعہ تار غازی میاں محمد کے والد کو تلہ گنگ میں اس واقعہ کی اطلاع کر دی۔ یہ تار ۲۰ مئی ۱۹۳۷ء کو صوبیدار غلام محمد کو موصول ہوئی۔

غازی میاں محمد کے والد ۲۸ مئی ۱۹۳۷ء کو مقدمہ کی پیروی کے لئے مدراس پہنچ گئے۔ علاقہ کے مسلمان شرفاء نے ازراہ ہمدردی مقدمہ کی پیروی میں مدد دینے کی خواہش کا اظہار کیا۔ مگر صوبیدار غلام محمد نے شکریہ ادا کرتے ہوئے یہ ذمہ داری خود ہی سنبھالی۔ بلوچ رجمنٹ میں ایام اسیری کے دوران غازی میاں محمد کے ساتھ سخت رویہ اپنایا گیا۔ ان کے والد جو ایک بلوچ رجمنٹ کے سردار رہ چکے تھے انہیں بھی سرکاری کوارٹر کی بجائے شہر میں ٹھہرنا پڑا حتیٰ کہ اپنے بیٹے سے ملاقات کے لئے سرکاری پاس حاصل کرنا لازمی تھا اور ملاقات کے لئے ایک محدود وقت دیا جاتا تھا۔ ان تلخ ایام کی یادیں ذہن میں تازہ کرتے ہوئے بعد میں آنے والی پلٹن کے کمپنی جے سی او نظام خان (اب ریٹائرڈ کپتان) نے بتایا۔

''کہ جب بلوچ رجمنٹ میرٹھ چلی گئی اور ۲/۱۳ فرنٹیئر فورس رائفلز (پرانی ۶ بھائی بند اور اب ۸ ایف ایف آر) نے اس کی جگہ لی تو مجھے کرنل فری لین نے حکم دیا کہ آئندہ غازی میاں محمد سے متعلق جملہ ذمہ داری ہم لوگوں کی ہے۔ چند یوم بعد جب بلوچ رجمنٹ کے مقابلہ میں

Marfat.com

غازی میاں محمد نے فرنٹیئر فورس کی زیر نگرانی اچانک حالات میں تبدیلی محسوس کرتے ہوئے اس کی وجہ دریافت کی تو انہیں بتایا گیا کہ اگر چہ اس رجمنٹ کا صوبیدار میجر ہندو ہے مگر گارڈ انچارج نظام خان اور اس کے ساتھیوں نے دینی فرض سمجھ کر آپ سے ہر قسم کی سختی ختم کر کے آپ کی خدمت کو شعار بنالیا ہے۔

یہاں پر یہ وضاحت ضروری ہے کہ بلوچ رجمنٹ کے چلے جانے کے بعد غازی میاں محمد کو ایک گورا پلٹن کے سپرد کر دیا گیا مگر دراصل انہیں فرنٹیئر فورس کے چارج میں ہی رکھا گیا تھا۔ اس دوران گورا پلٹن کو غازی میاں محمد پر اس قدر اعتماد ہو گیا کہ جب دوسری مرتبہ صوبیدار غلام محمد تلہ گنگ سے اپنی بیوی اور چھوٹے بیٹے عطا محمد (مرحوم) کو لے کر مدراس گئے تو ایک دن کورٹ مارشل کیس کا ملزم غازی میاں محمد ایام اسیری میں عام اجازت سے اپنے چھوٹے بھائی کو سائیکل پر بٹھا کر ائیر پورٹ ہوائی جہاز دکھانے لے گیا۔ دراصل یہ سب کچھ شمع رسالتؐ کے پروانے کے لئے خدائی نعمتوں کے نزول کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

نظام خان کے ساتھ ساتھ بہشتی گلاب خان ضلع جہلم، کپتان حلیم گل (مرحوم) شکر درہ، مولوی امیر عالم مری، نائب صوبیدار احمد شاہ ضلع جہلم، کپتان غلام حسین گجرات، میجر غلام یسین راولپنڈی اور ڈاکٹر میجر مختار احمد خوشابی (مرحوم) جو ہرآباد نے بھی غازی میاں محمد کی ایام اسیری میں ہر ممکن مدد و خدمت کی۔ اس دوران ہر ساتویں دن غازی میاں محمد کا طبی معائنہ ڈاکٹر میجر مختار احمد خوشابی کرتے۔ ہر مرتبہ ان کی صحت پہلے سے بہتر ہوتی۔

ایام اسیری میں عید آ گئی تو غازی میاں محمد نے مسجد میں آزادانہ طور پر نماز عید کی ادائیگی کی خواہش ظاہر کی۔ جمعدار حلیم گل، نظام خان اور صوبیدار امیر خان کی ضمانت پر حکومت نے اجازت دے دی۔ عینی شاہد میجر غلام یسین بتاتے ہیں۔ کہ "عید آئی تو غازی میاں محمد کو ہماری پلٹن میں نماز عید میں شامل ہونے کی اجازت مل گئی۔ میں پچھلی صفوں میں ہی بیٹھا تھا کیونکہ غازی

Marfat.com

میاں محمد نے بھی پچھلی صفوں میں بیٹھنا تھا جہاں ان کے لئے خاص جگہ بنائی گئی تھی وہ اپنے اردلی اور سنتری کے ہمراہ تشریف لائے۔ دائیں بائیں چند نمازیوں سے مصافحہ کیا۔ ان خوش نصیبوں میں یہ عاجز بھی شامل تھا ان کے چہرہ پر وہ نور اور وہ وقار تھا جو آج بھی یہ روحانی منظر آنکھوں کے سامنے آتا ہے تو ایمان تازہ ہو جاتا ہے دوسری عید آئی تو ان کو اجازت نہ ملی۔''

نماز عید کے بعد غازی میاں محمد نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا ''پیارے بھائیو میری آپ سے آخری ملاقات ہے آپس میں بھائیوں کی طرح متحد اور پر امن رہنا۔''

نماز عید کے جم غفیر سے فرداً فرداً گلے مل کر رخصت ہوئے تو بقول کیپٹن نظام خان کے یہ ایمان افروز منظر قابل دید تھا۔ فوجی عدالت میں مقدمہ کی سماعت شروع ہوئی تو ابتداء میں مدراس کے نواحی گاؤں کے رہنے والے بیرسٹر نور حسین شاہ نے آپ کی طرف سے پیروی کی۔ چند روز بعد غازی صاحب کے وکیل کو ان کے محافظ کی موجودگی میں اُن کے گاؤں میں چھرا گھونپ کر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تو ایک اور نامور وکیل سید اصغر علی نے صفائی کے وکیل کا بڑی خوش اسلوبی سے فرض نبھایا۔

۳۱ مئی سے چار جون ۱۹۳۷ء تک مقدمہ کی سماعت کے بعد فوجی قواعد کے مطابق غازی میاں محمد کا طبی معائنہ ہوا۔ ۱۹ جون ۱۹۳۷ء کو گورنمنٹ مینٹل ہسپتال کے سپرنٹنڈنٹ کی سفارش ایک ماہ کے لئے ۲۵ جون سے ۲۴ جولائی تک آپ کو ہسپتال میں رکھا گیا۔ اس دوران آپ کا وزن مزید ایک پونڈ بڑھ گیا۔ ڈاکٹر نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ ایک ماہ کے دوران طبی معائنہ، ذہنی ٹیسٹ اور نفسیاتی تجربہ کے علاوہ چھپ چھپ کر میں نے قیدی کا جائزہ لیا مگر لحہ بھر کے لئے مجھے کوئی لاشعوری حرکت نظر نہیں آئی۔

آپ کے جذبہ ایمانی کا ایک اور سچا واقعہ یوں بیان کیا گیا کہ مذکورہ چھاؤنی کے علاقہ پولیس کے ریٹائرڈ ڈپٹی انسپکٹر جنرل خان بہادر جے ایس اے کریم رہتے تھے۔ ایک دن

Marfat.com

انہوں نے غازی میاں محمد سے کہا کہ آپ پر کوئی خاص پابندی نہیں اور مسلمانوں کے علاوہ گورا پلٹن کے سبھی لوگ آپ پر بے حد اعتماد کرتے ہیں۔ اگر آپ کسی طریقہ سے میرے بنگلہ تک آ جائیں تو میں آپ کو بحفاظت یہاں سے نکال کے جہاں جانا چاہیں گے وہاں پہنچا دوں گا۔

جواباً کہا۔

''آپ کا مطلب ہے میری جان بچ جائے گی۔ کیا آپ گارنٹی دے سکتے ہیں کہ میری موت کا معین وقت ٹل سکتا ہے۔ میں کسی صورت ان لوگوں کے اعتماد کو دھوکہ دے کر بھاگنے کی سوچ بھی نہیں سکتا''۔

۱۴ اگست کو جنرل کورٹ مارشل کیس شروع ہوا۔ تین ڈاکٹروں کی شہادت بھی قلم بند ہوئی۔ جنہوں نے غالباً آپ کو بچانے کے لئے مشترکہ رائے دی کہ ملزم جذباتی واقع ہوا ہے جس نے وقتی طور پر جذبات سے مغلوب ہو کر یہ انتہائی قدم اٹھایا ہے لیکن غازی میاں محمد نے یہاں بھی سابقہ بیانات دہراتے ہوئے کہا، میں نے بقائی ہوش وحواس گستاخ رسول کو جہنم واصل کیا ہے۔

کورٹ مارشل رپورٹ انڈین آرمی کے کمانڈر انچیف کو شملہ بھجوائی گئی جو ان دنوں چھٹیوں کی وجہ سے وہاں گئے ہوئے تھے۔ بالآخر سترہ ستمبر ۱۹۳۷ء کو غازی میاں محمد کو پھانسی کی سزا کا حکم سنایا گیا۔ ۲۳ ستمبر کو فوجیوں کے اس اجتماع میں اس فیصلہ کا اعلان ہوا۔ آپ کے والد کو آپ کے پھانسی کی اطلاع ملی تو وہ اپنی بیوی اور چھوٹے بیٹے عطا محمد کے ساتھ دوبارہ مدراس پہنچ گئے انہیں پہلے کی نسبت باعزت طریقہ سے ٹھہرایا گیا۔ غازی میاں محمد کے والد نے وائسرائے کے پاس دہلی میں اپیل دائر کی جو نامنظور ہوگئی۔ رحم کی اپیل بھی مسترد کر دی گئی۔

بعد ازاں لاہور کے نامور وکیل ڈاکٹر محمد عالم کی وساطت سے ٹی۔ ایل۔ ولسن اینڈ کمپنی ... کونسل لندن میں اپیل دائر کرنے کی غرض سے ضروری کاغذات بذریعہ ہوائی ڈاک

کی
یسی
نے
ہوں
گاہ تک
لئے۔ غازی
جوان تھے۔
نے بتایا کہ
لد اور پلٹن کے
۱۹۳۸ء علی الصبح

Marfat.com

بھجوائے گئے۔ مذکورہ کمپنی نے مسٹر جے ایم پرنگل کو پیروی کے لئے مقرر کرتے ہوئے ۳۰ دسمبر ۱۹۳۷ء کو پریوی کونسل میں اپیل دائر کر دی۔ مسٹر پرنگل بعد میں پاکستان کی آئین ساز اسمبلی کے سپیکر مولوی تمیز الدین کی وکالت کے فرائض انجام دیتے رہے۔

۲۱ فروری کو پریوی کونسل میں بھی اپیل کی نامنظوری کی اطلاع آ گئی۔ واضح رہے کہ غازی میاں محمد متذکرہ بالا تمام عدالتی کارروائیوں میں الجھنے سے ناخوش تھے اور کہتے تھے کہ مجھے خدا نے ناموس رسالتؐ پر جان قربان کرنے کے لئے منتخب کیا ہے نہ جانے لوگ مجھے اس سعادت سے کیوں محروم کرنا چاہتے ہیں۔ میجر غلام یٰسین (مرحوم) جو ۱۴۶ مری روڈ راولپنڈی میں مقیم تھے راقم الحروف کے نام اپنے خط میں بتایا کہ میں نے ایک دن غازی میاں محمد کو دوران ملاقات حسین بن منصور حلاج کا واقعہ یوں سنایا کہ جب قاضی وقت نے ابن منصور کو سزائے موت دی اور اس فیصلہ کے عمل درآمد ہونے تک ایام اسیری میں منصور نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ جناب رسالت مآب ﷺ ایک خیمہ کے زیر سایہ آرام فرما رہے ہیں۔ خیمہ کے اوپر کے پردہ میں ایک سوراخ ہے جہاں سے دھوپ آپؐ کے رُخ انور پر پڑتی ہے۔ ابن حلاج بار بار کوشش کے ذریعے سوراخ بند کرنا چاہتے ہیں لیکن سوراخ بند نہیں ہوتا۔ اس پر تنہائی میں حلاج کو اشارہ ہوتا ہے کہ ۔۔۔ت کے کنارہ تک پہنچنے کے بعد اب انتظار کیسا؟ جان کی قربانی پوری ہوگی تو یہ سوراخ بند ہوگا۔ حکایت سن کر میاں محمد غازی کا چہرہ دمک اٹھا۔ آنکھوں میں فرط مسرت سے آنسو آ گئے اور ۔۔۔نے لگے۔

''تاخیر مجھ سے تو نہیں ہو رہی۔ میں تو اسی وقت سے نذرانہ جان پیش کر چکا ہوں جب چرن داس کو جہنم واصل کیا ہے''۔

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زمان از غیب جانے دیگر است

Marfat.com

بالآخر غازی میاں محمد کی دلی خواہش رنگ لائی اور تمام تر کوششوں کے باوجود ہر جگہ اپلیں نامنظور ہوتی گئیں۔ غازی میاں محمد کی دلی خواہش پوری ہونے کے لئے ۱۲ اپریل ۱۹۳۸ء بمطابق ۱۰ صفر المظفر ۱۳۵۷ ہجری صبح پانچ بج کر ۴۵ منٹ کا وقت مقرر کیا گیا۔ مرتبہ شہادت پر فائز ہونے سے پانچ دن قبل سات اپریل کو غازی میاں محمد نے اپنے چھوٹے بھائی ملک نور محمد کے نام جو جی ایچ کیو میں ۴۲ سال کی سروس کے بعد سینئر ایڈمن آفیسر کے عہدہ سے جون ۸۲ء میں ریٹائر ہونے کے بعد آج کل مکان نمبر ۲۸۲ سٹریٹ نمبر ۱۳ اسکیم نمبر ۳ چکلالہ راولپنڈی میں مقیم ہیں۔ ان کے نام چار فل سکیپ صفحات پر مشتمل ایک مفصل اور ایمان افروز خط تحریر کیا۔ یہ قلمی نسخہ یادگار کے طور پر اب تک اپنی اصلی حالت میں محفوظ ہے۔ یہ خط اسلامی تعلیمات کا عملی نمونہ ہے۔ اس میں بار بار اتحاد، تنظیم اور ایمان کے درس کے ساتھ ساتھ صبر کی تلقین کی گئی ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''نماز قائم کرو اور میری بخشش کی دعا کرنا۔ یہ دنیا ایک حسین دھوکہ ہے۔ پیغمبروں کی زندگیوں کو دیکھو، واقعہ کربلا دیکھو۔ اور صبر کے فلسفہ پر لکھتے ہیں کہ میرے بعد ہرگز نہ رونا اور نہ کسی کو رونے دینا۔ میں ہزار بار خدا کا شکر یہ ادا کرتا ہوں تم بھی ہزار بار شکرانہ ادا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے سچے دین اسلام کے لئے میری قربانی کو منظور فرمایا۔ میں خدا کی شان کریمی پر اس قدر خوش ہوں کہ اس خوشی کا تصور کوئی دوسرا شخص نہیں کر سکتا''۔

بالآخر انتظار کی گھڑیاں ختم ہوگئیں اور وقت شہادت قریب آ گیا۔ شہادت گاہ تک غازی صاحب کی سواری کے لئے فوجی ٹرک میں انگریز اور انڈین آفیسر بنچوں پر بیٹھ گئے۔ غازی میاں محمد درمیان میں رکھی گئی کرسی پر تشریف فرما تھے۔ اس قافلے میں چھ باڈی گارڈ جوان تھے۔ دستہ کے انچارج نظام خان تھے۔ وہ اس واقعہ کے عینی شاہدوں میں سے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ گیارہ اور بارہ اپریل کی درمیانی شب جیل کی کوٹھڑی میں غازی میاں محمد اپنے والد اور پلٹن کے مولوی صاحب کے ساتھ رات بھر تلاوت قرآن پاک میں مشغول رہے۔ ۱۲ اپریل ۱۹۳۸ء علی الصبح

Marfat.com

آپ نے غسل فرمایا۔ سفید لباس زیب تن کیا۔ نماز فجر ادا کی۔ سر پر کلاہ باندھ کر اپنی پگڑی والد
سپرد کی اور ان سے بغل گیر ہوئے اور شان و شوکت سے بذات خود چلتے ہوئے وقت مقررہ پر
دار پر جا کھڑے ہوئے۔ نعرہ تکبیر بلند کیا اور کلمہ شہادت کا ورد کرتے ہوئے پھانسی کا پھندہ
کے اپنے گلے میں ڈال لیا۔ فضا اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی اور آپ کے چ
سے نور برستا تھا اور ماحول خوشبو سے معطر ہو گیا۔ ہشاش بشاش چہرہ سے موت کے آثار تک عیا
نہ تھے۔ ٹھیک پانچ بج کر ۴۵ منٹ پر آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر جانے کی تصدیق ڈیو
پر موجود ڈاکٹر نے کر دی۔ **انا للہ و انا الیہ راجعون۔**

شہادت کے وقت کھلتی ہوئی سفید رنگت والے خوبصورت جوان غازی میاں محمد شہید کی
عمر ۲۳ برس تھی۔

یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا !

غازی میاں محمد شہیدؒ کے جسدِ خاکی کو مدراس کی جامع مسجد میں غسل دیا گیا۔ میجر غلام
یسین کہتے ہیں کہ تجہیز و تکفین کی سعادت کا فریضہ ہمیں نصیب ہوا۔ میت کو جنازہ گاہ پہنچانے تک
اہل مدراس اور نواحی بستیوں کے مسلمانوں کے قافلے امڈ آئے تھے۔ مسلمانوں کا جوش و خروش
قابل دید تھا۔ آپ کے جسد خاکی کو مدراس ریلوے اسٹیشن سے تین میل دور ایک بڑے قبرستان
میں حضرت پیر دستگیر ساویؒ کے پہلو میں جگہ ملی۔ قبرستان انتظامیہ کے بقول جو جگہ غازی میاں محمد
شہید کو ملی اگر کوئی بڑے سے بڑا بادشاہ بھی مانگتا تو نہ مل سکتی۔

دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللٰہی !

تدفین کے بعد میجر ڈاکٹر مختار احمد خوشابی نے حاضرین سے ولولہ انگیز خطاب کیا اور ان

بھجوا۔
۱۹۳۷
سپیکر م
غازی
خدا۔
سے کہ
راقم الح
ابن منہ
فیصلہ
رسالہ
سورار
سورار
موت
یہ حک
فرما۔
سے ج

Marfat.com

لوگوں کو شرم دلائی جو بلوچ رجمنٹ کے ایام اسیری میں شہید کے ساتھ سخت رویہ اپناتے رہے۔ اگر چہ یہ خطاب حکومت وقت کی نظروں میں کھٹکتا ضرور تھا مگر کسی کو جرات نہ ہوئی کہ شہید کے کسی شیدائی کو گزند پہنچاتے۔ شہادت کے ابتدائی چند سالوں میں مدراس کی مسلمان آبادی کے لوگوں کی طرف سے تلہ گنگ میں شہید کے والد کے نام جو خطوط آتے رہے ان میں درج ہے کہ غازی میاں محمد شہیدؒ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ ریٹائرڈ آئی جی پولیس خان بہادر جے ایس اے کریم جو بعد میں کراچی آ گئے تھے مدراس سے لکھے ہوئے ان کے ایک خط میں درج ہے کہ شہید کے مزار سے رات کے وقت تلاوت کلام پاک کی آواز سنائی دیتی ہے۔

غازی میاں محمد شہیدؒ کی شادی ۱۹۳۳ء میں جبکہ وہ نیوی میں ملازم تھے اپنی پھوپھی زاد سے ہوئی تھی۔ ان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ شہید کی وصیت کے مطابق ان کی بیوی نے ملک نور محمد (شہید کے چھوٹے بھائی) کے ساتھ ۱۹۳۶ء میں عقد ثانی کیا۔ ان سے چار بیٹے ہوئے۔ بڑے صاحبزادے لیفٹیننٹ کرنل محمد اعجاز ملک کا دوران سروس دل کا دورہ پڑنے سے ۱۹۸۸ء میں راولپنڈی میں انتقال ہوا۔ غازی میاں محمد شہید کے ایک بھائی عطا محمد کا انتقال ۱۹۷۰ء میں ہوا۔ آپ کے والد صوبیدار غلام محمد نے ۸۵ سال کی عمر میں فروری ۱۹۶۹ء میں چکلالہ میں وفات پائی۔ آپ کے دو چھوٹے بھائی ملک نور محمد اور ملک فتح محمد بقید حیات ہیں۔ آپ کے چچا ریٹائرڈ تحصیلدار ملک مرزا خان ایک نامور شخصیت تھے تا مرگ ۱۹۷۰ء تک جامع مسجد عید گاہ تلہ گنگ کے متولی رہے۔ اس واقعہ شہادت کے عینی شاہد اور شہید کے ایک منہ بولے بھائی صوبیدار اللہ دتہ ساکن موضع جنگا تحصیل چکوال کا ۵ جنوری ۱۹۸۴ء کو انتقال ہوا۔

ملت اسلامیہ کے مایہ ناز فرزند غازی میاں محمد شہیدؒ کی شہادت کو باون (اب ۶۴ سال) سال ہو گئے ہیں۔ تاہم نصف صدی سے زائد گزرنے کے بعد آج بھی فرزندان اسلام کے لئے اس واقعہ شہادت کی افادیت بڑی نمایاں ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمیں یہ بکھرے موتی یکجا

Marfat.com

کر کے اپنے اسلاف کے ان عظیم کارناموں کو تاریخ کے اوراق میں محفوظ کر لینا چاہئے تاکہ آنے والی نسلیں اس سے مستفید ہو سکیں۔

مقام گور غریباں کو دیکھنے والو
تربتیں نہیں تاریخ ہے زمانے کی

شبیر ربانی لائبریری
محلہ فاروق آباد میانوالی

Marfat.com

غازی ملک میاں محمد شہیدؒ۔ خطوط کے آئینے میں

محمد وسیم انجم

غازی ملک میاں محمد شہیدؒ پر بے شمار مضامین اخبارات اور مختلف رسائل میں لکھے جا چکے ہیں۔ حتیٰ کہ راے محمد کمال صاحب نے ان پر ایک مکمل کتاب بھی لکھ دی ہے جو ۱۹۸۶ء میں ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور نمبر ۲ نے شائع کی تھی۔ کوئی اسکالر ان پر ایم فل، پی ایچ ڈی کیلئے تحقیق کرنا چاہے، ان پر خاکہ تیار کر کے کسی یونیورسٹی سے مقالہ منظوری کے بعد جانچ پرکھ کر سکتا ہے۔

میاں محمد ملک پریس رپورٹر نوائے وقت جھاٹلہ تحصیل تلہ گنگ اپنے مکتوب بنام صوبیدار (ریٹائرڈ) اللہ دتہ جنگا ضلع چکوال محررہ ۲۵ فروری ۱۹۸۲ء میں رقمطراز ہیں۔۔۔۔ ”تلہ گنگ کے رہنے والے غازی میاں محمد شہید تقریباً نصف صدی قبل ۳/۱۰ بلوچ رجمنٹ میں بطور سپاہی ملازم تھے کہ سینٹ تھامس ماؤنٹ چھاؤنی کی کوارٹر گارڈ ڈیوٹی کے دوران ناموس رسالت ﷺ کی شان میں گستاخی کے مرتکب ایک ہندو ڈوگرہ سپاہی چرن داس کو غازی میاں محمد شہید نے واصل جہنم کر دیا جس پر ان کا کورٹ مارشل ہوا اور ان کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔ یہ مقدمہ پریوی کونسل لندن تک پہنچا۔ ۱۲ اپریل ۱۹۳۸ء کو مدراس (بھارت) جیل میں غازی میاں محمد شہید کو پھانسی کی سزا دی گئی۔ اس موقع پر ان کا طبی معائنہ کرنل ڈاکٹر نور احمد صاحب نے کیا“۔

ڈاکٹر کرنل نور احمد صاحب کے متعلق جوہر آباد خوشاب سے ایک مکتوب میں ڈاکٹر میجر مختار احمد قاضی بنام الحاج ملک نور محمد محررہ ۲۶ مارچ ۱۹۸۶ء تحریر کرتے ہیں۔

”آپ کے خط سے ایک بہت پرانا واقعہ یاد آ گیا۔ مجھے یاد نہیں میں وہاں سینٹ

Marfat.com

تھامس ماؤنٹ (مدراس) میں گیا تھا۔ سال یاد نہیں۔ مگر آپ کا خط دیکھنے سے مرحوم غازی میاں محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سارا نقشہ آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ جو کچھ یاد ہے۔ اب لکھ رہا ہوں۔

میں اس سال ایم ایچ سینٹ تھامس ماؤنٹ میں میڈیکل آفیسر تھا۔ ڈاکٹر کرنل نور احمد صاحب وہاں اس روز ڈیوٹی میڈیکل آفیسر تھے۔ مجھے کچھ گھنٹے بعد واقعہ کا علم ہوا۔ مجھے کمیشن ۴۰ء میں ملا اور اب جوہر آباد مستقل رہائش ہے۔ اس وقت میری عمر ۷۳ سال کے قریب ہے۔ مرحوم غازی میاں محمد صاحب کا صحیح حال مجھے یاد ہے۔ وہ لکھ رہا ہوں۔ میں تو یہ واقعہ بھول ہی چکا تھا۔ اب آپ کے خط ملنے پر وہاں کا سارا نقشہ آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ جس روز مرحوم غازی صاحب نے اس کافر کو گولی مار کر فنا فی النار کیا، دوسرے دن صبح ہسپتال میں پورے واقعہ کا علم ہوا۔ وہی لکھ رہا ہوں اور غازی میاں محمد صاحب کو دیکھا۔ باتیں کیں، پھر بعد میں وہ وقتاً فوقتاً ملتے رہے۔ ان کا کورٹ مارشل کیس چلتا رہا۔ سزا ہو گئی۔ دوسرے دن معلوم ہوا کہ وہ کافر بھی ڈیوٹی پر تھا۔ غازی میاں محمد کی بھی گارڈ ڈیوٹی تھی۔ ۱۶ مئی ۱۹۳۷ء تقریباً عصر کا وقت تھا اور قلعے میں بیٹھے مختلف مذاہب، اقوام سے تعلق رکھنے والے فوجی جو گارڈ ڈیوٹی سے فارغ تھے، بیٹھے تھے کہ ایک ہندو سپاہی نے ہی ایک نعت حضورؐ کی شان میں با آواز بلند ترنم سے پڑھنا شروع کی جس کا ایک بند تھا "واہ واہ پیارے محمدؐ"۔ جبکہ نعت گو بارگاہِ رسالت مآبؐ میں اپنا نذرانۂ عقیدت پیش کر رہا تھا کہ اُس وقت گارڈ ڈیوٹی پر تعینات ایک دوسرے ہندو ڈوگرہ سپاہی چرن داس نے نعت گو سپاہی کو یہ نعت پڑھنے سے منع کیا اور حضور اقدسؐ کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کئے اور کہا کہ "------محمدؐ کو------کرو، کسی اور کا نام لو"۔ میاں محمد صاحب نے اُس کو سختی سے منع کیا کہ وہ بکواس بند کرے مگر اُس نے اصرار کیا۔ جس پر غازی میاں محمد نے چرن داس کو واصلِ جہنم کر دیا۔ واقعہ کی تفصیل آگے آئے گی۔ ان کو پکڑ لیا گیا اور arrest کر لئے گئے۔ غالباً تین ماہ کورٹ مارشل کیس چلتا رہا اور سزائے موت کا فیصلہ ہوا۔ غازی میاں محمد کے والد صاحب مدراس

Marfat.com

پہنچ گئے تھے۔ جس دن پھانسی ہو گئی تو انہیں مدراس کے ایک تاریخی قبرستان میں دفن کیا گیا جس کو پیر دستگیر ساوی صاحبؒ بزرگ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ میں خود جنازہ کے ساتھ گیا اور دفن کرنے کے بعد واپس آیا۔ اس کے کچھ ہفتوں بعد میں پھر کئی دوستوں کے ہمراہ وہاں قبرستان میں گیا اور فاتحہ پڑھی۔ اس واقعہ سے پہلے میں، میاں محمد صاحب کو نہیں جانتا تھا۔ میرے خیال میں وہ نہایت بڑے دل والا، پکا اور سچا مسلمان تھا۔ کورٹ مارشل کے دوران میرے ہسپتال معائنہ کے لئے آتا تھا اور کبھی اس کے منہ سے کوئی گلہ شکوہ نہیں نکلا نہ گھبراہٹ تھی۔ وہ حضور ﷺ کا عاشق معلوم ہوتا تھا۔ پلٹن کے مسلمان دفن کرنے کے وقت کافی تعداد میں قبرستان گئے۔ وہ زمانہ ہندوؤں، انگریزوں کا تھا۔ کوئی کھلم کھلا گالیاں ایک دوسرے کو نہیں دیتے تھے۔ میرے دوست کرنل نور احمد صاحب آج کل ریٹائر ہو کر لاہور میں رہتے ہیں۔ میں جوہر آباد میں ہوں۔ مرحوم ایک نہایت پکا عاشق رسول ﷺ تھا اور کبھی گھبراہٹ نہیں ظاہر کی۔ خدا تعالیٰ ان کی روح پر ہزاروں رحمتیں نازل فرمائے اور ہر ایک مسلمان کے اندر ایسا جذبہ اور ایمان پیدا کرے۔ جو کچھ واقعہ یاد تھا وہ میں نے لکھا ہے۔ کوئی لفظ فالتو نہیں لکھا۔ میں خدا کے فضل سے اب حج کر چکا ہوں۔ اس لئے غلط بیانی کرنا گناہ سمجھتا ہوں۔ خدا تعالیٰ غازی میاں محمد صاحب جیسا ایمان ہر ایک مسلمان کو دے۔ مکرمی ملک صاحب آپ اگر کبھی جوہر آباد آئیں تو میرا غریب خانہ حاضر ہے۔

سر سید روڈ کوٹھی نمبر ۱/۵ جوہر آباد۔

یہ واقعہ ضرور اخبار میں شائع کرائیں تا کہ مرحوم کے لئے لوگ دعا بھی کریں۔

والسلام۔ مختار احمد‘‘

اس واقعہ کی پوری تفصیل تو غازی میاں محمد کے ایک دوست و پڑوسی شیخ سراج دین نے غازی صاحب کے والد بزرگوار صوبیدار غلام محمد کی مدراس سے تلہ گنگ واپسی پر ۲۰ اپریل ۱۹۳۸ء کے بعد اُن سے معلومات حاصل کر کے اس وقت کے اخبار روزنامہ زمیندار لاہور میں شائع کرائی

Marfat.com

تھی جو غالباً اپریل ۱۹۳۸ء کے آخری عشرہ میں شائع ہوئی تھی۔ مگر بدقسمتی سے کوشش کے باوجود وہ اخبار اب تک کہیں سے دستیاب نہیں ہوسکا۔ دوسری بار ایک طویل عرصہ خاموشی کے بعد روزنامہ نوائے وقت لاہور کے رپورٹر کیپٹن ممتاز ملک صاحب نے ۱۳ فروری ۱۹۷۵ء کو ''غازی میاں محمد شمع رسالتؐ پر قربان ہو جانے والا ایک پروانہ'' کے عنوان سے ایک مضمون شائع کیا اور یوں اس واقعے کی تفصیل پہلی بار منظرِ عام پر آئی۔ غالباً ۱۹۷۸ء میں اس واقعہ کا کسی طرح ملک میاں محمد ساکن جھاٹلہ تحصیل تلہ گنگ جو نوائے وقت کے نمائندہ ہیں کو علم ہوا تو انہوں نے کچھ دنوں کے بعد غازی صاحب کے چھوٹے بھائی ملک نور محمد سے راولپنڈی میں رابطہ کیا جو اس وقت جی ایچ کیو میں بطور سویلین آفیسر تعینات تھے۔ ان کے علاوہ دیگر کئی متعلقہ حضرات سے ضروری معلومات حاصل کر کے انہوں نے کئی بار اس واقعہ کو روزنامہ نوائے وقت میں شائع کرایا۔ چونکہ وہ مقامی پریس رپورٹر تھے اس لئے یہ ان کا اعزاز ہے کہ انہوں نے اس واقعہ کی تشہیر میں لگاتار دلچسپی لی۔ میاں محمد ملک پریس رپورٹر اپنے ۲۵ فروری ۱۹۸۲ء کے مکتوب بنام صوبیدار ریٹائرڈ اللہ دتہ میں رقمطراز ہیں۔

میں نے طویل جدوجہد کے بعد مذکورہ ایمان افروز واقعہ شہادت کی تفصیلات اکٹھی کر کے سب سے پہلے ۱۲ اپریل ۱۹۷۸ء کے روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی میں بمع تصویر مضمون شائع کرایا۔ گزشتہ سال شہید کی اکتالیسویں برسی پر ایک مرتبہ پھر من وعن شائع ہوا۔ اب ۱۲ اپریل ۱۹۸۲ء کو شہید کی بیالیسویں برسی پر ایک مرتبہ اشاعت کے لئے مزید تفصیلات جمع کرنے کی خاطر شہید کے ۳/۱۰ رجمنٹ کے ساتھیوں کے پتے بڑی جستجو سے حاصل ہوئے ہیں۔

آپ سے گزارش ہے کہ غازی میاں محمد شہید سے متعلق، آپ جو کچھ بھی جانتے ہیں آپ نے یہ واقعہ بچشم خود دیکھا یا لوگوں سے سنا نیز شہید کے ساتھ آپ کے گزرے ہوئے لمحات کی یادیں قلم بند کر کے برائے مہربانی جلد از جلد پتہ ذیل پر ارسال فرمادیں۔ اس کے ساتھ ہی اپنی

Marfat.com

ایک پاسپورٹ سائز تصویر بھجوائیں۔ شہید کی کوئی تصویر یا تحریر آپ کے پاس ہے تو ارسال فرمادیں۔ ۱۲اپریل ۱۹۸۲ء کے مجوزہ مضمون کی اشاعت کے بعد تصاویر وغیرہ آپ کو بصد شکریہ واپس کردی جائیں گی۔

اس واقعہ شہادت کے عینی شاہدوں کے نام اور پتے یاد ہوں تو ارسال فرمادیں۔

نیز یہ ضرور لکھیں کہ اس وقت آپ کس عہدہ پر فائز تھے اور اس واقعہ شہادت پر آپ کے تاثرات کیا تھے۔

اس واقعہ کے متعلق الحاج ملک نور محمد جو غازی ملک میاں محمد کے حقیقی چھوٹے بھائی ہیں۔ انہوں نے چشم دید گواہ ریٹائرڈ کیپٹن نظام خان، سردار بہادر، او بی آئی ساکن سنڈہ نزد شکر درہ ضلع کوہاٹ سے رابطہ کیا تو انہوں نے اپنے مکتوب میں تحریر کیا۔

۔۔۔۔۔۔ اخباری نمائندے کی فرمائش کے مطابق میں نے غازی صاحب کے واقعہ شہادت کو تحریر کر کے ارسال کیا ہے میں اس کو آپ کے نام رجسٹری کر رہا ہوں تاکہ جلدی مل جائے اور آپ یہ تحریر ان کو دے دیں۔ اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ یہ تحریر، میری اور میاں محمد صاحب کی تصویر واپس کردیں۔ میں اپنے ان ساتھیوں کے نام تحریر کر رہا ہوں جنہوں نے اس سلسلہ میں مدد کی ہے۔

(۱) سردار بہادر، او بی آئی، ریٹائرڈ کیپٹن نظام خان صاحب موضع و ڈاک خانہ سنڈہ براستہ شکر درہ ضلع کوہاٹ۔ آپ جنرل گریسی جو پاکستان کے پہلے کمانڈر انچیف تھے ان کے اے ڈی سی بھی رہے۔

(۲) میجر ریٹائرڈ غلام یٰسین صاحب، ۱۴۶ مری روڈ راولپنڈی۔

(۳) ڈاکٹر کرنل نور احمد صاحب ۵۰۶/ا این سمن آباد لاہور۔

(۴) کیپٹن حلیم گل صاحب (مرحوم) شکر درہ کوہاٹ۔

(۵) کپتان غلام حسین گجرات۔

Marfat.com

(۶) صوبیدار امیر خان۔

(۷) صوبیدار اللہ دتہ صاحب جنگا ضلع چکوال۔

(۸) نائب صوبیدار احمد شاہ جہلم۔

(۹) مولوی امیر عالم صاحب (مری)۔

(۱۰) بہشتی گلاب خان۔ جہلم۔

(۱۱) ڈاکٹر قاضی مختیار احمد خوشاب۔

غازی میاں محمد کے بارے میں میری معلومات مندرجہ ذیل ہیں۔

غازی صاحب ۱۰/۳ بلوچ رجمنٹ میں ملازم تھے۔ وہ گارڈ ڈیوٹی پر تھے۔ اُن کے ساتھ باقی سب ہندو ڈوگرہ تھے۔ غازی صاحب کی ڈیوٹی کے دوران ایک ڈوگرہ محمد صلعم کی نعت گا رہا تھا۔ ایک دوسرے ڈوگرہ نے اُس کو منع کیا اور حضورؐ کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کیے اور کہا اُس کا نام مت لو۔

غازی صاحب نے گستاخانہ الفاظ استعمال کرنے والے کو منع کیا کہ ایسا مت کہو۔ ڈوگرہ نے کہا تمہارا کیا ہے میں کہوں گا۔ تو غازی صاحب اُس وقت خاموش ہو گئے۔ بعد میں انہوں نے دس کارتوس رائفل میں ڈالے۔ جب ڈیوٹی ختم ہوئی تو اس گستاخ ڈوگرہ کے سینہ میں دس کارتوس پار کر کے جہنم رسید کیا۔ ہندو گارڈ بھاگ گے۔ پلٹن میں الارم ہوا تو میاں محمد صاحب نے با آواز بلند نعرہ لگایا۔ میں نے اپنا فرض پورا کیا۔ میری رائفل کوئی بھی مسلمان لے سکتا ہے۔ صوبیدار میجر فضل خان آیا، تو میاں صاحب نے رائفل دیدی تو صوبیدار میجر فضل خان صاحب کو ایم، بی، آئی کا میڈل ملا۔ جب مقدمہ شروع ہو گیا تو غازی صاحب کے والد خود مدراس آئے۔ پلٹن کا ریٹائرڈ صوبیدار ہونے کے باوجود صوبیدار فضل خان نے ان کو پلٹن میں نہ ٹھہرایا۔

والسلام۔

نظام خان

Marfat.com

فوجی زندگی اور غازی ملک میاں محمد شہید سے متعلق میجر (ریٹائرڈ) غلام یٰسین ۱۴۶ مری روڈ راولپنڈی سے محررہ ۱۲ مارچ ۱۹۸۴ء تحریر کرتے ہیں۔

کشتگان خنجر تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیگر است

''فٹیک'' فوجی زندگی کا ایک لازم عنصر ہے۔ ہر کام جو معمول کی پریڈ ڈیوٹی سے باہر ہو ''فٹیک'' کہلاتا ہے۔ جوان سخت سے سخت پریڈ کرنے یا ڈیوٹی دینے سے نہیں گھبراتے بلکہ جتنے زیادہ مصروف اوقات ہوں اور جتنی زیادہ مشکل سخت پریڈ یا ٹریننگ ہوا تنا ہی دل آسودہ معلوم ہوتا ہے لیکن ''فٹیک'' معمولی بھی ہو تو بوجھ محسوس ہوتا ہے۔ اس سے دل چرانے اور جان بچانے کو جی چاہتا ہے۔ لیکن ہماری پلٹن ۲/۱۲ فرنٹیئر فورس رائفلز (پرانی ۵۶ بھائی بند اور اب ۸۔ ایف ایف آر ۱۹۳۷ء میں مدراس سینٹ تھامس ماونٹ گئی تو ہمیں ایک ایسی اضافی ڈیوٹی ملی، جس کو پلٹن کی مسلمان نفری نے بخوشی قبول کیا بلکہ جس کسی نے بھی اس کام میں کسی صورت میں حصہ لیا وہ اس پر فخر محسوس کرتا تھا۔ یہ ڈیوٹی ہمارے پڑوس میں ایک گورا پلٹن کی کوارٹر گارڈ میں بند ۱۰/۳ بلوچ رجمنٹ کے ایک مسلمان جوان کو وردی مہیا کرنا اور اس کے کھانے وغیرہ کا انتظام کرنا تھا۔

غازی شہید میاں محمد صاحب علاقہ تلہ گنگ اٹک (اب ضلع چکوال) کے رہنے والے تھے۔ گارڈ ڈیوٹی پر تھے۔ ایک ڈوگرہ سپاہی نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کیے۔ بس میاں محمد صاحب کی حمیت دینی جوش میں آئی۔ اس گستاخ کو للکارا۔ لوڈ کی ہوئی رائفل تو پاس تھی ہی اس نابکار پر تان لی۔ وہ بھاگا سیڑھیاں چڑھ رہا تھا کہ غازی کے نشانے نے جالیا وہیں ڈھیر ہو گیا۔

میاں محمد صاحب ویسے دھیمے مزاج کے جوان تھے۔ جلدی غصے میں آنے والے نہ تھے۔ اپنے متعلق یا اپنے قرب وجوار میں جو کچھ بھی ہوا، اس کے خلاف سن سکتے تھے برداشت کر سکتے تھے لیکن شان رسول ﷺ میں گستاخی ان کے لئے کسی طرح بھی قابل برداشت نہ تھی۔

Marfat.com

آپ ﷺ کی نسبت اور ان کی ذات آپ ﷺ کی ناموس عزیز ترین متاع تھی۔ اس کے خلاف کچھ سننے کو تیار نہ تھے۔ بس جب ایک گستاخ نے بے ادبی کی۔ نہ سوچنے کا موقع تھا نہ بحث میں الجھنے کی مہلت۔ اپنے انجام کی فکر تھی نہ جان کی پرواہ۔ ''عقل'' کی گنجائش نہ تھی۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لب بام ابھی

اس عاشق رسول ﷺ نے ایک ہی وار میں گستاخ رسولؐ کو واصل جہنم کر دیا۔ اس کے بعد وہی ہوا جو رائج قانون کا معمول ہے۔ ان کا کورٹ مارشل ہوا۔ سزائے موت سُنائی گئی۔ یہ سب کچھ ہمارے مدراس جانے سے پہلے ہو چکا تھا۔ جب غازی میاں محمد صاحب کی خدمت ہمارے سپرد ہوئی۔ اس وقت وہ ساتھ والی گورا پلٹن کی کوارٹر گارڈ میں فیصلہ پر عمل درآمد کا انتظار کر رہے تھے۔

ہم اکثر میاں محمد صاحب کی ملاقات کو جاتے تھے۔ عموماً عصر کے وقت جانا ہوتا یا چھٹی کے دن قبل از دوپہر جاتے۔ جب بھی گئے اِن کو تلاوتِ قرآن پاک کرتے پایا۔ ہم جاتے تو قرآن پاک عارضی طور پر بند کر لیتے ہاتھ وہیں رکھا رہتا جہاں سے پڑھ رہے تھے۔ جیسا کہ انتظار میں ہیں کہ جونہی ہم آئیں پھر سے بلا تاخیر تلاوت شروع کر دیں۔ دُبلا جسم، چھوٹی چھوٹی داڑھی، سفید کرتہ، چادر، پگڑی اور صافہ۔ چہرے پر نور اور اطمینان، آنکھوں میں خمار بھری چمک، دھیمی آواز میں بات کرتے تو ہلکی سی مسکراہٹ ہوتی کبھی کسی قسم کا گلہ یا شکایت زبان پر نہ لاتے۔

میاں محمد صاحب کے والد محترم و والدہ صاحبہ ملاقات کے لئے تشریف لاتے تو ان کی میزبانی کا شرف بھی ہمیں ہی حاصل ہوتا اور غازی و شہید کی تجہیز و تدفین کا انتظام بھی ہماری یونٹ کے ذمہ ہوتا تھا۔ اس سلسلہ میں ہر ایک خدمت کو تیار تھا بلکہ اس پر شرف و فخر محسوس کرتا تھا، لیکن جن حضرات نے خصوصی خلوص و شوق سے دوڑ دھوپ کی ان میں محترم کپتان نظام خان صاحب (سانڈہ شکر درہ) اور کپتان غلام حسین صاحب (جلال پور جٹاں گجرات) کے نام خصوصاً قابل

Marfat.com

ذکر ہیں۔ نظام خان صاحب اس وقت (جمعدار) صوبیدار ایجوٹنٹ تھے۔ مجاہدانہ صفات کے مالک تھے وہ ہمارے ''ٹیپو سلطان'' تھے ان کے ہوتے ہوئے کس کی مجال تھی کہ کسی مسلمان جوان کو کڑوی آنکھ سے دیکھے۔ عید آئی تو میاں محمد صاحب کو ہماری پلٹن میں نماز عید میں شامل ہونے کی اجازت مل گئی۔ میں پچھلی صفوں میں ہی بیٹھا کیونکہ میاں محمد صاحب نے آخری صفوں میں ہی بیٹھنا تھا اور نماز کے فوراً بعد واپس چلے جانا تھا۔ وہ اپنے اردلی اور سنتری کے ہمراہ آئے۔ داہنے بائیں خوش نصیبوں میں یہ عاجز بھی تھا ان کے چہرے پہ وہ نور اور وقار تھا کہ آج بھی یاد کی آنکھوں سے دیکھتا ہوں تو آنکھیں پرنم ہو جاتی ہیں۔ دوسری عید آئی تو ان کو اجازت نہ ملی۔

کورٹ مارشل کے دوران ان کو یہ وکیلانہ رائے دی گئی کہ یہ کہیں کہ گولی چلانا اپنی جان بچانے کو جوابی حملہ تھا لیکن میاں محمد صاحب کسی قسم کی تاویل وتحریف کرنے کو تیار نہ تھے۔ انہوں نے دوٹوک جواب دیا کہ میں نے نہ اپنے کسی لالچ یا اپنی حفاظت کے لئے گستاخ رسولؐ کو مارا ہے نہ اب میں اپنی جان بچانے کے لئے اس واقعہ کو دوسرا رنگ دینا چاہتا ہوں۔ جان حاضر ہے بلا عذر معذرت جان حاضر ہے۔

ایک ملاقات میں، میں نے منصور حلاجؒ کا قصہ سنایا کہ منصور کو جب قاضی وقت نے سزائے موت دی تو اس فیصلہ پر عمل درآمد کے لئے انتظار کے دوران ایک رات منصور نے خواب میں دیکھا کہ جناب رسالت مآب ﷺ ایک خیمہ کے زیر سایہ آرام فرما رہے ہیں۔ خیمہ کے اوپر پردہ میں ایک سوراخ ہے جہاں سے دھوپ آپؐ کے رخ مبارک پر پڑتی ہے۔ منصور بار بار کوشش کرتے ہیں کہ یہ سوراخ بند ہو لیکن بند نہیں ہوتا۔ اس پریشانی میں منصور کو اشارہ ہوتا ہے کہ موت کے کنارہ پر پہنچ کر انتظار کیسا۔ جان کی قربانی پوری ہوگئی تو یہ سوراخ بند ہو جائے گا۔ یہ حکایت سن کر میاں محمد صاحب کا چہرہ دمک اٹھا۔ آنکھوں میں ایک شعلہ بھڑکتا دکھائی دیا۔ آنکھیں نمناک ہوگئیں۔ کہنے لگے۔

Marfat.com

''تاخیر مجھ سے تو نہیں ہوئی میں تو اس وقت سے جان حاضر کئے ہوئے ہوں'' پھر چند ہی دنوں کے بعد فیصلہ پر عمل درآمد ہو گیا۔ قافلہ عشق منزل پہ پہنچا۔ حق بہ حق دار رسید۔ میاں محمد صاحب عشق رسول ﷺ کے پیکر تھے۔ وہ گستاخ رسول کو ختم کر کے ''غازی'' بنے۔ اپنی جان حفظ ناموس رسول ﷺ پر قربان کر کے شہید بن گئے۔ خداوند قدوس میاں محمد صاحب کی قربانی قبول فرمائے اور ان کی تربت پہ ہزاروں رحمتیں نازل ہوں۔

غلام یٰسین

غازی صاحب کے چھوٹے بھائی الحاج ملک نور محمد نے بڑی جدوجہد سے غازی ملک میاں محمد شہید کے ساتھیوں سے رابطہ قائم کر کے بہت سی گم شدہ معلومات کا ذخیرہ اکٹھا کیا۔

آپ کے ایک مکتوب بنام کیپٹن نظام خان کے جواب ۴ دسمبر ۱۹۸۲ء میں کپتان صاحب رقمطراز ہیں۔

برادرم محترم الحاج نور محمد سلامت با کرامت السلام علیکم۔ خداوند پاک آپ کو دین دنیا و عزت صحت کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمین ثمہ آمین۔

برادرم صاحب کے دو عدد خط مل چکے ہیں۔ جواب حاضر ہے۔ میں نے حبیب خان کا نمبر اعجاز کو آپ کے خط کے ساتھ ارسال کر دیا ہے۔ امید ہے مل جائے گا۔ رہا میری صحت کا مجھے اب قدرے آرام ہے۔ امید ہے کہ جلدی صحت یاب ہو جاؤں گا۔ میں آپ کی ہمدردی کا بہت زیادہ مشکور ہوں۔ برادرم صاحب! مجھے آپ کے ایک لفظ کا بہت افسوس ہوا۔ برادرم صاحب میں نے آپ کے والد، والدہ بھائیوں کے ساتھ ایک ذرہ برابر نیکی نہیں کی ہے۔ اگر میں نے کچھ کیا ہے تو صرف اور صرف اپنے مالک حقیقی کے لئے کیا ہے۔ اس کے بدلے اگر مجھے کوئی دنیا کی بادشاہی دے ہرگز قبول نہیں کروں گا۔ میں نے اگر کچھ کیا ہے اس کے لئے میں اپنے مالک حقیقی اور رسول پاک ﷺ کا اتنا شکر گزار ہوں کہ اگر زندگی بھر سربسجود ہو کر شکریہ ادا کرتا رہوں تو یہ نہیں کر

Marfat.com

سکتا۔ میں اس قابل نہیں کہ وہ الفاظ تحریر میں لا سکوں جو میرے مالک حقیقی نے اس سلسلہ میں مجھ پر یہ احسان کیا ہے بلکہ میں تو آپ کا بھی احسان مند ہوں کہ آپ نے ۴۲ سال تک مجھے ڈھونڈا اور اس ناچیز مزدور کے غریب خانے پر باعزت طریقہ سے تشریف لائے اور میری حوصلہ افزائی کی۔ اس کی تعریف کے لئے میرے پاس شکریہ کے الفاظ نہیں ہیں۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ شکریہ۔ افتخار ذوالفقاران کی والدہ محترمہ کو میرے اور میرے اہل وعیال کی طرف سے دعا سلام۔ صوبیدار ممتاز کی طرف سے دعا و سلام۔

والسلام

آپ کا مخلص کیپٹن نظام خان

میاں محمد ملک تلہ گنگ کا مضمون غازی میاں محمد شہید نوائے وقت جمعہ میگزین ۱۳ تا ۱۹ اپریل اور ۲۰ تا ۲۶ اپریل ۱۹۸۴ء دو اقساط میں شائع ہوا تو الحاج ملک نور محمد کے ایک ساتھی نے انہیں لاہور سے ۲۳ اپریل ۱۹۸۷ء کو ایک خط لکھا۔

السلام علیکم۔ آپ حیران ہوں گے کہ میں خلاف توقع آپ سے مخاطب ہو رہا ہوں۔ میرے اندازے کے مطابق تو آپ ریٹائرمنٹ کے بعد اپنے آبائی شہر تلہ گنگ میں یاد الٰہی میں مشغول ہوں گے لیکن روزنامہ نوائے وقت لاہور کے ہفت روزہ جمعہ ایڈیشن میں جو کہ ۲۰ اپریل ۱۹۸۴ء کو لاہور سے شائع ہوا ہے اس میں آپ کے شہید بڑے بھائی غازی میاں محمد شہیدؒ کی سرگزشت کی آخری قسط میں آپ کے بڑے بھائی کی شجاعت اور شہادت کی تڑپ نے جو انہوں نے ناموس رسول ﷺ کی حرمت کو بچانے کے لئے گستاخ رسول ﷺ ملعون چرن داس کو جہنم واصل کر کے خوشی کے ساتھ پھانسی کا پھندہ اپنے گلے میں لٹکانا منظور کیا مگر کسی بھی مرحلہ میں جھوٹ بول کر انگریز سے زندگی کی بھیک نہ مانگی۔ سچی بات تو یہ ہے کہ اس سرگزشت کو پڑھ کر پڑھنے والوں کا ایمان تازہ ہو گیا۔

Marfat.com

یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے۔

ملک صاحب میرا اور آپ کا واسطہ ۱۹۵۰ء سے ہے جبکہ میں اور آپ دونوں کمانڈر ایم ای ایس پشاور کے دفتر میں ایک ہی سیکشن میں کام کرتے تھے۔ ہمارے برادرانہ تعلقات اواخر جون ۱۹۸۲ء تک قائم رہے۔ اس ۳۲ سال کے طویل عرصہ میں آپ نے کبھی بھی اپنے اس جلیل القدر بہادر شہید بھائی کا ذکر نہ کیا جس نے ناموس رسول ﷺ کی خاطر شہید ہو کر ابدی زندگی حاصل کر لی۔ میں نے اخبار میں شہید کی فوٹو بھی دیکھی۔

میری دعا ہے کہ پروردگار عالم شہید کی تربت پر اپنی رحمت کے پھول نچھاور کرتا رہے۔ آمین۔

میں نے نوائے وقت کے سنڈے ایڈیشنوں کی کاپیاں جن میں شہید کی سرگزشت قسط وار شائع ہوئی ہے محفوظ کر لی ہیں تا کہ آئندہ نسل کو پتہ چل سکے کہ انگریزی دور میں فوج میں کیسے کیسے جیالے بہادر ملازم تھے جو کہ ناموس رسول ﷺ کی خاطر گستاخ رسول ﷺ کو سزا دے کر اپنی زندگی کو قربان کر کے شہادت کا رتبہ حاصل کرنا اپنا دینی فریضہ سمجھتے تھے۔ بقول حضرت علامہ اقبالؒ صلہ شہید کیا ہے؟ تب و تاب جاودانہ۔

امید کرتا ہوں کہ آپ بمع اہل و عیال خیریت سے ہوں گے۔

دعا گو

سید افتخار حسین

۱۳۲۲ الونیاں منڈی صدر بازار لاہور چھاؤنی لاہور نمبر ۱۳

مذکورہ بالا مضمون کے متعلق ایک مکتوب راجا سلطان علی راجا منزل، میجر

Marfat.com

ملک محمد اکرم شہید روڈ جہلم بنام الحاج ملک نور محمد محررہ ۱۳ جون ۱۹۸۴ء میں رقمطراز ہیں: ۔

آپ کا خط کافی دن ہوئے مجھے مل چکا ہے۔ آپ نے نوائے وقت میگزین میں اپنے بڑے بھائی غازی میاں محمد شہید کی شہادت کے بارے میں تحریر فرمایا تھا۔ میں اکثر ''جنگ'' اخبار پڑھتا ہوں اس لئے مجھے نوائے وقت میگزین کی تلاش کرنا پڑی۔ اتفاق سے میرے محلہ میں ایک ہیڈ ماسٹر صاحب رہائش پذیر ہیں۔ وہ نوائے وقت اخبار پڑھنے کا شوق رکھتے ہیں۔ میں نے ان سے ذکر کیا کہ ایسے ایسے فلاں تاریخ کی اخبار میں میرے ایک دوست کے بھائی کی شہادت کا مضمون شائع ہوا ہے وہ اخبار آپ مجھے عنایت کریں۔ انہوں نے اسی دن دونوں پرچے تلاش کر کے شام کے وقت میرے گھر پہنچا دیئے۔ میں نے مضمون پڑھا اور دل میں ایک ایسا ولولہ پیدا ہوا کہ میں نے محسوس کیا کہ یہ واقعہ کوئی ۴۶ سال پہلے کا نہیں ہے بلکہ یہیں کہیں آج کل کا واقعہ ہے اور ان کی شہادت ایک بلند مقام رکھتی ہے کیونکہ ان کی شہادت میں کسی قسم کی ملاوٹ یا بناوٹ نہیں ہے۔ ان کو نہ تو تنخواہ کی خواہش اور نہ رشوت کی لالچ اور نہ ہی کسی مرتبہ یا اعزاز کی تمنا۔ اگر تھی تو تمنا ناموسِ رسالت ﷺ پر پروانہ وار جان قربان کرنے کی۔ حقیقت میں اس شہادت کا مقام بہت ہی بلند ہے۔ بہت ہی بلند ہے۔

میں نے جلدی آپ کے خط کا جواب اس لئے نہیں دیا کہ میں چاہتا تھا کہ آپ سے مشورہ کروں اور ان کی شہادت کے شایان شان ایک محفل سماع جہلم یا پنڈی میں منعقد کراؤں جس میں چیدہ چیدہ دوست احباب اور چند علمائے دین اور ان کے علاوہ قابل احترام لوگ جنہوں نے میاں صاحب کی شہادت کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ان کی ہر طرح سے مدد اور حوصلہ افزائی فرمائی۔ مدعو کیا جاوے۔ اسی تگ و دو میں کچھ ایسی مصروفیات آ گئیں کہ میں آپ کا پتہ کھو بیٹھا، ہر چند تلاش کیا مگر پتہ تلاش کرنے میں ناکام رہا۔ ناچار میں نے جناب بھائی صاحب (حاجی راجہ محبوب عالم) کو خط لکھ کر آپ کا پتہ حاصل کیا۔

Marfat.com

حاجی صاحب نے کل ہی مجھے تین چار صفحہ کا افسانہ نما خط لکھا جس میں پوری سرگزشت بیان فرمائی اور ساتھ ہی آپ کا پتہ بھی لکھ بھیجا۔ میرے پیارے بھائی ملک صاحب دل چاہتا ہے کہ میں دل کھول کر آپ کے بھائی کی شہادت کے بارے میں اپنے جذبات کے کلیجہ کو چیر کر آپ کے سامنے رکھ دوں مگر آج کل دو تین دن سے میرے پیٹ میں سخت تکلیف ہے جس کی وجہ سے کافی نڈھال ہو گیا ہوں۔ یہ خط بھی میں اپنے لڑکے کو ڈکٹیٹ (Dictate) کرا رہا ہوں۔ صرف میں اتنا عرض کروں گا۔ اگر آپ کے مانع نہ ہو کہ اتنا عرصہ آپ اپنے بلند مرتبہ شہادت پانے والے بھائی کو کیوں نہ یاد کر سکے۔ ان کے بارے میں آپ نے کیوں نہ ہر سال محفلِ سماع کا آغاز فرمایا۔ ایسا کرنے میں کون سی چیز آپ کے درمیان حائل تھی۔ آپ کیوں نہ ہر سال ان کی مرقد مبارک کی زیارت کے لئے انڈیا جا سکے۔ اگر آپ برا محسوس نہ کریں تو میں یہ کہتے ہوئے حق بجانب ہوں کہ آپ کے خاندان کی ترقی ان کی شہادت کا موجب ہے۔ ورنہ میں اور آپ کیا تھے۔ ایک معمولی پچاس ساٹھ روپیہ تنخواہ ماہوار پانے والے کلرک جن کا قصہ اخباروں اور رسالوں میں چھپا کرتا تھا کہ ہمیشہ دوکانداروں کے مقروض رہتے تھے۔ مگر اللہ کریم کی شان دیکھو جس نے آپ کے خاندان میں ایک ایسے برگزیدہ شخص کو پیدا فرمایا جس نے پورے خاندان کی دین و دنیا اور عاقبت سنوار کر رکھ دی۔ آپ میری اس خام خیالی کو مانیں یا نہ مانیں۔ میرا ایمان ہے کہ ایسے بلند مرتبہ شہید کی برکت سے کئی پیڑھیاں (نسلیں) اللہ کی رحمت سے بخشش پا جاتی ہیں۔ میں ہاتھ چوم لوں اس شخص کے جس نے آپ کے بھائی غازی میاں محمد شہید کی قبر پر لکھنے کے لئے یہ شعر اپنی پاک زبان سے الاپا ہے:۔

مقام گورِ غریباں کو دیکھنے والو
یہ تربتیں نہیں تاریخ ہے زمانے کی

اس شعر میں قابلِ احترام شاعر نے ازل سے ابد تک کی تاریخ کو پابند کر دیا ہے کوئی

Marfat.com

باب اس سے خارج نہیں ہونے دیا۔ میں قربان جاؤں ایسی قابل ذہین ہستیوں پر۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ کریم اپنے حبیب کے صدقے میں لاکھوں رحمتیں نازل کرے اور بہشت میں ایک بلند مقام عطا فرماوے۔ آمین، ثمہ، آمین۔ میں ان احباب کے لئے بھی دعا گو ہوں جنہوں نے غازی میاں محمد شہید کی شہادت کے وقت ان کی ہر طرح سے مدد فرمائی۔ اگر ان میں سے کچھ احباب فوت ہو چکے ہوں تو اللہ کریم اس شہید کے صدقے سے ان کی مغفرت فرمائے اور جو احباب ان میں سے زندہ ہیں ان کو دین و دنیا کی ہر نعمت سے نوازے۔ آمین، ثمہ، آمین۔ اگر آپ اہتمام کر سکیں تو مندرجہ ذیل صاحبان کو تلاش کریں اور پھر ان کو دعوت نامے بھیج کر ایک جگہ عرس مبارک کا انتظام کیا جاوے جس میں، میں آپ کا برابر کا شریک ہوں گا۔

۱۔ میجر محمد یٰسین صاحب راولپنڈی۔ ۲۔ نظام خان صاحب ۳۔ صوبیدار غلام محمد صاحب ۴۔ گلاب خان ۵۔ کپتان حلیم گل خان صاحب ٦۔ مولوی امیر عالم (مری) ۷۔ نائب صوبیدار احمد شاہ ۸۔ کپتان غلام حسین (گجرات) ۹۔ ڈاکٹر مختار احمد (خوشاب) ۱۰۔ صوبیدار امیر خان صاحب۔

غازی میاں محمد شہید کی شہادت نے علامہ اقبال کے اس شعر کو تقویت بخشی ہے جو کہ ابھی تک ادھورا تھا۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

غازی میاں محمد شہید کی شہادت ہی ایک بلند پایہ عمل ہے جس سے زندگیاں بنتی ہیں اور تواریخ میں ان کے نام سنہری حروف میں لکھے جاتے ہیں۔

آخر میں میری دعا ہے کہ اللہ کریم شہید کے مزار پر ہر وقت انوار رحمت کے پھول برساتا رہے اور تا قیامت تک شہید کا مزار مرجع خلائق بنا رہے اور ان کے خاندان پر ہمیشہ ہمیشہ

Marfat.com

رحمتیں نازل فرماوے۔ آمین ثم آمین۔۔۔

غازی میاں محمد شہید پر مضامین مختلف اخبارات و رسائل میں آتے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کا تذکرہ تاریخ چکوال میں ہوا ہے جس کے متعلق میاں محمد ملک رپورٹر نوائے وقت اپنے مکتوب بنام ملک نور محمد محررہ ۲۵ نومبر ۱۹۹۳ء تحریر کرتے ہیں۔

وعلیکم السلام :- اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو ہمیشہ حفظ وامان میں رکھے۔ آپ کا ۱۴ نومبر ۱۹۹۳ء کا محررہ گرامی نامہ جھاٹلہ کے پتہ پر موصول ہوا جس میں آپ نے تاریخ چکوال میں شامل میرے ایک مضمون کا حوالہ دیا ہے۔ اس ضمن میں جواب عرض ہے۔ آٹھ سو صفحات سے زائد پر مشتمل ''تاریخ چکوال'' مقبول اکیڈمی لاہور سے چھپوا کر انجمن تو قیر ادب چکوال نے ۱۹۹۲ء میں شائع کی تھی۔ اس کی قیمت ۳۵۰ روپے ہے۔ اس کے مصنفین میں آپ کی معلومات اور خط کے مندرجات کے مطابق یہ واقعی درست ہے کہ میرا بھی کچھ حصہ ہے۔ کتاب ہذا کے صفحہ ۴۰۵ سے لے کر ۴۲۱ پر مشتمل میرا مضمون بعنوان ''ضلع چکوال کا ایک سو دس سالہ انتخابی جائزہ'' درج ہے۔ دوسرا مضمون بعنوان ناموس رسالتؐ کا شیدائی غازی میاں محمد شہید صفحہ ۶۱۴ تا ۶۲۷ پر درج ہے۔ یہ دونوں مضامین دراصل قبل ازیں روزنامہ نوائے وقت میں چھپے تھے۔

آپ کے شہید بھائی والا مضمون ۱۹۷۸ء میں اور انتخابی جائزہ ۱۹۹۰ء میں الیکشن کے دنوں میں اس ناچیز نے قلمبند کیا تھا۔ ''تاریخ چکوال'' کے دیگر مصنفین میں بریگیڈیر گلزار، پروفیسر انور بیگ اعوان، ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، ماجد صدیقی، پروفیسر نثار جمیل، پروفیسر سعید اکرم، منیر نوابی، سلطان علی ذوالفی، کرنل محمد اسلم، ڈاکٹر محمد گلستان، منور عزیز، طارق پیرزادہ، خان محمد عالم، سید محمد رفیق شاہ (سیشن جج)، جاوید اقبال کارٹونسٹ، پروفیسر غازی احمد اور کچھ دیگر حضرات کے نام بھی شامل ہیں۔

کتاب کے مختلف ابواب ہیں جن میں معاشرت، شعر و ادب، تاریخِ اسلام، انتظامی

Marfat.com

و سیاسی پس منظر، علماء و مشائخ، عسکری خدمات، کھیلیں، علم و دانش، شہدائے ملت وغیرہ اور کئی تصاویر شامل ہیں۔

۲۔ آپ کے خط کا یہ حصہ صحیح نہیں ہے۔ کہ میں آج کل چکوال میں رہائش پذیر ہوں بلکہ درست بات یہ ہے کہ رہائش اپنے گاؤں جھاٹلہ تلہ گنگ میں ہے۔ دفتر تلہ گنگ شہر میں جی پی او کے بالمقابل پیلس ہوٹل کے اندر ہے۔ فون کا نمبر ۲۳۹۵ اور فیکس کا نمبر ۳۳۰۰ ہے۔ دن کو دفتر میں بیٹھتا ہوں، شام کو گھر چلا جاتا ہوں۔

۳۔ جی ہاں! میں نے عیدگاہ مسجد تلہ گنگ کے بارے میں تحقیق کرنے کا ضرور ارادہ ظاہر کیا تھا جن سے امید تھی۔ انہوں نے کچھ بتایا نہیں اور کسی کی معلومات کے درست ہونے پر یقین نہیں۔ عدم تعاون کی وجہ سے مایوسی ہوئی اور سنی سنائی کہانیوں کو قلم بند کرنے پر وقت ضائع کرنا میری عادت نہیں۔

آپ تلہ گنگ تشریف لائیں تو شرف ملاقات بخشیں۔ امید ہے آپ آئندہ بھی دعاؤں میں یاد فرماتے رہیں گے۔ احباب کو سلام۔

غازی ملک میاں محمد شہید پر تحقیق کے سلسلہ میں فیلو ڈاکٹر ایم ایس ناز اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ فیصل مسجد اسلام آباد اپنے مکتوب بنام الحاج ملک نور محمد محررہ ۲۱ مارچ ۱۹۸۹ء بحوالہ ۳۴۲ اپی ۔۸۲ میں اس طرح لکھتے ہیں۔

-----آپ کا پتا مجھے ہلال کے ایڈیٹر کی معرفت ملا۔ ان دنوں میں ان شخصیات پر ایک کتاب لکھ رہا ہوں جنہوں نے ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کی خاطر اپنی جانیں قربان کر دیں۔ غازی ملک میاں محمد شہید کا تذکرہ بھی اس کتاب میں تفصیلی طور پر شامل کرنے کی خواہش ہے۔ راولپنڈی میں آپ کے گھر ٹیلیفون کیا تو معلوم ہوا کہ حسن اتفاق ان دنوں آپ تلہ گنگ ہی میں ہیں۔ میری دلی خواہش ہے کہ اس ماحول کا ایک جائزہ لے سکوں جس میں شہید موصوف نے

Marfat.com

پرورش پائی۔ نیز کچھ دستاویزات کی نقول بھی درکار ہوں گی۔ آپ براہ کرم لکھئے کہ کب تک تلہ گنگ میں رہیں گے اور اگر جمعہ کے علاوہ میں کسی دن چند گھنٹے کی فرصت نکال کر آ سکوں تو کیا ملاقات کا امکان رہے گا۔

اگر ہو سکے تو اپنے کسی فرزند یا عزیز سے کہہ دیں کہ وہ مجھ سے مذکورہ فون نمبر پر رابطہ قائم کریں۔ ممنون ہوں گا۔

والسلام۔ مخلص

ڈاکٹر ایم ایس ناز (فیلو) ۵۔۵۱۔۸۵۰۷

ڈاکٹر ایم ایس ناز صاحب کی خواہش کے مطابق غازی صاحب کے بھائی ملک نور محمد، ڈاکٹر صاحب کو غازی صاحب کے آبائی گاؤں تلہ گنگ لے گئے وہاں انہوں نے غازی صاحب کا آبائی مکان دیکھا اور کئی ایک بزرگوں سے ان کی ملاقات بھی کرائی گئی۔ جن میں غازی صاحب کے دوست شیخ سراجدین صاحب سابق چیئرمین ٹاؤن کمیٹی تلہ گنگ بھی شامل تھے جنہوں نے سب سے پہلے غازی صاحب کے والدین کی مدراس (بھارت) سے ۲۰ اپریل ۱۹۳۸ء کو واپسی پر ایک تاریخی طویل مضمون اس وقت کے روزنامہ زمیندار لاہور میں شائع کرایا تھا۔ ڈاکٹر ناز صاحب کی خواہش کے مطابق غازی ملک میاں محمد شہید، اُن کے والد محترم، چچا صاحب ملک مرزا خان اور بھائی ملک نور محمد، کیپٹن نظام خان صاحب، میجر غلام یٰسین صاحب کے علاوہ شیخ سراجدین صاحب کی تصاویر اور متعلقہ دستاویزات بھی ان کے حوالے کی گئیں مگر بوجوہ ان کی ترجیحات تبدیل ہو جانے کے باعث بعد ازیں بڑی جدوجہد کے عرصہ تین سال کے بعد حافظ ارشاد احمد صاحب کی کاوشوں سے ۲۰ جنوری ۱۹۹۳ء کو تصاویر اور دستاویزات ڈاکٹر صاحب سے واپس وصول پائی جا سکیں۔ اس طرح سوائے مایوسی کے کچھ حاصل نہ ہو سکا۔

پروفیسر غازی احمد سابق پرنسپل گورنمنٹ کالج بوچھال کلاں ضلع چکوال سے اپنے خط

Marfat.com

بنام الحاج ملک نور محمد محررہ ۱۶ اپریل ۱۹۸۸ء میں رقمطراز ہیں :-

السلام علیکم ورحمتہ اللہ تعالیٰ ۔ گرامی نامہ ملا۔ یاد آوری کا شکریہ۔ آپ نے جس خلوص اور محبت کا اظہار فرمایا ہے۔ شکریہ ادا کرتا ہوں ۔ آپ کے نوازش نامہ میں عشق مصطفیٰ ﷺ کے فداکاروں کے حالات پڑھ کر بہت مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان شہداء کے درجات بلند فرمائیں ۔ آمین ۔

ہلال والوں نے میری کتاب سے پرچے میں اقتباس دیئے ہیں ۔ الحمد اللہ آپ نے بھی ہلال میں میرے حالات کا مطالعہ فرمایا۔ میری زندگی میں جو انقلاب آیا ہے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور آقائے محترم ﷺ کی نگاہ شفقت کے ثمرات ہیں ۔

اگر اس دوران تلہ گنگ کی طرف پروگرام بنا تو ضرور حاضری دوں گا اور آپ سے مل کر مسرت ہوگی ورنہ راولپنڈی آنے پر آپ کو مطلع کروں گا۔ جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا۔ ہماری ملاقات ہو جائے گی ۔ میں نے آپ کے دونوں پتے نوٹ کر لئے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ آپ کے حافظ و ناصر ہوں ۔ آمین ۔

والسلام مخلص

پروفیسر غازی احمد

غازی میاں محمد شہید پر رائے محمد کمال نے کتاب لکھی جو ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور نے اگست ۱۹۸۶ء میں شائع کی جس کے متعلق خطیب محمد نور الحق حمیدی ایم اے بلوچ رجمنٹل سنٹر ایبٹ آباد سے اپنے مکتوب بنام الحاج ملک نور محمد محررہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۸۸ء میں لکھتے ہیں ۔

سلام مسنون ۔ مزاج گرامی !

مرسلہ مکتوب گرامی شرف صدور لا کر باعث صد افتخار ہوا۔ ایک شہید عشق رسول ﷺ سے خونی اور نسبی تعلق رکھنے والی ہستی کا مجھے یاد فرمانا میرے لئے موجب سعادت ہے۔ شہید مرحوم

Marfat.com

پر لکھی جانے والی کتاب بہت عرصہ میرے مطالعے میں رہی ہے۔ میں اسے نماز فجر کے بعد بطور وظیفہ پڑھتا اور من کی اجڑی ہوئی دنیا کو عشق رسالت مآب ﷺ میں شہید ہونے والے کی یاد سے بساتا۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور کی یہ بہت ہی حسین اور انمول پیش کش ہے۔ جناب رائے محمد کمال نے اس موضوع پر قلم اٹھا کر اپنی عاقبت کو سنوار لیا ہے۔

فجزا هم الله احسن جزاء ۔ آپ کے صاحبزادے جناب کرنل محمد اعجاز ملک مرحوم کی ناگہانی موت کی خبر پڑھ کر صدمہ ہوا۔ اللہ کریم انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے لواحقین کو ہر قسم کی پریشانیوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

اگر کبھی کا کول تشریف لائیں تو شرف زیارت سے مشرف فرمائیں۔

یہ حقیر آپ کے اور آپ کے اہل خاندان کے لئے ہر وقت دعا گو ہے کہ اللہ کریم حضرت غازی میاں محمد شہیدؒ کے صدقے آپ کو اپنی خصوصی نوازشوں سے نوازے اور ہر قسم کی آفات و بلیات سے محفوظ و مامون فرمائے۔ آمین۔ آپ کے مفصل خط کے جواب میں بندہ صرف یہی چند سطور تحریر کر سکا ہے۔ معذرت خواہ ہوں۔ احباب کے ساتھ مختلف نشستوں میں حضرت غازی صاحب علیہ الرحمۃ کا ذکر خیر ہوتا رہتا ہے لیکن یہ دولت لازوال بس اللہ کریم اپنے چند گنے چنے محبوبان بارگاہ کو عطا فرماتا ہے۔ بقول کسے محبت کے لئے کچھ خاص دل مخصوص ہوتے ہیں۔

ے یہ وہ نغمہ ہے جو ہر ساز پہ گایا نہیں جاتا۔

زیادہ آداب۔ دعاؤں کا طالب۔ حمیدی

مذکورہ بالا کتاب کے متعلق محمد اقبال چشتی جو غفوری تخلص رکھتے ہیں شاہ عالم تحصیل کلور کوٹ ضلع بھکر سے ایک مکتوب بنام الحاج ملک نور محمد محررہ ۱۱ اپریل ۱۹۸۷ء میں رقمطراز ہیں:۔

آداب و تسلیمات۔ سرفراز نامہ باصرہ نواز ہوا۔ بہت بہت شکریہ۔ راقم بندہ کو واپسی

Marfat.com

جواب کا سخت انتظار تھا۔ جواب عرض کرنے میں تاخیر ہو جانے کی ایک وجہ میری علالت ہے۔ راقم کی خواہش تھی کہ آپ کے شفقت بھرے مفصل خط کے جواب میں قدرے تفصیلی معروضات تحریر کروں گا مگر طبیعت ساتھ دینے سے معذور تھی اب بھی طبیعت تو پوری طرح ٹھیک نہیں مگر زیادہ تاخیر کرنا خلاف ادب سمجھتے ہوئے آپ کے مفصل نوازش نامہ کا مختصر جواب پیش خدمت کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

جناب والا! آپ کے تحریر کردہ دعائیہ جملوں سے ناچیز کی بڑی حوصلہ افزائی ہوئی اور دلی خوشی حاصل ہوئی۔ مجھے ہمیشہ اپنی دعاؤں میں شامل رکھیں۔ شہید موصوف کی سوانح منبع برکت ہے اور یہ خالی خیالی و عقیدت کی بات نہیں بلکہ تجربہ عرض کر رہا ہوں جیسا کہ راقم نے اپنے عریضہ میں تحریر کیا تھا کہ "میں ایک کم علم آدمی ہوں۔ مجھے شاعری کا فن نہیں آتا۔ بس عقیدت کا اظہار ہے"۔ یہ بات کسر نفسی کے طور پر نہیں بلکہ حقیقت بیان کی تھی مگر شہیدؒ موصوف کی سوانح مبارکہ کے مطالعہ کے بعد میرے ذہن و دل پر اشعار کا نزول ہونے لگا۔ جتنے دن اس بابرکت تالیف کا مطالعہ کرتا رہا نئے نئے نکات پیدا ہونے لگے۔ کتاب کے مطالعہ کے چند دنوں کے دوران آپ کو ارسال کردہ دو نظموں کے علاوہ بارہ تیرہ نظمیں لکھیں جن میں غازی موصوف کے ہم مشرب و ہم سفر دیگر غازیان ملت کی منقبت کے علاوہ سب کی سب قدرے طویل نعتیہ نظمیں ہیں۔ اس کے بعد کتاب کا مطالعہ بند ہو گیا تو اشعار موزوں ہو جانے کا سلسلہ بھی ختم؟ تو میں نے یہی سمجھا کہ دوران مطالعہ ذہن کی رسائی اسی کتاب کی رہین منت تھی۔

میجر یسین صاحب کے سفر حرمین شریفین سے واپسی کی اطلاع کا منتظر ہوں۔ میری خواہش تو یہی ہے کہ ان کی خدمت میں پہنچ کر ان کی اہلیہ محترمہ مرحومہ کی تعزیت اور سعادت عمرہ کے حصول پر مبارک زبانی پیش کروں۔ مجبوری سد راہ ہوئی تو بذریعہ عریضہ تعزیت کروں گا۔

جس روز آپ کا نوازش نامہ موصول ہوا اس سے چند دن پہلے میر الڑکا عارف ٹریننگ

Marfat.com

مکمل کر کے گھر آ چکا تھا (اس کی تعیناتی پشاور ہیں پر ہوئی ہے) اور غازیؒ صاحب کی سوانح مبارکہ کا مطالعہ بھی کیا تھا۔ جناب کا نوازش نامہ اسی نے کھولا اور پہلے پڑھا کیونکہ راقم بوجہ تکلیف چارپائی پر لیٹا ہوا تھا۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ عریضہ آپ کا ہے تو میری تکلیف بھی کم ہوگئی اور راقم نے اپنے لڑکے سے عریضہ لے کر پڑھا تو خوشی کی انتہا نہ رہی۔ آپ نے عارف کے متعلق جو قیمتی نصائح و دعائیں تحریر فرمائی ہیں اس پر آپ کا ممنون ہوں اور میری زبردست خواہش ہے کہ کمیشن کے حصول کو نگاہ میں رکھے مگر نہ معلوم اس کا شوق کیوں ٹھنڈا پڑ گیا ہے۔ دعا فرمایئے کہ اس کا حوصلہ بلند ہو۔ ویسے میرے پیر روشن ضمیر حضرت بابا جی صاحبؒ دریہ شریف (حضرو) والے فرمایا کرتے تھے کہ کسی نعمت کے حصول کے لئے اس طرح دعا مانگا کرو کہ ''خدایا! اگر یہ چیز میرے حق میں مفید ہے، تیری رضا کا ذریعہ ہے تو مجھے عنایت فرمادو۔ ورنہ۔۔۔۔۔۔'' براہ مہربانی آپ دعا فرمائیں کہ اگر کمیشن کا حصول اس کے لئے مفید ہے تو اس کے دل میں شوق پیدا ہو اور کامیابی ملے۔ حضرت بابا جیؒ صاحب کی پرہیزگاری کا یہ عالم تھا کہ آپ راستے میں چلتے ہوئے اخبارات کے ٹکڑے اٹھاتے اور دوسروں کو ادب کرنے کی تاکید فرماتے۔ اردو کے حروف بھی مشابہ عربی زبان کے ہیں اور ان پر مقدس نام لکھے ہوتے ہیں۔ آستانہ عالیہ کی ڈاک کو حفاظت سے رکھواتے اور پھر شرعی طریقے سے تلف کراتے تھے۔

شافی امراض جل جلالہ کے طفیل اپنے حبیب پاک صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کرنل صاحب کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے آپ کے بیٹوں پوتے پوتیوں تمام افراد خاندان کو سلامت رکھے۔ امین۔

فقط والسلام زیادہ آداب۔ اقبال

غازی میاں محمد شہیدؒ کی سوانح عمری مذکورہ کتاب کے متعلق کیپٹن نظام خان کی بیٹی اپنے والد کو پشاور سے ۱۲ جنوری ۱۹۸۷ء میں لکھتی ہیں۔

Marfat.com

''محترم ابا جان۔

السلام علیکم۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ میں بھی بمعہ بچوں کے بخیریت ہوں۔ کافی عرصہ سے آپ کی طرف سے کوئی خط نہیں آیا۔ آج سعید آئی تھی وہ غازی میاں محمدؒ کے بارے میں جو کتاب لکھی گئی ہے وہ بھی ساتھ لائی تھی۔ آپ کے بارے میں پڑھا تو سر فخر سے بلند ہوا کہ پیارے ابا جان کا نام پروانہ رسولؐ کے نام کے ساتھ جرات اور بہادری کے کارناموں میں درج ہے۔ یہ ہمارے لئے فخر اور خوشی کی بات ہے بہت بہترین ہے۔ جس کو بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ بچے آپ سب کو بہت زیادہ یاد کرتے ہیں۔ انشاءاللہ مارچ میں آنے کا ارادہ ہے''۔

اقبال چشتی بنام الحاج ملک نور محمد محررہ ۷ رجب المرجب ۱۴۰۷ میں اپنے خیالات کا اظہار اور نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ گذارش ہے کہ راقم بندہ کو میجر (ریٹائرڈ) غلام یٰسین صاحب کی طرف سے ایک بیش بہا تحفہ (یعنی سوانح میاں محمد شہیدؒ) موصول ہوا۔

اتفاق ایسا ہوا کہ بندہ نزلہ وز کام اور سخت سر دردی میں مبتلا ہو گیا۔ مگر تکلیف کے باوجود کتاب کا مطالعہ جاری رکھا اور جناب کی خدمت میں عریضہ ارسال کرنے کا بھی پختہ عزم کر لیا مگر دماغی کمزوری کی وجہ سے فوری یہ شوق پورا نہ کر سکا۔ راقم اگرچہ پختہ جوانی کی عمر میں ہے مگر دائمی مریض و سخت کمزور حالت ہے۔ یہ مالکِ حقیقی جل شانہ، کا کرم ہی ہے مسجد کی ڈیوٹی یعنی طلبہ کے اسباق ہو جاتے ہیں میرے لئے سفر کرنا تو ایک مسئلہ بن گیا ہے۔ ورنہ مدت سے میجر صاحب اور آپ کی زیارت کے لئے بے تاب ہوں۔ کچھ عرصہ تو میجر صاحب سے خط و کتابت کا سلسلہ بھی جاری رہا، مگر پھر بند ہو گیا۔ جناب سے بھی غالباً دو خطوط کا تبادلہ ہوا تھا آمدم برسرِ مطلب! شہید رسالت قصہ کتابی شکل میں پیش کرنے پر آپ کی خدمت عالیہ میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔ یہ ولولہ انگیز و ایمان افروز تالیف دیکھنے اور مطالعہ کرنے سے راقم ناچیز کو جو روحانی خوشی ملی اس کی

Marfat.com

کیفیت تحریر کرنے سے قاصر ہوں۔ سچی بات تحریر کروں تو غازی صاحبؒ سے تو پہلے بھی عقیدت تھی (لیکن اب بڑھ گئی ہے) راقم تو آپ کا بلکہ شہید کے سارے خاندان کا عقیدت مند بن گیا ہے۔ شہیدؒ نے اپنے آقا و مولا کی ناموس پر جان قربان کر کے نہ صرف پوری ملتِ اسلامیہ کی غیرت کی لاج رکھ لی تھی۔ اس کے علاوہ میرے پیر بے نظیر حضرت بابا جی (دریا شریف نزد حضرو ضلع اٹک) اعوان قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس نسبت کی وجہ سے بھی اعوان قبیلہ کا ہر فرد واجب تکریم ہے۔

جیسا کہ عرض کر چکا ہوں دائمی مریض ہوں۔ ابھی تک جی بھر کر تو کتاب کا مطالعہ نہیں کر سکا۔ جتنا ہو سکا؟ اس سے پنجابی زبان میں غازیؒ کو نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے۔ آپ کو پڑھنے اور سمجھنے میں تکلیف تو ضرور ہوگی کیونکہ گھنے الفاظ اور تنگ سطر میں ہیں اور ہمارے ضلع بھکر اور آپ کے علاقہ کی پنجابی میں تھوڑا سا فرق بھی ہے اس کے علاوہ راقم کوئی پختہ شاعر بھی نہیں ہے۔ مجھے تو شاعری کے قواعد کا علم تک بھی نہیں بس ذوق کی تسکین کے لئے دماغ میں اترنے والے فقرات لکھ لیتا ہوں۔ راقم ناچیز غفوری اور فاروقی کے الفاظ تخلص استعمال کرنے کی جگہ تحریر کرتا ہے۔

آپ دعا فرمائیں کہ خلاف شرع سوء ادب باتیں دماغ میں آئیں نہ قلم لکھے۔ نعتیہ کلام چھپوا کر مفت تقسیم کرنے کی خواہش ہے یا کوئی اشاعتی ادارہ شایان شان طباعت پر شائع کر کے کم منافع پر ہدیہ کرے تو بندہ غیر مشروط یعنی بلا معاوضہ مسودہ دینے کو تیار ہوگا بلکہ خوشی محسوس کروں گا۔

آپ خصوصی دعا فرمائیں کہ راقم کی یہ آرزو جلد پوری ہو اور میرے لئے یہ کاوش حصول رضائے الٰہی کا ذریعہ بن جائے۔ جناب کو تکلیف دینے کی جسارت کرتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ میری بے ادبی معاف فرمائیں گے اور واپسی جواب سے مشرف فرمائیں گے جس میں

Marfat.com

رائے کمال صاحب کا مکمل ایڈریس تحریر ہو۔ میجر صاحب کا خط پڑھنے سے پتہ چلا کہ ان کی اہلیہ انتقال کر گئی ہیں۔ میری خواہش ہے کہ ان کے دولت خانہ پر حاضر ہو کر تعزیت پیش کروں مگر ان تک پہنچنے کا طریقہ معلوم نہیں ہے۔ ایک دیہاتی کے لئے نہ معلوم جگہ پر کسی کو تلاش کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ آپ سے بھی شرف ملاقات حاصل کرنے کا بڑا شوق ہے (بشرط زندگی و حصول توفیق)۔

بندہ ایک لطیفہ تحریر کرنا چاہتا ہے اگر چہ یہ سچ ہے اور قلبی محبت کا آئینہ دار ہے۔ ''غازی صاحبؒ'' کے حالات پڑھ کر آپ اور آپ کے خاندان سے غائبانہ محبت اتنی بڑھی ہے کہ راقم گناہگار آپ کے بیٹوں پوتوں کے لئے دعا کرتا رہتا ہے۔ خصوصاً کرنل اعجاز صاحب کے لئے تو جنرل بلکہ اس سے زیادہ پانے اور شکر گزار بننے کی دعا زبان پر آ جاتی ہے۔

جناب کو دو تین سال پہلے اپنا جو ایڈریس تحریر کیا تھا اس میں جامع مسجد غوثیہ حنفیہ لکھا تھا۔ راقم کے لئے جسمانی روحانی امراض سے شفائے کاملہ اور حصول عافیت دارین کی دعائیں جاری رکھیں۔ نوازش ہوگی۔ ''شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را'' میرا بڑا لڑکا، عارف پی اے ایف میں ایئر مین بھرتی ہوا۔ ابھی تک ٹریننگ میں ہے۔ اس کا یہ آخری مہینہ ہے۔ اس کی کامیابی و نیک بختی کے لئے خصوصی دعا فرمائیں۔ برخوردار کو بچپن سے فوج میں جانے کا شوق تھا اور اس بات پر میں بھی خوش تھا کیونکہ ایک تو مجاہدانہ زندگی دوسرے رشوت لینے کی لعنت سے بچاؤ کے حصول کے لئے فوج کے بغیر کوئی جگہ نہیں۔ میرے لڑکے نے میٹرک کا امتحان سائنس کے ساتھ فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا تھا اور گزشتہ سال جونیئر کیڈٹ کورس (J.C.C) کے لئے کوشاں رہا۔ ابتدائی امتحانات میں تو کامیاب ہوتا رہا مگر فائنل یعنی آئی ایس ایس بی میں رہ گیا۔ راقم بندہ ایک تو غریب ہے دوسرے کالج کا ماحول نہیں بھاتا کیونکہ کالجز کے ماحول نے ہمارے نوجوانوں کو مسلم تہذیب سے دور اور تہذیب افرنگ کا دلدادہ بنا دیا ہے۔ مگر تھوڑے دنوں کی پریشانی کے بعد بفضلہ

Marfat.com

تعالیٰ اطمینان حاصل ہوگا۔ لڑکا ایئر مین بھرتی ہوا۔ یہ عریضہ لکھنے کے دوران اشعار موزوں ہوتے گئے اور ایک نظم تیار ہوگئی۔ پچھلے صفحہ پر یہ دوسری نظم بھی درج کر رہا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ شہیدؒ کے خاندان کے تمام افراد یہ دونوں نظمیں پڑھیں اور سنیں۔ زیادہ آداب''۔

رائے محمد کمال کی کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے ملک عبدالرزاق بنام الحاج ملک نور محمد محررہ ۱۲ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ کو لکھتے ہیں۔

''السلام علیکم۔

امید ہے آپ مع اہل خانہ بخیریت ہوں گے۔ آپ کا نوازش نامہ موصول ہوا۔ یاد آوری کا شکریہ۔ میں نے ''اصلاح نامے'' کو سامنے رکھ کر متعلقہ عبارات کی قطع و برید کے علاوہ اضافی عبارات کا مخصوص صفحات پر اندراج کر دیا ہے۔ آپ نے کتاب ''غازی نامے'' کا بڑا عمیق مطالعہ فرمایا اور کتاب کی چھوٹی سے چھوٹی غلطی کی بھی نشاندھی کر دی ہے۔ یہ اصلاح ضروری تھی آپ نے محنت سے یہ کام کر دیا۔ اللہ پاک آپ کی سعی قبول فرمائے اور اجر عظیم دے۔

مصنف نے بڑی معیاری زبان میں اور بڑے احترام کے ساتھ واقعات قلمبند کئے ہیں اور واقعات کے حوالہ جات مصدقہ دیئے ہیں۔ آپ نے جس عرق ریزی سے اپنے خاندان اور غازی صاحب کی ابتدائی زندگی سے شہادت تک کی کڑیاں جوڑی ہیں وہ صرف آپ ہی کا حصہ ہے۔ غازی نامہ آپ کے خاندان کے لئے تو طرہ امتیاز ہے ہی۔ ہمارے شہیدوں کی تاریخ میں ایک یادگار اضافہ ہے جس کا صلہ آپ کے آباءواجداد کے علاوہ آئندہ نسلوں کو بھی ملتا رہے گا۔ تلہ گنگ کی تاریخ کا یہ روشن ستارہ ہمیشہ چمکتا رہے گا''۔

رائے کمال صاحب کی خوبصورت تصنیف کی داد دیئے بغیر نہیں رہا جا سکتا۔ خدا رائے صاحب کو جزائے خیر دے۔ آمین۔

عزیزم کرنل محمد اعجاز صاحب کے بچوں کا کیا حال ہے۔ کیڈٹ بچے کا کورس ختم ہونے میں کتنا عرصہ باقی ہے۔ ان کے گھر کا بندوبست ہوگیا ہے۔ شکر الحمدللہ عزیزم محمد طارق اور اس کے بچوں کا کیا حال ہے۔ سب اہل خانہ کی خدمت میں السلام علیکم۔ بچوں کو پیار۔

Marfat.com

فقط والسلام

خیر اندیش"

ملک عبدالرزاق (مدرس) فاطمہ جناح روڈ تلہ گنگ

غازی ملک میاں محمد شہیدؒ کی تحقیق میں ان کے بھائی الحاج ملک نور محمد نے بڑی جستجو کی اور اس سلسلہ میں مختلف شخصیات سے خط و کتابت اور ملاقاتوں سے بہت سے گمشدہ گوشوں کو منور کرنے کے لئے قیمتی معلومات حاصل کیں جس کی وجہ سے غازی ملک میاں محمد شہیدؒ جیسی عظیم شخصیت کو قارئین کرام کے سامنے پیش کیا جاتا رہا۔ اس سعی کے سلسلہ میں رائے محمد کمال اپنے مکتوب محررہ ۱۰ ستمبر ۱۹۸۹ء میں رقمطراز ہیں:-

"حضرت قبلہ ملک صاحب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ آپ نے مکتوب گرامی میں "ہمدرد" کراچی کے حوالہ سے ایک خوشخبری سنائی تھی۔ لیجئے آج میں اس سے بھی بڑھ کر نوید مسرت گوش گزار کئے دیتا ہوں اور پھر تصور کیجئے کہ ہماری حقیری جستجو سرکار مدینہؐ کے حضور کس درجہ پسند فرمائی گئی ہے۔ میں دو تین روز ہوئے لاہور گیا تو بھارت سے ہمارے دو نہایت ہی محترم و مشفق اور واجب الاحترام بزرگ احباب کے ایک ساتھ دو عنایت نامے باصرہ نواز ہوئے۔ مبارک ہو کہ ان میں سے ایک صاحب مدراس کے مسلم پروفیسر اور دوسرے حیدر آباد (انڈیا) کے ایک ممتاز صحافی ہیں۔ خطوط کی نقول لف ہذا ہیں۔ ان پر میں اپنے قلبی تاثرات کو کسی طور بھی نذر قرطاس نہیں کر سکتا مگر ایک بہت ہی افسوس ہے کہ مجھ تک پہنچتے پہنچتے یہ نوازش نامے بہت ہی لیٹ ہو گئے اب ان سے متعلق میری درج ذیل معروضات پر آج ہی کارروائی فرمادیں۔

۱۔ دونوں محترم شخصیتوں کے نام آج ہی ٹائپ شدہ (اردو) یا نہایت ہی جاذب نگاہ عبارت میں شکریے اور لیٹ ہو جانے پر معذرت کے خطوط ارسال فرمادیں۔

Marfat.com

۲۔ جعفری صاحب کی آراء وتجاویز سے متعلق بھی ان کو ضرور لکھیں۔

۳۔ اپنے مرسلہ مکتوب کی ایک نقل مجھے بھی عطاء فرمادیجئے گا۔

۴۔ آج ہی مجھے بھی اپنے تاثرات و خیالات سے نوازیں تا کہ میں بھی بہت جلد اپنے محسنوں سے رابطہ کرسکوں۔شاید یوں دیر ہو جانے کی وجہ سے شرمندگی کا داغ دھل سکے۔

۵۔ شہید موصوف کی کتاب اور قلمی مسودہ کو ہمدرد ٹرسٹ میں رکھے جانے سے متعلق بھی ان کو لکھا جائے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی رائے معلوم کرنے پر ان سے رابطہ قائم کروں۔اگر ہو سکے تو شاید ان سے فون پر بات چیت ممکن ہومگر یہ غالباً بعد کی بات ہے۔

۶۔ مکتوبات موصولہ کی نقول ارسال خدمت ہیں۔

۷۔ کتاب کی ۲۵ جلدوں اور مقامی زبان میں ترجمہ کی تجویز کے بارے میں بھی ذرا ان کے ساتھ وضاحت سے تبادلہ خیال فرمادیں۔

امید ہے آپ میرے تجسس اور ذوق وشوق کو پیش نگاہ رکھتے ہوئے مجھے زیادہ انتظار نہ کروائیں گے۔

جے ایچ جعفری بانی مدیر روز نامہ منصف حیدر آباد بھارت سے جو خط رائے محمد کمال کو لکھا یہ انہوں نے مذکورہ بالا مکتوب کے ساتھ الحاج ملک نور محمد کی طرف روانہ کیا۔

محترم رائے صاحب سلام مسنون۔

امید ہے کہ آپ بعافیت ہوں گے۔آپ کی تصنیف غازی میاں محمد شہیدؒ شہیدان ناموس رسالت سیریز کا سلسلہ نمبر۲ برادرم احسن چوہدری صاحب نے عنایت فرمایا۔جس کے لئے ان کا بے حد شکر گزار ہوں۔اسلاف کے کارناموں اور ان کے حالات آئندہ نسلوں تک پہنچانے کے لئے جس دل گردہ کی ضرورت ہے آپ نے بحسن وخوبی انجام دیا۔اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے اور مسلسل اس ولولہ کو تازہ کرنے والی تصنیف کی توفیق عطا فرمائے۔

Marfat.com

برادرم احسن چوہدری صاحب نے اس کتاب کو عطاء کرنے سے قبل مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ میں شہید کے مزار پر حاضری دیکر مزید کچھ واقعات اور قبر کی موجودہ حالت سے انہیں آگاہ کروں۔ جیسا کہ آپ نے کتاب مذکورہ کے صفحہ نمبر ۱۴۳ پر تحریر فرمایا ہے۔ اس درگاہ میں شہید کا مزار ہے۔ فاتحہ گزارنے کی سعادت حاصل کی اور اس کی تصاویر حاصل کیں۔ چشم دید گواہ پروفیسر محبوب پاشا صاحب قبلہ جو شہید کے نماز جنازہ میں شریک تھے ان کے قلم سے تحریر کردہ بیان منسلک ہے۔ یہ جبکہ مدراس کے موجودہ مسلمانوں میں صرف محبوب پاشا صاحب قبلہ جو شہید کے نماز جنازہ میں شریک تھے ان کے قلم سے تحریر کردہ بیان منسلک ہے۔ مدراس کے موجودہ مسلمانوں میں صرف محبوب پاشا صاحب ہی میری رہنمائی فرما سکے۔ جدید نسل اس شہید کے نام سے اور نہ ہی ان کے کارناموں سے واقف ہے اور اس بات پر مجھے شدید استعجاب ہوا کہ اب وہاں ایسے ولولہ انگیز واقعات کو تازہ کرنے کی کوشش کو بھی مناسب تصور نہیں کیا جا رہا ہے۔ (بوجہ نام نہاد سیکولرازم) میں نے کچھ تجاویز میاں احسن چوہدری صاحب کے روبرو رکھی تھیں وہ آپ کے لئے بھی عرض ہے۔

۱۔ تحفظ قبر مبارک شہیدؒ کے لئے ۲۵ ہزار روپے فکسڈ ڈپازٹ کروا دیئے جائیں اور اس رقم کے منافع سے قبر کی تزئین نو اور اس کی نگہداشت اور سالانہ یادگار تحفظ ناموس رسالت منعقد کیا جا سکے۔

۲۔ مذکورہ کتاب کی کم از کم ۲۵ جلدیں اگر روانہ کی جائیں تو انہیں اردو لائبریریوں میں داخل کیا جا سکے۔

۳۔ اگر کتاب مذکورہ کا ترجمہ مدراس کی سرکاری زبان ''تامل'' میں کروایا جائے تو موجودہ نسل کو معلومات حاصل ہوں گی اور ان کے دلوں میں جذبہ حُبِ رسولؐ پیدا ہوگا اور وہ ناموس

Marfat.com

رسولؐ کی حفاظت کے لئے قربانی دینے سے گریز نہ کریں گے۔

مجھے امید کامل ہے کہ میرے اس خط کا اثباتی ردعمل کے طور پر دوسطری جواب سے ممنون فرمائیں گے۔ضروری نوٹ: براہ کرم میرے غریب خانہ کا پتہ درج ذیل ہے اس پر خط و کتابت فرما سکتے ہیں۔جو مجھے فوری دستیاب ہوں گے۔مزید پتہ درج ذیل ہے۔

والسلام

خاکسار

جے ایچ جعفری (صحافی) ۴۵۵۔۲۔۲۰ حسینی عالم روڈ حیدرآباد ۵۰۰۲۶۴ بھارت''

الحاج ملک نور محمد کے خط کے جواب میں جے ایچ جعفری محررہ ۱۳ اپریل ۱۹۹۰ء میں لکھتے ہیں۔

''السلام علیکم۔

آپ کے تفصیلی خط اور اس کے بعد میاں رائے محمد کمال صاحب سلمہ تحریر کردہ وصول ہوا۔گذشتہ دو سال سے میرے چار سالہ لڑکے کمبل مرتضٰی Smpho MA (جو کینسر عارضہ کی ایک قسم ہے) کے عارضہ کے سلسلہ میں حیدرآباد نئی دہلی کے مسلسل چکر ہو رہے ہیں۔کوئی بھی تحریری وتقریری دعوتوں تک تمام مصروفیات معطل ہیں۔اس کے باوجود گزشتہ مارچ ۱۶،۱۵ کو دو خطوط ایک برادرم کمال صاحب اور آپ کی خدمت میں علیحدہ علیحدہ تحریر کر کے معذرت کر لی تھی کہ میرے لڑکے کی علالت کے سلسلہ میں مسلسل رابطہ رکھنے میں دشواری رہی۔اسی اثناء میں، میں نے کوشش کی کہ میاں رائے محمد کمال سلمہ کے خط کا تفصیلی جواب لکھوں لیکن اثناء راہ بمبئی Bombay میں ایک قزاق کے ہاتھوں میرا بریف کیس گم ہو گیا ہے۔اب میرے پاس وہ خط بھی نہیں جس کی بناء پر تفصیلی جواب لکھ سکوں نہ موصوف کا پتہ ہے۔ازراہ کرم زحمت فرما کر گزشتہ

Marfat.com

خط کی مزید ایک کاپی اگر وہ روانہ کرسکیں تو میں تفصیلی عرض داشت فوری تحریر کردوں گا۔ ویسے اب میرے لڑکے کو Follow Up پوزیشن میں کہا گیا ہے۔ آپ کی خواہش کے مطابق مزید تحقیق کے لئے ''مسلمان'' مدراس اور زمیندار کی تلاش جاری ہے۔ انشاءاللہ ذی قعدتک ملک کے کسی بھی حصہ میں کیوں نہ ہو ان کی نقول ضرور بہ ضرور فراہم کرنے کی کوشش کروں گا۔ دعا فرمائیے میں کامیاب رہوں آپ کے اور میرے محسن محترم احسان چوہدری صاحب قونصلر سفارت خانہ برائے ہند نئی دہلی کو آپ شکریہ کا علیحدہ خط تحریر فرماسکتے ہیں۔ اگر وہ ویزہ منظور کریں تو انشاءاللہ مع اہل وعیال آئندہ ماہ دو ماہ میں حاضر خدمت ہوکر ملاقات کا شرف حاصل کرسکوں گا۔ تین عدد غازی میاں محمد علیہ الرحمتہ کے مزار کی فوٹوز ارسال خدمت ہیں۔

پانچ کتابیں بذریعہ رجسٹرڈ پارسل ملیں۔ شکرگزار ہوں۔ مزید کتابیں احسان چوہدری صاحب سفارت خانہ پاکستان برائے ہند کے حوالہ کردیں۔ مجھے خط سے وہ مطلع کردیں گے میں وہاں سے حاصل کرلوں گا۔ زیادہ زحمت نہ فرمائیں۔ یہ فوٹوز وہاں کے مقامی اخبارات میں پریس فوٹو (جعفری) حیدرآباد کے حوالے سے تازہ مضمون کے ساتھ شائع فرماکر دو کاپیاں ضرور ارسال فرمائیں تاکہ مقامی اخبارات میں شائع کرنے کی ترغیب دی جاسکے۔ انشاءاللہ آپ کے تفصیلی خط کے موصول ہوتے ہی جواب عرض کرنے میں دیر ہرگز نہ ہوگی۔ انشاءاللہ برادرم کمال میاں کو سلام مسنون۔

خاکسار

ضروری نوٹ: رمضان کی خصوصی دعاؤں میں میرے لڑکے کی صحت کے لئے ضرور دعا فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس بابرکت ماہ کے طفیل ہر طرح سے فتح یاب فرمائے۔

والسلام جعفری''

رائے محمد کمال نے اپنے مکتوب میں پروفیسر محبوب پاشا، امیر محل، کیمپس مدراس کا خط

Marfat.com

محررہ ۳ جون ۱۹۸۸ء الحاج ملک نور محمد کو روانہ کیا۔

۲ جون ۱۹۸۸ء کی صبح ۱۰ بجے امیر محل میں میری ملاقات جناب جعفر حسین جعفری صاحب بانی مدیر روزنامہ منصف حیدر آباد سے ہوئی۔ موصوف کے ساتھ ڈاکٹر سید محمد خلیفۃ اللہ صاحب کے فرزند بھی تھے۔ موصوف کو میاں محمد صاحب شہید کی قبر اور ان کی شہادت کے بارے میں معلومات درکار تھیں۔ دوسرے دن یعنی ۳ جون ۱۹۸۸ء جمعہ دس بجے حضرت دستگیر صاحب ساوی **Dargah Hazrat Dastageer Savi Sahib** کی درگاہ کی موصوف کو زیارت کروائی۔ حضرت کے مقبرے کے بائیں جانب میاں محمد شہید کی قبر موجود ہے۔ اس پر کتبہ بھی موجود ہے۔ ذیل میں قبر کا کتبہ ہے۔ جعفری صاحب نے نوٹ کرلیا ہے۔

كل من عليها فان و يبقىٰ وجهه ربك ذوالجلال و الاكرام ۔قطعہ بروفات حسرت آیات میاں محمد صاحب مرحوم سابق سپاہی ۱۰\۳ بلوچ رجمنٹ فرزند غلام محمد صاحب صوبیدار بمقام تلہ گنگ ضلع کیمبل پور پنجاب تاریخ وفات ۱۰ ماہ صفر المظفر ۱۳۵۷ھ بمطابق ۱۲ اپریل ۱۹۳۸ء (اس کے نیچے حسب ذیل قطعہ تحریر ہے)۔

اے یادگار عزت ناموس مصطفیٰ
کیا خوب انتخاب تھا تیری حیات کا
بدلہ لیا ہے دشمنِ احمد کا تو نے خوب
منظور کر چکا ہے شہادت تیری خدا

میں تصدیق کرتا ہوں کہ یہ مولوی سید ابوالبرکات انور مرحوم کا لکھا ہوا ہے۔ تفصیل واقعہ میری عمر تقریباً ۱۸ یا ۱۹ برس کی تھی۔ یہ بات ۱۹۳۸ء کی ہے۔ میرا مکان مسجد والا جاہی کے عقب میں تھا۔ ان دنوں میرے والد کے شاگرد مولانا عینی شاہ عبدالسلام صاحب نظامی بھی میرے گھر موجود تھے۔ ۱۲ اپریل ۱۹۳۸ء کی صبح تقریباً ۹ بجے یہ خبر آن کی آن میں محلے بھر میں پھیل

Marfat.com

گئی کہ ایک پنجابی مسلمان سپاہی کو جیل میں پھانسی دی گئی اور میت نماز جنازہ پڑھانے کے لئے مسجد والا جاہی لائی گئی ہے۔ یہ خبر سنتے ہی ہم سب مسجد کی طرف دوڑ پڑے۔ وہاں ایک ملٹری ٹرک میں میت رکھی ہوئی تھی۔ بس زیادہ سے زیادہ سو دو سو آدمی جمع تھے۔ میت ٹرک سے باہر لائی گئی۔ مولانا عینی شاہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اس کے بعد میت ملٹری لاری میں رکھ دی گئی۔ لاری میں ایک برقع پوش خاتون اور ایک بزرگ موجود تھے جو اسی شہید کے والدین تھے۔ ماں رو رہی تھی، باپ ماں کو دلاسہ دے رہا تھا کہ ''نہ رو صبر کر تیرا بیٹا تو شہید ہے، زندہ ہے'' لاری سے باہر ہم یہ منظر بہ چشم نم دیکھ رہے تھے۔ حضرت دستگیر صاحب ساوی کے مقبرے کے بائیں جانب انہیں دفنایا گیا۔ بعد میں چند مخیر احباب نے قبر کی تعمیر کروائی اور کتبہ لگوا دیا جو بحمد اللہ اب تک موجود ہے۔ اس واقعہ کی تصدیق اور مقام کے تعین کے لئے تین تصویر کھنچوائیں۔

غازی میاں محمد شہیدؒ کی آخری آرام گاہ کے متعلق مدراس سے حوالدار فضل حسین نے غازی میاں محمد شہیدؒ کے والد بزرگوار صوبیدار غلام محمد کو ایک خط محررہ ۷ جنوری ۱۹۴۷ء کو لکھا:-

مودبانہ عرض ہے کہ بندہ آپ کے حکم کے مطابق ایک دن مدراس گیا تو راستہ پوچھتے پوچھتے وہاں قبرستان جا پہنچا اور شہید میاں محمد صاحب کی قبر پر فاتحہ پڑھنے کے بعد قبر کو اچھی طرح سے گھاس وغیرہ اردگرد سے ہٹا کر دیکھا گیا۔ صرف قبر کی بائیں طرف کچھ معمولی سا سیمنٹ گرا ہوا تھا۔ کچھ خاص نقص نہیں تھا۔ لہذا آپ بالکل بے فکر رہیں۔ میں کچھ دن اگر یہاں رہ گیا تو ضرور چند آدمی ساتھ لیکر اور سیمنٹ لیکر اچھی طرح نقص کو دور کر دوں گا۔ میرے وہاں پہنچنے پر بہت سے مجاور لوگ اکٹھے ہو گئے اور میں نے ان سے پوچھا کہ اگر یہ سیمنٹ اس قبر کو لگا دو تو کیا لاگت آئے گی تو سب کہنے لگے کہ بیس روپے دے جاؤ ہم ٹھیک کر دیویں گے۔ وہ لوگ صرف کھانے والے ہیں آپ بالکل بے فکر رہیں۔ بالکل خراب حالت نہیں ہے اور جو معمولی سی مرمت ہے وہ فرصت ملنے پر بندہ خود کوشش کرے گا بشرطیکہ جلدی یہاں سے چلا نہ گیا۔ پیر دستگیر صاحب (ساوی

Marfat.com

والے) کے مقبرے کے اندر جانے پر بائیں ہاتھ کو برادرم میاں محمد کی قبر ہے اور پتھر جو سرہانے لگا ہوا ہے وہ کالے رنگ کا ہے اور اندر کی طرف معمولی صاف کیا ہوا ہے اور میاں محمد کی قبر کے پیروں کی طرف ایک لوہے کا جنگلہ ہے اور جس کے اندر ایک میاں بیوی کی دو قبریں ہیں اور مجاوروں میں سے ایک کا نام سلیمان ہے اور دوسرے کا نام سید حافظ ہے۔ یہ نشانیاں اس لئے تحریر کی جارہی ہیں تاکہ آپ کو یقین ہو جاوے لہذا بندہ کی طرف سے آپ کو اور ماسی صاحبہ کو سلام ہووے اور برادرم نور محمد کو بھی سلام عرض کر دینا سب پرسانِ حال کو سلام دعا ہووے اور میرے سسرال میں بھی میری خیریت کی عرض کر دینا سب کو سلام عرض اور بچوں کو پیار ہو۔

آپ کا نیازمند۔ حوالدار فضل حسین آف تلہ گنگ''

الحاج ملک نور محمد نے رائے محمد کمال کے مشورے سے ایک خط پروفیسر محبوب پاشا کو راولپنڈی سے ۳۱ دسمبر ۱۹۸۹ء کو لکھا۔

''ملک نور محمد خان

مکان نمبر ۲۸۳ سٹریٹ نمبر ۱۳

اسکیم III چکلالہ راولپنڈی پاکستان (۵۵۹۰۰۴۷)

محترم جناب پروفیسر محبوب پاشا صاحب سلمہ

السلام علیکم

طالب خیریت بخیریت ہے۔ آپ کا گرامی نامہ مورخہ ۳ جون ۸۸ء بنام رائے محمد کمال صاحب جناب جعفری (J.H.Jaffari) صاحب کے نوازش نامہ مورخہ ۱۳ اکتوبر ۸۹ء جو ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور کے پتہ پر ارسال کیا گیا تھا وہ رائے محمد کمال صاحب کو دسمبر ۸۹ء کے پہلے ہفتہ میں مل کر باعث مسرت ہوا۔ رائے محمد کمال صاحب لاہور سے باہر ضلع گوجرانوالہ میں رہائش رکھتے ہیں اس لئے یہ خطوط مزید تاخیر سے ان کو ملے۔ انہوں نے ان دونوں خطوط کی نقول مجھے

Marfat.com

مندرجہ بالا پتہ راولپنڈی بھجوائیں جو مجھے ۲۱ دسمبر ۸۹ء کو مل کر باعث مسرت ہوئے۔ آپ کے اور جعفری صاحب کے خطوط پا کر ہمیں بے حد مسرت ہوئی کیونکہ میں ایک عرصہ سے کوشش کر رہا تھا کہ مدراس میں کسی صاحب سے رابطہ قائم کروں اور اب تو اللہ کریم نے احسان فرمایا کہ آپ نے خود رابطہ قائم کیا جس کے لئے رائے صاحب اور میں بلکہ ہمارے سارے اہل خانہ آپ کے بے حد ممنون ہیں۔ آپ کے نوازش نامہ کا جواب عرض کرنے سے پہلے میں اپنا تعارف مختصراً عرض کرتا ہوں تا کہ آپ کو بھی اطمینان ہو کہ آپ کا رابطہ ٹھیک آدمی سے قائم ہوا ہے۔ الحمد اللہ کہ مجھے غازی میاں محمد صاحبؒ کا حقیقی چھوٹا بھائی ہونے کی سعادت حاصل ہے چونکہ میری تاریخ پیدائش بھی ۱۹۲۲ء ہے لہٰذا میں تقریباً آپ کا ہم عمر ہوں اور اس واقعہ کے وقت میری عمر بھی ۱۵/۱۶ سال تھی۔ میں نے ۱۹۳۹ء میں میٹرک پاس کیا تھا چونکہ والد بزرگوار تو کئی بار مدراس گئے۔ آخری بار یعنی ۱۹۳۸ء میں تو والدہ محترمہ اور میرا چھوٹا بھائی عطاء محمد (مرحوم) بھی ساتھ گئے تھے میری خواہش کے باوجود میں اب تک مدراس نہیں جا سکا خواہش اب بھی موجود ہے۔ اللہ کریم اسباب پیدا فرمائیں۔ آمین۔

میں جب پہلی بار حج کی سعادت حاصل کرنے کے لئے ۱۹۷۸ء میں سعودی عرب گیا تو وہاں کے ایک اخبار میں مدراس کے ایک صاحب کا ملازمت کے لئے اشتہار دیکھا۔ میں نے ان کا پتہ نوٹ کر لیا اور واپس پاکستان آ کر ۲۷ دسمبر ۱۹۷۸ء کو انہیں خط لکھا۔ جس کا جواب انہوں نے فوری طور پر دیا جو مجھے ۲۷ جنوری ۱۹۷۹ء کو ملا۔ میں نے ان کو دوسرا خط ۵ فروری ۱۹۷۹ء کو لکھا مگر پھر کوئی جواب نہ آیا شاید ان کو بیرون ملک ملازمت مل گئی اور جواب نہ دے سکے۔ ان کا پتہ مندرجہ ذیل ہے۔

ایم سید ریاض احمد، نیا نمبر ۶۴ پیٹرز روڈ رویاپیٹھا مدراس ۶۰۰۰۱۴

آپ براہِ کرم ان سے رابطہ قائم کریں شاید یہ آپ کو اب مل جائیں اور مزید معلومات

Marfat.com

دے سکیں۔ان کے خط مورخہ ۲۰ جنوری ۱۹۷۹ء کی فوٹو کاپی ارسال خدمت ہے۔دوسری کوشش میں نے یہ کی کہ ''مولانا لمیٹڈ لنگی والے'' مدراس کے پتہ پر پہلا خط ۲۶ دسمبر ۸۱ء کو دوسرا ۲۱ فروری ۸۳ء کو لکھا مگر کوئی جواب نہ آیا۔آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ اس کمپنی یا فرم کے بزرگوں نے اس وقت اس معاملہ میں کافی دلچسپی لی تھی اور جب بھی میرے والد بزرگوار کو اس مقدمہ کے سلسلہ میں کسی مشورہ کی ضرورت پڑتی تو ان بزرگوں سے مشورہ کرتے چونکہ اس معاملہ کو اب ۵۲/۵۱ سال کا عرصہ ہو چکا ہے اس لئے یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی پرانی عمر کے بزرگ جن کو اس واقعہ کا علم تھا وہ اب موجود نہ ہوں مگر خیال ہے کہ اس خاندان میں کوئی نہ کوئی بزرگ مرد یا عورت تو ضرور موجود ہوگا۔ آپ ان سے ضرور رابطہ قائم کریں۔۱۹۸۳ء میں تبلیغی جماعت کے اجتماع (رائے ونڈ پاکستان نزد لاہور) میں ایک ڈاکٹر صاحب سے ملاقات ہوئی جو مدراس سے واقف تھے انہوں نے مولانا کا ڈاک کا پتہ بتایا وہ یہ ہے۔

مولانا کمپنی لنگی مرچنٹ انگایانیکان سٹریٹ مدراس ۶۰۰۰۰۱ انڈیا۔میں نے اس پتہ پر بھی ایک خط لکھا مورخہ ۲۷ جون ۱۹۸۳ء مگر کوئی جواب نہ آیا۔تیسری کوشش کے طور پر عرض ہے کہ لاہور پاکستان سے ایک ڈاکٹر صاحب بھارت گئے۔۱۹۸۷ء میں اور واپس آ کر وہاں کے حالات اخبارات میں شائع کرائے۔ انہوں نے مدراس کے (سابق ایم پی اے) ایم ڈی رضا خان کا ذکر کیا۔اس سے ڈاکٹر صاحب کی ملاقات ہوئی لہذا ان صاحب سے رضا صاحب کا پتہ حاصل کر کے ان کو بھی ۲۲ نومبر ۱۹۸۷ء کو خط لکھا مگر کوئی جواب نہ آیا۔ان کا مفصل پتہ اب مجھے نہیں مل رہا (سابق ایم پی اے) ہیں۔شاید آپ تلاش کر سکیں۔ مجھے اگر پتہ مل گیا تو پھر اگلے خط میں تحریر کر دوں گا۔

اس کے علاوہ بھی میں نے کوشش کی مگر ماسوائے سید ریاض احمد صاحب سے کسی سے بھی کوئی جواب نہ ملا لہذا یہ تھی میری حقیر کوشش کہ مدراس سے رابطہ قائم کروں۔غازی صاحب کی

Marfat.com

کتاب میں جناب جی۔ایس۔اے کریم صاحب کا بھی ذکر ہے جو پولیس کے ریٹائرڈ ڈی آئی جی تھے اور مدراس چھاؤنی میں ہی رہتے تھے۔انہوں نے غازی میاں صاحب کو بیرون ملک بھجوانے کی پیش کش کی تھی جو غازی صاحب نے منظور نہ کی کہ آپ مجھے شہادت کی سعادت سے کیوں محروم کرنا چاہتے ہیں۔پھر اس کی کیا گارنٹی ہے کہ موت مقررہ وقت پر نہ آئے گی۔میں نے ۱۹۴۸/۴۹ء میں مدراس چھاؤنی کے پتہ پران کو خط لکھا تھا مگر وہ واپس آ گیا تھا۔غالباً وہ پاکستان آ گئے تھے میں نے ان کو تلاش کرنے کی بہت کوشش کی مگر ان کو تلاش نہ کر سکا۔

۱۹۴۸ء میں ہی پشاور میں ایک صاحب جن کا نام عبدالرحمٰن تھا ایم ای ایس کے محکمہ میں ایکسین تھے۔مدراس کے رہنے والے تھے۔مدراس رخصت پر جا رہے تھے۔میں نے جب غازیؒ صاحب کا ذکر کیا اور کہا کہ غازی صاحب کا مزار دیکھ کر اگر کوئی مرمت وغیرہ ہو تو کرا دیں میں خرچہ دے دوں گا۔تو مجھے گلے لگا لیا اور کہا کہ "you are a great man-brother of a great man" (تم ایک بڑے آدمی ہو ایک بڑے آدمی کے بھائی) تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ تم ایک اتنے بڑے آدمی کے بھائی ہو۔سنا تھا کہ ان کی بیوی بہت امیر عورت تھی جس نے ان کو وہاں ہی روک لیا اور واپس ملازمت پر پاکستان نہیں آنے دیا تھا۔

۱۹۴۹ء میں پشاور میں ہی ایک فوجی آفیسر کرنل تھمری دستگیر باچا T.D.Batcha سے بھی ملاقات ہوئی ان کو غازی صاحب کے بارے میں ایک نوٹ لکھ کر دیا تھا جس میں مختصر واقعات اور کتبہ کی عبارت بھی تھی مگر انہوں نے بھی معلومات لے کر نہ دیں۔ان کی ضعیف والدہ جوان کے ساتھ تھیں ان کو واقعہ کا پورا علم تھا۔باچا صاحب بعد میں مشرقی پاکستان چلے گئے تھے وہاں ہی مقیم ہو گئے اور سنا ہے اب انتقال کر چکے ہیں۔اب میں آپ کے نوازش نامے کا جواب عرض کرتا ہوں۔جناب جعفری صاحب کو الگ جواب عرض کروں گا۔رائے محمد کمال صاحب بھی آپ کو اور جناب جعفری صاحب کو الگ الگ جواب دیں گے یا شاید دے بھی دیا ہو۔میرے

Marfat.com

جواب میں کچھ تاخیر ہوئی کہ میں پنڈی سے باہر اپنے گاؤں تلہ گنگ گیا ہوا تھا جو یہاں سے ۸۵ میل دور واقع ہے۔ ۲۴ دسمبر ۸۹ء کو واپس آ گیا تھا۔ چند دیگر مصروفیات کے باعث مزید تاخیر ہو گئی۔ معذرت خواہ ہوں۔ آپ نے جو واقعات تحریر فرمائے ہیں اور غازی صاحب کے مزار مبارک کے بارے میں کہ کہاں ہے۔ تمام باتیں بالکل درست ہیں۔ قبر پر جو کتبہ تحریر ہے اور مزار کو جو پختہ کرایا گیا تھا تو عرض ہے کہ یہ کسی اور آدمی نے نہیں بلکہ ۱۲/۳ ماہ کے بعد میرے والد بزرگوار خود مدراس گئے تھے اور انہوں نے خود قبر کو پختہ کرایا تھا اور جو پتھر (stone) جس پر نام اور پتہ وغیرہ درج ہے وہ بھی انہوں نے خود لگوایا تھا کسی اور کو تو اتنی تفصیل بھی معلوم نہیں ہو سکتی آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے والد بزرگوار بھی قبر مبارک کی تین تصاویر لائے تھے ایک جس میں نام کا پتھر سامنے ہے۔ ساری تحریر تصویر میں موجود ہے۔ دوسری تصویر پتھر کے دوسری طرف کی ہے۔ ایک تصویر میں حضرت پیر دستگیر ساوی صاحب کا روزہ مبارک اور دوسری میں ساتھ کی مسجد بھی نظر آتی ہے۔ پھر والد صاحب نے یہ بھی بتایا تھا کہ غازی صاحب کا مزار مقبرہ کے دروازے کے سامنے دوسری قطار میں چبوترے پر ہے۔ روضہ مبارک یعنی مقبرہ اونچے چبوترے پر ہے اور اسی چبوترے کی دوسری قطار میں غازی صاحب کا مزار ہے جس سٹوڈیو والوں سے تصاویر بنوائی تھیں۔ اس کے نام بھی تصویر کے نیچے ایک چٹ لگی ہوئی ہے۔ اس پر پتہ یہ ہے۔ گریژونوگراپ سٹوڈیو فورٹ سٹریٹ، جارج، مدراس۔ (Garrisonograph Studio, Fort-St George, Madras)

یہ غالباً جون جولائی ۱۹۳۸ء کی بات ہے کہ والد بزرگوار دوبارہ مدراس گئے تھے۔ انہوں نے خود مزار کو پختہ کرایا تھا اور پتھر لگایا تھا تصاویر لی تھیں جو ہمارے پاس موجود ہیں۔ دوسری بات جو آپ نے لکھی ہے کہ نماز جنازہ میں آپ شامل تھے یہ ہمارے لئے بھی خوشی کی بات ہے کہ آپ کو واقعہ کا پورا علم ہے۔ آپ عینی شاہد ہیں۔ جہاں تک مجھے یاد ہے والد بزرگوار نے بتایا تھا کہ شہادت کے وقت یونٹ رپلٹن کے مولوی صاحب ان کے ساتھ تھے جنہوں نے غسل دیا تھا اس لئے میرا تو یہی خیال تھا کہ نماز جنازہ بھی ان مولوی صاحب (امیر عالم صاحب) نے ہی پڑھائی

Marfat.com

ہو گی۔ غازی صاحب کے ساتھ جو نو جی گارڈ تھی اس کے انچارج بھی اللہ کے فضل سے زندہ ہیں۔ کپتان نظام خان ان سے میری ملاقات بھی ہوئی ہے اور اب خط و کتابت بھی ہے۔ اس وقت ان کی عمر ۹۲ سال سے اوپر ہے۔ اس بارے میں میں نے ان کو خط لکھا ہے کہ وہ تصدیق کریں کہ نماز جنازہ عینی شاہ صاحب نے پڑھائی تھی یا ان کی یونٹ کے مولوی مولانا امیر عالم صاحب نے پڑھائی تھی۔ ممکن ہے آپ کو ٹھیک یاد نہ ہو کہ عرصہ بہت ہو چکا ہے۔ والد صاحب نے بھی اور کپتان نظام خان صاحب نے بھی بتایا تھا کہ جنازہ میں بہت لوگ شامل ہو گئے تھے شاید اخبارات میں بھی خبر شائع ہوئی تھی اور یہ خبر مسلمانوں میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی تھی اس لئے کافی لوگ جنازہ میں شامل ہوئے تھے اس بارے میں بھی کپتان نظام خان صاحب چونکہ سارا وقت ساتھ تھے۔ ان کی ڈیوٹی تھی ان سے بھی دریافت کیا ہے۔ سید ریاض احمد صاحب نے اپنے خط میں لکھا کہ ایک تاجر مسٹر قادر نے غازی صاحب کے مزار کی مرمت کرائی ہے اگر ممکن ہو تو ان تاجر صاحب کو بھی تلاش کریں۔ ریاض صاحب نے یہ بھی لکھا تھا کہ "Every Shabe Barat night the grave is decorated with flowers. Quran and Khaseedai are recited". یعنی ہر شب برات پر غازی صاحب کے مزار پر قرآن خوانی اور نعت خوانی (قصیدہ خوانی) ہوتی ہے۔

آپ براہ کرم غازی صاحب کے مزار کی موجودہ حالت سے بھی آگاہ کریں اور کبھی کبھی مجھے خط لکھتے رہا کریں۔ آپ کا بے حد ممنون ہوں گا۔ دعا کریں کہ اللہ کریم کبھی ہماری ملاقات بھی کرا دے اور اس طرح غازی صاحب کے مزار کی زیارت بھی نصیب ہو۔

چونکہ بھارت اور پاکستان دونوں ممالک میں تبلیغی جماعت اور جماعت اسلامی کی جماعتیں ہیں اس لئے اگر آپ مدراس شہر کی دونوں جماعتوں کے امیروں Ameers کے نام و پتے معلوم کر کے تحریر کر دیں تو بہتر ہو گا تا کہ انشاء اللہ کبھی میرا پروگرام مدراس جانے کا بن سکے تو ان کی مدد و رابطہ میں آسانی ہو۔ یہ بھی عرض ہے کہ اس خط کی نقل میں جعفری صاحب کو بھی

Marfat.com

ارسال کردوں گا تا کہ آپ کو میرا خط repeat نہ کرنا پڑے۔اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں۔

آپ کا دعا گو نور محمد"

الحاج ملک نور محمد نے اپنے بھائی غازی ملک میاں محمد شہیدؒ سے متعلق مطبوعہ کتاب کا مسودہ، تراشے اور تصاویر کی حفاظت کے پیش نظر بطور ہدیہ بیت الحکمۃ کے لئے حکیم محمد سعید صاحب کے حوالے کر دیئے تھے جس کے جواب میں انہوں نے اپنے خط نمبر ڈی، آر، اے ۶۹۲/۸۹ محررہ ۱۲ نومبر ۱۹۸۹ء میں لکھا۔

"مکرمی السلام علیکم۔

آپ کا خط اور غازی میاں محمد شہیدؒ پر رائے محمد کمال صاحب کی مطبوعہ کتاب اس کا مسودہ، تصویر اور تراشے جناب حکیم محمد سعید صاحب نے کتب خانہ ہمدرد کو دیئے ہیں جہاں مصنفین کے مسودات کا ایک خاص شعبہ بھی ہے۔یہ تمام چیزیں اور خاص کر مسودہ ہمارے اس ذخیرے میں ایک قیمتی اضافہ ہے۔اس عنایت پر میں جناب حکیم صاحب اور اپنی جانب سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

یقین ہے مزاج بعافیت ہوں گے۔

آپ کا مخلص

فضل القدیر ندوی

برائے حکیم نعیم الدین زبیری

ڈائریکٹر ریسرچ اینڈ لائبریری"

Marfat.com

غازی میاں محمد شہید کے معاصرین

ملک نور محمد

غازی میاں محمد شہیدؒ کے معاصرین کی معلومات سے پہلے غازی صاحب کا بائیو ڈیٹا اور تفصیلات سے آگاہی ضروری ہے۔

نام: میاں محمد

تاریخ پیدائش: ۹ جون 1915ء

مقام: تلہ گنگ سابق ضلع اٹک حال چکوال

ولدیت: صوبیدار غلام محمد

والدہ کا نام: فتح بیگم

قد: ۵ فٹ ۸ انچ

تعلیم: (۱) ساتویں جماعت تک تعلیم حاصل کی (۲) کلام پاک ناظرہ حافظ سعد اللہ صاحب امام مسجد پیراں والی ملکوال روڈ سے پڑھا۔

سن شعور میں پہنچے تو پہلے ڈرائیوری کا شوق ہوا جس کے لئے شیخ فضل کریم اور شیخ محمد دین ٹرانسپورٹر کی بس میں تلہ گنگ سے انجرہ میانوالی پر کچھ عرصہ شوق پورا کیا۔

۱۹۳۱ء میں کوئٹہ چلے گئے اور ایک ٹھیکیدار کے پاس منشی کی ملازمت کرتے رہے۔

۱۹۳۲ء کے آغاز میں واپس گاؤں تلہ گنگ آ گئے۔

۱۹۳۳ء میں انڈین نیوی میں بھرتی ہو گئے۔ اس دوران رشتہ ازدواج میں بھی منسلک ہوئے۔

۱۹۳۴ء کے وسط میں انڈین نیوی کی ملازمت سے الگ ہو گئے۔

۲۔۱۔۳۵ کو بلوچ رجمنٹ میں بطور سپاہی بھرتی ہوئے۔ ۲۔۱۔۳۵ سے ۲۳۔۱۰۔۳۵ تک ابتدائی

Marfat.com

ٹریننگ بلوچ رجمنٹ سنٹر کراچی میں حاصل کی۔

۲۴۔۱۰۔۳۵ کو عارضی طور پر بغیر تنخواہ کے بطور نائیک اپنے دستہ کے انچارج بنا کر ۳/۱۰ بلوچ رجمنٹ میں سینٹ تھامس ماؤنٹ مدراس پہنچے۔اس عارضی ترقی سے یہ عیاں ہے کہ وہ ایک اچھے سپاہی تھے۔

واقعہ شہادت کی تفصیل

۱۶ مئی ۱۹۳۷ء کو جبکہ کوارٹر گارڈ ڈیوٹی پر تھے شام ساڑھے پانچ بجے سپاہی چرن داس کو جہنم واصل کرنے کے بعد خود خطرے کی گھنٹی بجائی اور بگلر کو بگل بجانے کا کہا۔خود کو یونٹ کے جمعدار ایڈ جوٹینٹ عباس خان (ساکن ڈھوک ٹاہلیاں ضلع چکوال) کے سپرد کیا جن کے بزرگوں کے ساتھ والد محترم کے ۱۲۴ بلوچ رجمنٹ میں ملازمت کے وقت سے تعلقات تھے۔

۱۷۔۵۔۳۷ کو غازی صاحب کو مقدمے کی تفتیش کے لئے سول پولیس کے حوالہ کیا گیا۔

۲۷۔۵۔۳۷ کو جی ایچ کیو دہلی کے احکام کے تحت غازی صاحب کو واپس پلٹن میں لایا گیا فوجی ضابطہ کی کارروائی کے لئے۔

۱۸۔۵۔۳۷ کو حوالدار کوارٹر ماسٹر سید صدرالدین صاحب (ساکن دندہ شاہ بلاول تحصیل تلہ گنگ) نے بذریعہ تار واقعہ کی اطلاع دی۔والد صاحب نے وابسی تار سے واقعے کی تصدیق کرنا چاہی جس کا جواب ۲۰۔۵۔۳۷ کو ملا۔

۲۲۔۵۔۳۷ کو پہلی بار والد صاحب مدراس کے لئے روانہ ہوئے۔ ۲۶۔۵۔۳۷ مدراس پہنچے اور مدراس صدر میں پوسٹ ماسٹر سید سیف علی شاہ صاحب کے پاس مقیم رہے۔

۲۵۔۶۔۳۷ سے ۲۴۔۷۔۳۷ تک غازی صاحب کو مینٹل ہسپتال مدراس میں رکھا گیا۔

۲۵۔۶۔۳۷ کو وزن ۱۳۲ پونڈ تھا اور ۲۴۔۷۔۳۷ کو وزن ۱۳۴ پونڈ تھا۔ایک ماہ میں وزن ایک پونڈ بڑھ گیا۔

Marfat.com

ابتدائی انکوائری ۳۷-۵-۳۱ سے ۳۷-۶-۶ تک ہوئی۔

جنرل کورٹ مارشل ۳۷-۸-۱۶ سے ۳۷-۸-۲۰ تک جاری رہا۔

کارروائی مکمل ہونے پر انڈین آرمی کے کمانڈر انچیف کی منظوری کے لئے کاغذات شملہ بھیج دیئے گئے۔ والد صاحب بھی اسی سلسلہ میں لاہور، دہلی، شملہ پھر مدراس گئے۔

۳۷-۹-۱۷ کو کمانڈر انچیف نے سزا کی منظوری دی۔

۳۷-۹-۲۳ کو پلٹن میں سزائے موت کا فیصلہ غازی صاحب کو سنایا گیا۔

۳۷-۱۲-۳۰ کو لاہور کے نامور وکیل ڈاکٹر شیخ محمد عالم کی وساطت سے پریوی کونسل لندن میں اپیل کی گئی۔ شیخ محمد عالم صاحب سے رابطہ شیخ محمد یوسف صاحب کے ذریعے ہوا جو خود بھی وکیل تھے اور پڑوسی بھی۔ ان کی معاونت ہمیشہ حاصل رہی۔

۳۸-۲-۲۱ کو اپیل مسترد کئے جانے کی اطلاع ملی تو مقامی فوجی حکام نے ۳۸-۴-۱۲ کا دن غازی صاحب کی شہادت کے لئے مقرر کیا۔

۳۸-۴-۷ یعنی شہادت سے صرف چار دن قبل غازی صاحب نے اپنے چھوٹے بھائی ملک نور محمد کے نام ایک طویل خط گاؤں کے پتہ پر تحریر کیا۔ اصل خط اب تک محفوظ ہے۔

۳۸-۴-۸ کو سرکاری طور پر غازی صاحب کا آخری بار وزن کیا گیا جو ۱۳۶ پونڈ تھا۔ اس طرح ۳۷-۶-۲۴ سے لیکر ۳۸-۴-۸ تک تقریباً ساڑھے ۹ ماہ میں غازی صاحب کا وزن ۱۳۲ سے ۱۳۶ پونڈ یعنی ۴ پونڈ بڑھ گیا تھا جو ایک غیر معمولی بات ہے کہ قتل میں ملوث آدمی کا وزن کم ہونے کی بجائے بڑھ جانا سکونِ قلب سے ہی ممکن تھا۔

غالباً ۳۸-۴-۸ کو سرکاری طور پر غازی صاحب کی تصویر بھی بنائی گئی جو والد صاحب کو دی گئی۔ غازی صاحب کی یہی تصویر خاندان کے پاس محفوظ ہے۔

تاریخ شہادت: ۱۲ اپریل ۱۹۳۸ء بمطابق ۱۰ صفر المظفر ۱۳۵۷ھ

Marfat.com

وقتِ شہادت: صبح ٹھیک پانچ بج کر پینتالیس منٹ
وقت شہادت غازی صاحب کی عمر ۲۳ برس تھی۔

جب غازی صاحب کی شہادت کا مقررہ وقت قریب آیا تو غازی صاحب نے اپنی والدہ محترمہ اور اپنے چھوٹے بھائی عطا محمد سے آخری ملاقات کی۔ ان دونوں کو جیل کے دروازے پر ہی روک لیا گیا۔ غازی صاحب کے ہمراہ ان کے والد محترم صوبیدار غلام محمد اور ۲/۱۳ فرنٹیئر فورس رجمنٹ کے مولوی امیر عالم صاحب کو جیل کے اندر جانے دیا گیا۔ غازی صاحب اور ان کے والد محترم نے کمال صبر وضبط کا مظاہرہ کیا۔ باپ بیٹا آخری لمحات تک آپس میں نہایت حوصلہ اور تسلی سے باتیں کرتے رہے۔ وقت مقررہ پر غازی صاحب پہلے والد محترم سے بغل گیر ہوئے اور پھر مولوی صاحب سے۔ غازی صاحب کے والد محترم نے اپنے ہاتھ سے کنٹوپ اپنے بیٹے کو دیا۔ دونوں باپ بیٹا کلمہ طیبہ، کلمہ شہادت اور درود شریف کا ورد کرتے رہے۔ غازی صاحب نے نعرہ تکبیر بلند کیا، کلمہ شہادت کا ورد کرتے ہوئے پہلے کنٹوپ خود اپنے سر پر پہنا اور پھر پھانسی کا پھندہ بھی والد محترم سے خود پکڑ کر دو بار چوم کر کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے اپنے گلے میں ڈال لیا اس طرح شہادت کی سعادت حاصل کر کے باپ بیٹا رب العزت کے حضور سرخ رو ہوئے۔
یَاَیَّتُهَاالنَّفسُ المُطمَئِنَّةُ ۔ ارجِعِی اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرضِیَّةً ۔ فَادخُلِی فِی عِبٰدِی ۔ وَدخُلِی جَنَّتِی (اے نفس مطمئن چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو (اپنے انجام نیک سے) خوش (اور اپنے رب کے نزدیک) پسندیدہ ہے۔ شامل ہو جا میرے (نیک) بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں) (الفجر ۲۷ تا ۳۰)۔

اسی لئے تو مولوی میر عالم نے غازی صاحب کے والد صاحب کو کہا کہ غازی صاحب کیوں اتنے خوش اور مطمئن نہ ہوتے جبکہ اللہ کریم نے پہلے ہی جنت کی بشارت اور مناظر ان کے سامنے کر دیئے تھے۔

Marfat.com

غازی صاحب کو مدراس کی جامع مسجد میں غسل دیئے جانے کے بعد جنازہ مولوی میر عالم صاحب نے پڑھایا جس میں مدراس اور گردونواح کے کثیر تعداد میں افراد نے شمولیت کی جس کے بعد غازی صاحب کو جناب پیر دستگیر سروری صاحب کے مقبرے کے سامنے چبوترے پر دفن کیا گیا جو مدراس کا ایک قدیمی اور تاریخی قبرستان ہے جو سنٹرل ریلوے سٹیشن مدراس سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔

غازی صاحب کے مزار پر کتبہ نصب ہے جس میں ان کے کوائف اور تاریخ شہادت درج ہے۔

غازی صاحب کے والد صاحب صوبیدار غلام محمد چار بار مدراس تشریف لے گئے۔

(۱) ۳۷-۵-۲۲ تا ۳۷-۸-۲۰

(۲) کورٹ مارشل مکمل ہونے کے بعد ستمبر اکتوبر ۳۸ء میں لاہور، شملہ، دہلی اور پھر مدراس

(۳) فروری ۳۸ء میں غازی صاحب کی والدہ محترمہ اور چھوٹے بھائی عطا محمد کے ہمراہ ۳۸-۴-۱۶ تک مدراس میں مقیم رہے اور ۲۰ اپریل ۱۹۳۸ء کو واپس تلہ گنگ پہنچے۔

(۴) آخری بار فروری مارچ ۳۹ء میں مدراس جا کر غازی صاحب کی قبر پختہ کرائی اور کتبہ لگایا۔ چچا ملک مرزا خان بھی اوستہ محمد (بلوچستان) سے مدراس ملاقات کے لئے گئے اور ۳۸-۳-۲۱ سے ۳۸-۳-۳۱ تک وہاں قیام کیا۔ برادر ملک اللہ یار خان بھی جو ملک نور محمد کے بہنوئی تھے ملاقات کے لئے بمبئی سے مدراس گئے وہ نیوی میں ملازم تھے۔

غازی میاں محمد شہیدؒ کی یادگار کا قیام

جناب ایئر وائس مارشل خداداد خان صاحب چک لالہ سکیم تھری راولپنڈی میں بنگلہ نمبر ۲۸۸ الف سٹریٹ نمبر ۱۴ میں ملک نور محمد کے قریب ہی رہائش پذیر ہیں اور مسجد کے بھی ساتھی ہیں۔ ۳۰ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ (۲۷ دسمبر ۲۰۰۰ء) نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد واپسی پر سٹریٹ

Marfat.com

نمبر۱۳ (جہاں سے ملک نور محمد نے اپنے گھر کو مڑنا تھا) وہاں ایئر مارشل صاحب اور ملک نور محمد کچھ دیر کھڑے باتیں کرتے رہے۔ ملک نور محمد نے AVM صاحب سے عرض کی کہ ان کے پاس ایک کتاب ''عصر حاضر کی جہادی تحریکیں ہے اگر ان کو فرصت ہو تو پڑھنے کے لئے کتاب ان کو بھجوا دوں۔ انہوں نے فرمایا کہ ابھی بھجوا دیں۔ مزید گفتگو کے دوران برادر محترم غازی میاں محمد شہیدؒ کا بھی تذکرہ آ گیا تو AVM صاحب نے فرمایا کہ دونوں کتابیں ان کو ابھی بھجوا دوں۔ گھر جا کر ملک نور محمد نے دونوں کتابیں اپنے بیٹے افتخار احمد ملک کے ہاتھ اسی وقت AVM صاحب کو بھجوا دیں۔

دو تین دن کے بعد ہی شام کو نمازِ مغرب کے بعد AVM صاحب نے ملک نور محمد کو فون کیا کہ انہوں نے ابھی ابھی غازی صاحب کی کتاب پڑھ کر ختم کی ہے اور یہ کہ وہ کتاب پڑھتے بھی رہے اور روتے بھی رہے ہیں۔ ان سے عرض کیا کہ میں بیٹے کو کسی وقت بھجوا کر کتاب منگوا لوں گا مگر انہوں نے جواب دیا کہ اُن کا بیٹا بھی عید کی چھٹی آیا ہوا ہے وہ بھی کتاب پڑھ لے پھر واپس کر دیں گے۔

۲ جنوری ۲۰۰۱ء شام کو ساڑھے ۱۰ بجے AVM صاحب نے ملک نور محمد کے گھر فون کیا تو ان کے بیٹے نے ان کو بتایا کہ وہ سو رہے ہیں جس پر انہوں نے ہدایت کی کہ کل صبح (۳ جنوری) صبح ساڑھے ۷ بجے ان کو فون کریں۔ لہذا ملک نور محمد نے ۳ جنوری (بدھ) کو AVM صاحب کو فون کیا تو انہوں نے بتایا کہ انہوں نے کل (۲ جنوری) جناب کمشنر صاحب راولپنڈی سے ملاقات کے دوران ان کو بتایا کہ تلہ گنگ سے تعلق رکھنے والے غازی میاں محمد شہیدؒ نے ایک کارنامہ سرانجام دیا ہے مگر اب تک تلہ گنگ میں ان کی کوئی یادگار قائم نہیں کی گئی۔ کمشنر صاحب نے اسی وقت ڈپٹی کمشنر چکوال کو فون کیا اور ہدایت کی کہ غازی میاں محمد شہیدؒ کی مناسب شایان شان یادگار تلہ گنگ میں قائم ہونی چاہئے۔ AVM صاحب نے ملک نور محمد کو ہدایت فرمائی کہ وہ آج ہی جا کر ڈی سی چکوال کو ملیں اور اس کے ساتھ جا کر تلہ گنگ میں مجوزہ یادگار کا طے

Marfat.com

کردیں۔ ملک نور محمد نے سردی اور بڑھاپے کے باعث کچھ حیل و حجت کی تو AVM صاحب نے بتایا کہ ابھی کل جمعرات ۴ جنوری ۲۰۰۱ء کو کمشنر صاحب خود راولپنڈی سے تلہ گنگ جا رہے ہیں لہذا ہر صورت آج ہی چکوال جا کر ڈی سی صاحب سے رابطہ کرنا ضروری ہے۔

ایئر وائس مارشل صاحب کے حکم کی تعمیل میں ملک نور محمد تیار ہو کر اپنے نواسے بدر منیر کو ساتھ لے کر ۱۲ بجے کے قریب چکوال ڈی سی صاحب کے دفتر پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ تھوڑی ہی دیر ہوئی تلہ گنگ جا چکے ہیں۔ ملک نور محمد بھاگم بھاگ تلہ گنگ پہنچے تو معلوم ہوا کہ ڈی سی صاحب تھوڑی ہی دیر تلہ گنگ ٹھہر کر چوہا سیدن شاہ چلے گئے ہیں۔ ملک نور محمد نے شام کو ڈی سی صاحب سے فون پر چکوال ان کے گھر پر رابطہ کیا تو انہوں نے بتایا کہ وہ کل ۴ جنوری کو دس بجے کے قریب تلہ گنگ پہنچیں گے۔ ٹاؤن کمیٹی میں کمشنر صاحب کی کھلی کچہری ہوگی تو وہاں ان سے ملیں۔ برادر عبدالرشید ملک، برخوردار پروفیسر محمد طاہر ملک کے ہمراہ ملک نور محمد ۴ جنوری (جمعرات) کو دس بجے کے قریب ڈاک بنگلہ تلہ گنگ پہنچ گئے تقریباً ساڑھے دس بجے شیخ محمد الیاس صاحب ڈی سی چکوال سے تلہ گنگ پہنچے۔ ان کے ہمراہ جناب نصر اللہ جدھڑ سٹی مجسٹریٹ بھی تھے۔ ان سے ملاقات ہوئی۔ اُن کے دریافت کرنے پر ان سے عرض کیا کہ گورنمنٹ ڈگری کالج تلہ گنگ کے ہاسٹل کو غازی میاں محمد شہیدؒ کے نام سے موسوم کر دیا جائے اس پر CM نصر اللہ صاحب نے بتایا کہ اس سلسلے میں انہوں نے کالج کے پرنسپل صاحب سے بات کی ہے تو پرنسپل صاحب نے ان کو بتایا ہے کہ ہاسٹل تو پہلے ہی علامہ اقبال کے نام سے موسوم ہے اس پر سب نے کہا کہ پھر تو ہاسٹل کا نام بدلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایس پی چکوال اور ڈی ایس پی تلہ گنگ بھی موجود تھے۔ ڈی ایس پی میاں محمد نصیب انور صاحب نے تجویز کیا کہ ٹریفک چوک کسی کے نام سے موسوم نہیں لہذا چوک کا نام غازی میاں محمد شہیدؒ کے نام پر رکھ دیا جائے اس تجویز سے سب نے اتفاق کیا۔ تقریباً ۱۱ بجے جناب میجر ریٹائرڈ ضیاء الحق صاحب کمشنر راولپنڈی تشریف لے آئے تو جناب ایئر وائس

Marfat.com

مارشل (ر) خداداد خان صاحب بھی ان کے ہمراہ تھے۔سب سے علیک سلیک وتعارف کے بعد چائے نوش فرماتے ہوئے کمشنر صاحب نے فرمایا کہ دورانِ سفرانہوں نے بھی غازی صاحب کی کتاب کا تھوڑا سا مطالعہ کیا ہے اور وہ بے حد متاثر ہوئے ہیں۔لہذا ان کے شایان شان تلہ گنگ میں ان کی یادگار تعمیر ہونی چاہئے۔ جناب شیخ محمد الیاس صاحب (ڈی سی) نے ان کو بتایا کہ ٹریفک چوک کا نام غازی میاں محمد صاحب کے نام سے موسوم کرنے کا طے کیا گیا ہے۔جس پر کمشنر صاحب نے فرمایا ٹھیک ہے۔ چونکہ راولپنڈی سے آتے ہوئے راستہ پر دھند کے باعث کمشنر صاحب کو کچھ پہلے ہی تاخیر ہو چکی تھی اس لئے جلدی میں تمام حضرات ٹاؤن کمیٹی کے لئے روانہ ہوئے جہاں کھلی کچہری کا انتظام تھا۔

کھلی کچہری میں بے شمار لوگ تھے۔ اس لئے شکایات ار جوابات کا سلسلہ دوپہر ڈیڑھ بجے تک چلتا رہا۔ جب نماز ظہر کا وقفہ کیا گیا۔نماز ظہر کے بعد جب کارروائی دوبارہ شروع ہوئی تو جناب کمشنر صاحب نے جناب ایئر وائس مارشل خداداد خان صاحب کو کہا کہ وہ حاضرین کو غازی میاں محمد شہیدؒ کے بارے میں آگاہ کریں ۔ جناب خداداد خان صاحب نے بڑے موثر انداز میں غازی صاحب کی ناموسِ رسالت پر جان قربان کرنے کی مختصر تفصیل بتائی۔ایئر وائس مارشل صاحب نے حاضرین کو بتایا کہ شہادت کے کئی درجات ہیں مگر ناموسِ رسالت پر اپنی جان قربان کرنا سب سے افضل درجہ کی شہادت ہے۔غازی صاحب کا تقریباً تین ماہ تک فوجی ضابطہ کے تحت پہلے انکوائری اور پھر کورٹ مارشل ہوتا رہا جس کے دوران نہ صرف یونٹ کے انگریز آفیسر کمانڈنگ نے غازی صاحب کو سمجھایا کہ وہ سوچ سمجھ کر بیانات دیں بلکہ ڈاکٹروں اور خاص کر وکلاء نے بھی ان کو مشورہ دیا کہ وہ یہ بیان دیں کہ انہوں نے اپنی جان بچانے کے لئے گولی چلائی کیونکہ چرن داس بھی ان پر حملہ کرنا چاہتا تھا لیکن غازی صاحب نے سختی کے ساتھ تمام تجاویز مسترد کر دیں ۔ اس طرح گویا اس تین ماہ کے عرصہ کے دوران جب مقدمہ چلتا رہا ہر روز غازی

Marfat.com

صاحب کو شہادت کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ شہادت کے وقت غازی صاحب بالکل ہشاش بشاش تھے۔ کن ٹوپ اپنے والد صاحب سے لے کر خود سر پر پہنا اور پھر پھندا بھی چوم کر خود گلے میں ڈالا۔ جس کے بعد جناب کمشنر صاحب نے بھی دس پندرہ منٹ غازی صاحب کو خراج تحسین پیش کیا اور حاضرین کے سامنے تجویز پیش کی کہ ٹریفک چوک تلہ گنگ کو غازی میاں محمد شہیدؒ کے نام پر موسوم کیا جائے۔ جس کی تمام حاضرین نے پر جوش تائید کی۔ کمشنر صاحب نے تجویز کی منظوری کے بعد فرمایا کہ یہاں غازی صاحب کے چھوٹے بھائی ملک نور محمد بھی موجود ہیں جو خود اپنا تعارف کرائیں گے۔ اگر چہ وہ ذہنی طور پر کسی تقریر کے لئے تیار نہ تھے مگر مختصر الفاظ میں اپنا اور خاندان کا تعارف عرض کیا۔ اس کے بعد ملک نور محمد نے اپنے اور غازی صاحب کے بھتیجے پروفیسر محمد شفیق کی کتاب ''عصر حاضر کی جہادی تحریکیں'' پہلے جناب میجر ریٹائرڈ ضیاء الحق صاحب کمشنر راولپنڈی کو پھر جناب ایئر وائس مارشل (ر) خداداد خان صاحب، پھر جناب شیخ محمد الیاس صاحب ڈی سی چکوال اور آخر میں جناب عارف نواز صاحب ایس پی چکوال کو ایک ایک جلد پیش کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔

کھلی کچہری کا سلسلہ شام ۴ بجے تک جاری رہا جس کے اختتام پر جناب پرویز اختر صاحب R.M تلہ گنگ نے بتایا کہ انہوں نے غازی میاں محمد شہیدؒ روڈ کے بورڈ لگوا دیئے ہیں۔ واپسی پر ٹریفک چوک پر غازی میاں محمد شہیدؒ کا بورڈ پڑا تھا اسی طرح مسجد مندیال کے پاس بھی ایک بورڈ غازی میاں محمد شہید روڈ کا رکھ دیا گیا تھا۔

جناب ایئر وائس مارشل (ر) خداداد خان صاحب کی فرمائش پر غازی صاحب کی یادگاری پلیٹ پر کندہ کرانے کے لئے پروفیسر محمد طاہر ملک کا مجوزہ مضمون جناب خداداد صاحب کے حوالے کیا گیا جس میں معمولی اضافہ / ترمیم کے بعد انہوں نے جناب کمشنر صاحب سے ڈرافٹ مضمون کی منظوری ۲۲ جنوری ۲۰۰۱ء کو حاصل کر کے ملک نور محمد کو مطلع کیا اور مزید بتایا کہ

Marfat.com

کمشنر صاحب نے ڈی سی چکوال (شیخ محمد الیاس صاحب) اور RM تلہ گنگ (اختر صاحب) کو بھی فون پر ضروری ہدایات دے دی ہیں۔ جناب خداداد خان صاحب نے ملک نور محمد کو ہدایت کی کہ فوری طور پر سنگ مرمر کی یادگار پلیٹ کا آرڈر دے کر اس کے سائز سے آر ایم تلہ گنگ کو آگاہ کر دیا جائے اور جتنی جلدی ممکن ہو یادگار پلیٹ تیار کرا کر تلہ گنگ پہنچا دی جائے۔

۲۳ جنوری ۲۰۰۱ء کو سٹی صدر روڈ راولپنڈی پر پلیٹ کا آرڈر دے دیا گیا۔ ۲۴ جنوری کو اس کی کتابت کر دی گئی اور پلیٹ ۲۷ جنوری کو تیار ہو گئی جو ۲۸ جنوری کو تلہ گنگ بھی پہنچا دی گئی۔ ۲۹ جنوری کو AC تلہ گنگ جناب محمد طارق باجوہ صاحب اور RM تلہ گنگ سے رابطہ کیا۔ انہوں نے فوری طور پر چیف آفیسر بلدیہ تلہ گنگ کو فون پر ضروری ہدایات دے دیں جس پر ۳۰ جنوری کو ہی اوورسیئر بلدیہ چوہدری خالد صاحب نے سابق ٹریفک چوک (مکہ کمپلیکس کے سامنے) یادگار کا تعمیری کام شروع کرا دیا جو شام تک مکمل ہو گیا اور سنگ مرمر کی پلیٹ جس پر چوک غازی میاں محمد شہید کے علاوہ ان کے مختصر کوائف بھی درج ہیں موقع پر نصب کر دی گئی۔

۳۱ جنوری کو چیف آفیسر بلدیہ تلہ گنگ سے دوبارہ رابطہ کیا تو ملک نور محمد کے اصرار پر یادگار کے گرد سرخ رنگ کی ٹائلیں لگانے اور چھوٹا سا پلیٹ فارم اور جنگلہ لگانے کے احکامات بھی اوورسیئر کو دیے گئے اور یہ کام بھی ۲ فروری ۲۰۰۱ء بروز جمعہ مکمل ہو گیا۔

اس طرح تقریباً ۶۲ سال کے بعد غازی صاحب کی ایک یادگار تلہ گنگ میں AVM جناب خداداد خان صاحب اور کمشنر راولپنڈی جناب میجر (ر) ضیاء الحق صاحب کی کوشش سے قائم ہوئی جس کا اعزاز اور سعادت اتنے طویل عرصہ کے بعد ان دو حضرات کے حصہ میں آئی۔ اللہ کریم ان دونوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس طرح یہ معمولی یادگار غازی صاحب کے واقعہ شہادت کی تجدید کا باعث بنتی رہے گی۔ غازی صاحب کی شہادت کے بعد جن شخصیات سے روابط قائم ہوئے اور انہوں نے غازی صاحب کی شہادت اور کیس کے دوران کی تفصیلات سے

Marfat.com

جس محبت سے آگاہی فرمائی اس کی روداد یں اور خطوط شامل ہیں جو غازی صاحب کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں سے نقاب کشائی کرتے ہیں۔اب غازی صاحب کے والد محترم صوبیدار غلام محمد صاحب کے بارے میں معلومات دلچسپی سے خالی نہ ہوں گی۔

صوبیدار غلام محمد صاحب

والد بزرگوار صوبیدار غلام محمد صاحب کے متعلق عرض کر چکا ہوں کہ وہ صوم وصلوٰۃ کے کس قدر پابند تھے۔شب بیداری کا خصوصی اہتمام کرتے اور نہایت خشوع وخضوع سے نماز تہجد کی ادائیگی ان کا معمول تھااور دعائیں نہایت گڑگڑا کر (اکثر ردکر) مانگتے جوان کے بزرگوں اور اولاد کے لئے باعث سعادت ہے۔

نہایت سادہ اور پاکیزہ زندگی بسر کی۔ان کی دیانت اور امانت مثالی تھی۔یہاں تک کہ وہ اپنے علاقہ میں عام طور پر اور شہر میں خصوصاً امین شہر کے طور پر معروف تھے جیسا کہ سابق چیئر مین بلدیہ تلہ گنگ نے بتایا ہے کہ مسجد عیدگاہ اور اپنے محلہ کی مسجد سے چندوں کا حساب ان کے پاس تھا تو چندے میں ملنے والی رقم احتیاط سے الگ رکھتے تا کہ وہ دوسری رقوم میں شامل نہ ہو جائے۔یادر ہے کہ اس زمانے میں چاندی کے روپے ہوتے تھے۔دونوں مساجد کے حساب کے الگ رجسٹر کھول رکھے تھے۔آپ کے حُسنِ کارکردگی پر باقاعدہ ایک اسٹام پیپر پر معززین شہر کے دستخطوں میں موجود ہے۔لوگ ان کے پاس اپنی امانتیں بھی رکھتے تھےان کے ''امین شہر'' ہونے کے بارے میں ایک قابل ذکر بات کا بیان ہی کافی ہوگا کہ ہمارے محلہ کے ایک زمین دار جس کا نام راجہ خان تھا نے اپنی کسی مجبوری یا ضرورت کے تحت اپنی کچھ زمین والد بزرگوار کے پاس ''رہن'' رکھی۔دو فریقوں کے درمیان یہ معاہدہ ہوتا ہے کہ جب تک ادھار لی ہوئی رقم واپس نہیں کی جائے گی زمین کی فصل ادھار دینے والے آدمی کی ملکیت ہوگی۔اس طرح ایک عرصہ تک والد بزرگوار راجہ خان کی زمین کاشت کرتے رہے اور اس سے مستفید ہوتے رہے۔میں نے بھی اپنے

Marfat.com

بچپن میں والد صاحب کو مذکورہ زمین کاشت کرتے پایا۔ غالباً راجہ خان خود تو پاکستان بننے سے قبل ہی وفات پا گئے تھے اس کے دو بیٹے پیچھے رہ گئے تھے۔ پاکستان بننے کے کچھ عرصہ بعد والدِ بزرگوار کو احساس ہوا کہ جتنی رقم بطور ادھار انہوں نے راجہ خان کو دی تھی اس سے کہیں زیادہ کی فصل آمدن وہ مذکورہ زمین سے حاصل کر چکے ہیں اس لئے اب مزید عرصہ تک اس کی فصل حاصل کرنا اصول امانت کے خلاف ہے۔ ان دنوں ابھی تمام شہر تلہ گنگ میں ایک ہی جامع مسجد تھی جہاں نہ صرف شہر بلکہ قریب کے دیہات کے لوگ بھی نمازِ جمعہ ادا کرتے تھے۔ جامع مسجد کے خطیب مولانا محمد حسین صاحب کافی بزرگ شخصیت تھے۔ والدِ بزرگوار ان کے پاس گئے اور ان سے اس مسئلہ میں رہنمائی حاصل کی۔ اُن کے مشورہ اور رہنمائی کے بعد والد بزرگوار نے خود حساب لگایا کہ اب تک وہ کتنی فصل اُس زمین سے حاصل کر چکے ہیں اور یہ اندازہ کرنے کے بعد کہ جو رقم انہوں نے ادھار دی تھی اس سے کس قدر رقم زائد ان کے ذمہ واجب الادا ہے۔ سب سے پہلے تو مذکورہ زمین راجہ خان کے معصوم بیٹوں کے سپرد کر دی کہ اب یہ زمین وہ خود کاشت کریں کیونکہ وہ اس کے اصل مالک ہیں۔ راجہ خان کے بڑے بیٹے خان زمان جو بقید حیات تھے نے خود مجھے بتایا کہ ایک دن صوبیدار صاحب (والد بزرگوار) میرے پاس آئے اور کچھ رقم اُس کو دینا چاہی۔ اُس نے پوچھا کہ یہ رقم کیسی ہے تو صوبیدار صاحب نے جواب دیا کہ میں نے کچھ رقم آپ کے والد صاحب کو دینی تھی مگر خان زمان نے جواب دیا کہ میرے باپ کے فوت ہونے سے قبل تمام لین دین سے اُن کو آگاہ کر دیا تھا اور آپ کے ذمہ کسی رقم کا انہوں نے نہیں بتایا تھا۔ آخر والد بزرگوار نے اس کو اصل حقیقت سے آگاہ کر دیا اور اعتماد میں لے کر بہ اصرار کچھ رقم خان زمان کو اور اتنی ہی رقم اُس کے چھوٹے بھائی کو دے دی۔ چونکہ صوبیدار صاحب ہر تین ماہ بعد اپنی پنشن وصول کرتے تھے لہٰذا ہر تین ماہ بعد وہ کچھ رقم ایک عرصہ تک دونوں بھائیوں کو واپس کرتے رہے۔ اس بات کا علم

Marfat.com

سوائے راجہ خان کے دونوں بیٹوں اور صوبیدار صاحب اور میری والدہ مرحومہ کے علاوہ کسی غیر آدمی کو نہ تھا۔ مجھے بھی یہ تفصیل والدہ صاحبہ نے بتائی یا راجہ خان مرحوم کے بڑے بیٹے خان زمان نے خود کئی بار اس واقعہ کا ذکر کیا۔ اللہ کریم ان کے اس عمل اور جس نیت سے یہ عمل کیا اسے قبول فرمائے اور اُن کو اجر عظیم عطا فرمائے ورنہ اس زمانہ میں اتنی احتیاط کسی کے بس کی بات نہیں۔ آج کل تو اصول یہ ہے کہ "اپنا بھی اپنا اور پرایا بھی اپنا"۔

ہمارے والد بزرگوار نے ۱۹۰۸ء میں شادی کی جبکہ فوج میں ملازم تھے۔ ہماری والدہ محترمہ کا تعلق تلہ گنگ کے قریب تین چار میل دور واقع ایک دیہات "اولکہ" کی جھمٹ (اعوان) برادری سے تھا۔ چونکہ شادی اپنے خاندان بلکہ گاؤں سے بھی باہر ہوئی تھی اس لئے ہمارے دیگر رشتہ داروں میں سے اکثر کا سلوک ان سے اچھا نہ تھا۔ اکثر اوقات لڑائی، جھگڑے اور بدمزگی تک بھی نوبت پہنچ جاتی مگر ہماری والدہ محترمہ باہمت اور باحوصلہ عورت تھیں نہایت صبر وشکر سے زندگی بسر کی۔ وہ بھی نماز روزے کی بے حد پابند تھیں۔ ایک دیہاتی ان پڑھ عورت ہونے کے باوجود اپنی اولاد کی تربیت میں کوئی کمی نہ چھوڑی اور اپنے آپ کو شہر کے ماحول میں اچھی طرح ڈھال لیا۔ ضرورت مند رشتہ داروں اور پڑوسیوں کی دل کھول کر مدد کرتیں۔ گھر کا ماحول نہایت پاکیزہ تھا اور دینی گھرانہ ہونے کے باعث ہی ان کو ایک غازی اور شہید کی ماں روالدین ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہ سب اللہ کا احسان تھا۔

اگرچہ صوبیدار غلام محمد صاحب ملازمت کے دوران ان کی پلٹن ۱۲۴ بلوچ رجمنٹ ۱۹۱۱ء سے ۱۹۱۴ء تک چین میں رہی۔ واپسی پر بلوچستان کی مختلف چھاؤنیوں میں ان کی اہلیہ ان کے ہمراہ رہیں۔ اگست ۱۹۲۱ء میں پنشن آنے سے قبل حیدرآباد سندھ میں مقیم رہے جس کی بہترین آب وہوا کی دونوں صاحبان بہت تعریف کیا کرتے تھے۔

غازی صاحب کی والدہ محترمہ نے ۱۱۰ کتوبر ۱۹۴۲ء بمطابق ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ کو تقریباً

Marfat.com

۵۰ سال کی عمر میں رحلت پائی۔ مجھے ساری عمر حسرت اور افسوس رہا کہ جب اُن کی اولاد ان کی خدمت کے قابل ہوئی تو وہ ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو چکی تھیں بقول علامہ اقبال۔

؎ میں تیری خدمت کے قابل جب ہوا تو چل بسی

ہماری والدہ محترمہ کے انتقال کے بعد میری بیوی بچے (ملک نور محمد) جب گاؤں میں قیام کرتے پھر تو والد بزرگوار اُن کے ساتھ گاؤں میں ہی مقیم رہتے مگر جب کبھی میرے اہل وعیال میرے ساتھ باہر مقیم ہوتے تو اکثر و بیشتر والد بزرگوار ہمارے ساتھ ہی رہنے کو ترجیح دیتے۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ میری بیوی ان کی بھانجی تھی اس لئے ان کی خدمت میں کسی قسم کی کوتاہی کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ والد بزرگوار ۴۷۔۱۹۴۶ء میں کیمبلپور (اٹک)، ۱۹۴۸ء سے ۱۹۵۲ء تک پشاور ۱۹۵۳ء سے جون ۱۹۵۶ء تک واہ فیکٹری ۱۹۵۶ء سے جولائی ۱۹۶۰ء تک ملیر چھاؤنی، جون ۱۹۶۰ء سے دسمبر ۱۹۶۲ء تک سیالکوٹ چھاؤنی، ۶۴۔۱۹۶۳ء میں زیادہ عرصہ گاؤں میں رہے مگر اگست ۱۹۶۴ء سے ۹ فروری ۱۹۶۹ء یعنی زندگی کے آخری ایام تک چک لالہ (راولپنڈی) میں ہمارے ساتھ ہی مقیم رہے۔ اس طرح نہ صرف ہمیں ان کی سرپرستی اور ہر وقت دعائیں حاصل رہیں اور ہم نے ان سے بہت کچھ سیکھا بلکہ مجھے اور میری بیوی بچوں کو ان کی خدمت کرنے کی سعادت بھی نصیب رہی۔ مجھے برملا اس بات کا اعتراف ہے کہ میرے والد بزرگوار کی خدمت کا حق جس قدر میری بیوی نے ادا کیا اتنا موقع مجھے بھی نصیب نہیں ہوا۔ ہاں ایک بات میرے لئے باعث فخر ہے وہ یہ کہ جب بھی والد صاحب کے ہمراہ مسجد میں جاتا تھا تو ان کے جوتے اور چھڑی اٹھانے کی سعادت مجھے ہی حاصل رہی اور میں یہ خدمت اپنے بچوں کے سپرد بھی نہیں کرتا تھا۔ مجھے اس سے اس قدر اطمینان اور سکون بلکہ خوشی نصیب ہوتی کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ شاید اس خدمت کے باعث اللہ کریم نے مجھے بے شمار انعامات سے نوازا ہے۔ میرے ایک مہربان بزرگ دوست راجہ محبوب عالم صاحب تو اس کا برملا ذکر کرتے تھے کہ یہ سب کچھ والد بزرگوار کی خدمت

Marfat.com

کے طفیل ہے۔

اس بارے میں میرا یہ بھی تجربہ ہے کہ بفضل تعالیٰ میری اولاد بھی اس طرح ہماری خدمت کو ایک اعزاز اور سعادت سمجھتی ہے لہذا انسان جو بیج کاشت کرتا ہے اس کا پھل حاصل کرتا ہے۔ یہ اللہ کریم کے حکم کی تعمیل کے علاوہ فطری اور قدرتی بات بھی ہے۔

یہ ایک عجیب حُسن اتفاق ہے کہ صوبیدار غلام محمد کو اللہ کریم نے چار بیٹے اور ایک بیٹی عطا کی۔ غازی میاں محمد سے چھوٹے بیٹے نور محمد خان کو اللہ کریم نے چار بیٹے اور ایک بیٹی عطا فرمائی اور بالکل اسی طرح صوبیدار صاحب کے بڑے پوتے (نور محمد خان کے بیٹے) کرنل محمد اعجاز ملک کو بھی چار بیٹے اور ایک بیٹی مرحمت فرمائی۔

غازی میاں محمد کے دو چھوٹے بھائی ایک ملک نور محمد خان اور ان سے چھوٹے ملک فتح محمد ابھی بقید حیات ہیں جبکہ ملک عطا محمد جو ایئر فورس میں سارجنٹ تھے ۱۵ مارچ ۱۹۷۱ء کو انتقال کر گئے جبکہ اُن کی عمر تقریباً ۴۲ سال تھی۔ بفضل تعالیٰ ملک عطا محمد کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ ایک بیٹا محمد طاہر ملک ایم اے اسلامیات کے بعد ایک مقامی کالج میں پروفیسر ہیں۔ سب سے چھوٹا بیٹا محمد شفیق ملک جو حافظ کلام پاک بھی ہے گورنمنٹ کالج تلہ گنگ میں پروفیسر اسلامیات ہیں۔ ایک بیٹی ملک نور محمد کی بہو ہیں یعنی ان کے بیٹے ذوالفقار احمد ملک کی بیوی ہیں۔ ان کی ہمشیرہ کا انتقال ۸ جنوری ۱۹۴۰ء کو ہوا جبکہ اس کی عمر ۱۷۔۱۶ سال تھی اور بمشکل دو ڈھائی سال اس کی شادی کو ہوئے تھے۔ کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

بدقسمتی سے ملک نور محمد کے بڑے بیٹے محمد اعجاز ملک جو فوج کے شعبہ آرٹلری میں لیفٹیننٹ کرنل تھے ۲۷ جولائی ۱۹۸۸ء کو دل کے عارضہ کے باعث انتقال کر گئے اور ایک بیوہ کے علاوہ پانچ بچے سوگوار چھوڑ گئے (کرنل اعجاز ملک کے متعلق ایک مضمون یادرفتگان کے عنوان سے فوجی رسالہ ھلال کے شمارہ جلد ۲۵ نمبر ۱۹۔۲۰ مورخہ ۱۰ تا ۲۳ اگست ۱۹۸۸ء صفحہ ۹۷ پر شائع ہوا۔

Marfat.com

کرنل اعجاز کا بڑا بیٹا محمود اعجاز ملک آج کل اپنے والد کی یونٹ میں ہی میجر کے رینک پر تعینات ہے جبکہ دوسرا بیٹا جواد اعجاز ملک بھی کیپٹن کے عہدہ پر راولپنڈی میں ہی تعینات ہے۔

کرنل محمد اعجاز ملک کی یونٹ کھاریاں چھاؤنی میں مقیم تھی۔ اس وقت وہ میجر کے عہدہ پر متمکن تھے۔ مارشل لاء کے دوران ان کو گجرات میں ایک فوجی عدالت کا انچارج تعینات کر دیا گیا۔ تقریباً لگا تار تین سال تک وہ اس عہدہ پر فرائض انجام دیتے رہے نہ صرف ان کے حکام بالا ان کی کارکردگی سے مطمئن تھے بلکہ اہل گجرات جو کسی زیادتی یا بے انصافی کو شاید ہی گوارا کرتے ہیں وہ بھی بے حد مطمئن رہے۔ کرنل صاحب کو ان کے والدین کی طرف سے یہ ہدایت تھی کہ اگر کوئی مجرم کسی قانونی سقم کے باعث سزا سے بچ جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں مگر اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ کوئی بے قصور سزا نہ پا جائے۔ گجرات کے ہی ایک فوجی افسر کرنل شاہجہان کا تاثر یہ تھا کہ یہ میجر اعجاز ہی ہیں جس نے گجراتیوں کو اس طرح قابو اور بے بس کر رکھا ہے کہ چوں تک نہیں کرتے ورنہ کون نہیں جانتا کہ وہ لوگ کتنے منہ زور ہیں۔ اپنے فرائض کی انجام دہی کے دوران کافی فکرمند رہتے تھے مگر کھاریاں سے ڈیرہ اسماعیل خان ملٹری پولیس سنٹر میں تبادلہ کے باعث جب مارشل لاء ڈیوٹی سے باعزت فارغ ہوئے تو اللہ کریم کا شکر بجالائے۔

کرنل اعجاز ملک اپنے فرائض کی ادائیگی میں بے حد محتاط تھے۔ جب وہ ایک قومی اہمیت کے ادارہ کی دیکھ بھال پر ایک یونٹ کے کمانڈنگ آفیسر کی حیثیت سے تعینات تھے اکثر اوقات انہیں آرام نصیب نہ ہوتا۔ اس لگا تار بے آرامی اور ٹینشن کے باعث انہیں بلڈ پریشر کی شکایت ہوگئی تھی مگر اس لئے ہسپتال نہ جاتے تھے کہ افسران بالا یہ تاثر نہ لے لیں کہ اب مشکل کام کا وقت آیا ہے تو بہانہ بنا کر فرائض سے بھاگ رہا ہے۔ یقیناً یہی ٹینشن (دباؤ) تھا جس کے باعث ۸۵ء میں منگلا جاتے ہی دل کے عارضہ میں مبتلا ہو گئے اور پھر ان کی صحت دن بدن خراب ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ ۲۷ جولائی ۱۹۹۸ء کو عید الاضحیٰ کے دوسرے دن جان جانِ آفرین کے سپرد کر

Marfat.com

دی۔ اللہ کریم ان کو غریق رحمت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل۔ نہایت دیانت دار اور صاف ستھرے کردار کے مالک تھے اور یہ چیز ان کو خاندانی ورثے میں ملی تھی۔ بیماری میں بھی پابند صوم و صلوٰۃ رہے۔

غازی میاں محمد کے چچا بزرگوار ملک مرزا خان ۳۸۔۱۹۳۷ء میں اوستہ محمد رگوٹھ غلام محمد (نصیرآباد سندھ) میں بطور گرداور تعینات تھے۔ غازی صاحب کے مقدمہ کے دوران انہوں نے اپنے بڑے بھائی کی دل کھول کر مالی معاونت کی۔ جب بھی ضرورت پڑی رقوم تار منی آرڈر کے ذریعے مدراس صوبیدار غلام محمد کو بھجوائی۔ ایک بار خود بھی مدراس غازی صاحب کو ملنے تشریف لے گئے۔ اپنے بڑے بھائی صوبیدار غلام محمد کی طرح نہایت باوقار اور جاذب شخصیت کے مالک تھے اور ایک دینی گھرانے سے تعلق کے باعث دونوں میاں بیوی نماز روزہ کے سخت پابند تھے۔ دونوں ایک دوسرے سے بڑھ کر مخیر تھے اپنے عزیز و اقارب کی ضروریات کا بے حد خیال رکھتے۔ شاید کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی نہ کوئی عزیز ان کے ہاں مقیم نہ رہا ہو۔ بقول ملک نور محمد ہمارے چچا صاحب اور چچی جان ہم پر والدین سے زیادہ مہربان اور شفیق تھے۔ اللہ کریم ان دونوں کے درجات بلند فرمائے کہ اخلاص اور محبت ان کو بزرگوں سے ورثہ میں ملے تھے۔ ملک نور محمد نے اکتوبر ۱۹۴۰ء میں اپنی ملازمت کا آغاز کوئٹہ سے کیا جبکہ وہ اپنے چچا صاحب کے ہاں مقیم تھے جو اس وقت کوئٹہ میں تحصیل دار تھے۔ ۵۲۔۱۹۵۱ء میں مکران اسٹیٹ میں راجہ احمد خان صاحب جن کو اس وقت اس ریاست کا منتظم مقرر کیا گیا تھا کے ساتھ تعینات رہے۔ ۱۹۵۲ء میں بطور تحصیل دار سپیشل گریڈ میں ریٹائرڈ اور ۱۱ دسمبر ۱۹۷۰ء کو تقریباً ساڑھے ۷۵ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ ایک بیوہ کے علاوہ دو بیٹے ملک احمد حسین، ملک عبدالرشید اور پانچ بیٹیاں سوگوار چھوڑیں۔ ان کی بڑی بیٹی کی شادی غازی میاں محمد کے چھوٹے بھائی ملک عطا محمد سے ہوئی تھی۔

Marfat.com

مزار شریف کی تعمیر

چونکہ غازی میاں محمد صاحب کو ایک سال کے لئے بطور امانت مدراس میں دفن کیا گیا تھا۔ اس ارادہ اور نیت سے کہ اگر بعد میں ممکن ہوا تو ان کی میت اپنے گاؤں تلہ گنگ (پنجاب) لے جائی جائے گی۔ اس ارادہ سے صوبیدار غلام محمد صاحب چوتھی بار اور آخری بار غالباً فروری رمارچ ۱۹۳۹ء (یعنی شہادت کے ایک سال کے اندر) اکیلے ہی مدراس تشریف لے گئے کہ اگر ممکن ہو تو غازی صاحب کے جسدِ خاکی کو اپنے گاؤں تلہ گنگ لانے کا بندوبست کر سکیں۔

مقامی مذہبی حلقوں اور اس سلسلہ میں دلچسپی رکھنے والے حضرات نے صوبیدار صاحب کو بہ اصرار یہ مشورہ دیا کہ غازی صاحب کا جسد مبارک مدراس میں ہی مدفون رہنے دیا جائے۔ دوسری طرف حکومت وقت سے اجازت نہ ملنے کی دشواری بھی درپیش تھی اس لئے مجبوراً اس فیصلہ پر صوبیدار صاحب کو صاد کرنا پڑا۔ لہٰذا اب قبر کو پختہ کرانے کا ارادہ کیا۔ مدراس کے فوجی ہسپتال میں کرنل ڈاکٹر نور احمد صاحب کے ہمراہ خوشاب ضلع سرگودھا کے ایک ڈاکٹر قاضی مختیار احمد صاحب بھی تھے ان کے پاس غازی صاحب کو ہفتہ وار ڈاکٹری ملاحظہ کے لئے لے جایا جاتا تھا۔ بحیثیت مسلمان اور پھر تلہ گنگ سے قریب کے علاقہ سے تعلق کے باعث ڈاکٹر قاضی مختیار احمد صاحب کو بھی اس کیس سے ایک گونہ تعلق اور دلچسپی رہی تھی۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ صوبیدار صاحب کا ارادہ غازی صاحب کی قبر پختہ کرانے کا ہے تو انہوں نے اپنے کسی دوست شاعر سے قبر کے لئے قطعہ لکھنے کی فرمائش کی۔ ماشاء اللہ خوشاب کا علاقہ شروع سے ہی اس سلسلہ میں زرخیز واقع ہوا ہے لہٰذا ڈاکٹر صاحب کی کوشش اور فرمائش سے کسی صاحب نے مندرجہ ذیل قطعہ ارسال فرمایا جو مزار کے کتبہ پر کندہ آج بھی موجود ہے۔

اے یادگارِ عزت ناموسِ مصطفیٰ ﷺ
کیا خُوب انتخاب تھا تیری حیات کا
بدلہ لیا ہے دُشمن احمد کا تُو نے خُوب
منظور کر چکا ہے شہادت تیری خُدا

Marfat.com

مزار کی تیاری کے بعد غازی صاحب کے والد بزرگوار تقریباً دو ہفتے (۱۵،۲۰) دنوں کے بعد اپنے گاؤں تلہ گنگ ۲۰ اپریل ۱۹۳۸ء کو واپس آ گئے۔ اس کے بعد لگاتار کوشش اور خواہش کے باوجود آج تک ہم اپنے ارادہ کی تکمیل نہیں کر سکے کہ مدراس جا سکیں۔

جو تمنا بر نہ آئے عمر بھر عمر بھر اُس کی تمنا کیجئے

اب غازی صاحب کے معاصرین سے روابط کے سلسلہ میں جو معلومات حاصل کی گئی ہیں ان کی تفصیلات اس طرح سے ہیں۔

اہلِ مدراس سے رابطہ

جناب پروفیسر محبوب پاشا صاحب امیر محل (کیمپس) مدراس

جناب پروفیسر محبوب پاشا صاحب کا گرامی نامہ مورخہ ۸۸۔۶۔۳ بنام رائے محمد کمال صاحب اور جناب جعفر حسین جعفری صاحب حیدر آباد (بھارت) گرامی نامہ مورخہ ۸۹۔۱۰۔۱۲ کی فوٹو کاپیاں جناب رائے محمد کمال صاحب نے اپنے گرامی نامہ مورخہ ۸۹۔۱۲۔۱۰ کے ہمراہ ملک نور محمد کو بھجوائی تھیں۔ دونوں حضرات کو الگ الگ تفصیلی خطوط جواباً ۸۹۔۱۲۔۳۱ اور ۹۰۔۱۔۸ علی الترتیب تحریر کر دیئے گئے تھے۔ جعفری صاحب نے تو ۹۰۔۴۔۳ کو خط کا جواب ارسال فرمایا مگر پروفیسر محبوب پاشا صاحب کی جانب سے کوئی جواب نہ آیا۔

پروفیسر محبوب پاشا صاحب نے اپنے گرامی نامہ مورخہ ۸۸۔۶۔۳ میں برادر محترم غازی میاں محمد شہیدؒ کے مزار اور پیر دستگیر حضرت ساوی صاحبؒ کے مقبرے کا جو حوالہ اور غازی صاحب کے مزار پر کتبہ کی جو عبارت نقل کی ہے وہ بالکل درست ہے کیونکہ مقبرہ اور مزار دونوں کی تصاویر والد گرامی خود بھی لائے تھے اور ملک نور محمد کے پاس محفوظ ہیں۔ شاید یہ بھی درست ہو کہ

Marfat.com

کتبے پر جو قطعہ تحریر ہے وہ سید ابوالبرکات انوؔر (مرحوم) کا لکھا ہوا ہو مگر بقول غازی صاحب کے والد محترم یہ قطعہ ڈاکٹر قاضی مختیار احمد صاحب (جن کا تعلق جوہر آباد ضلع خوشاب سے تھا) انہوں نے والد گرامی کو لکھوا کر دیا تھا۔ ممکن ہے ڈاکٹر صاحب نے یہ قطعہ سید ابوالبرکات انوؔر صاحب سے ہی حاصل کیا ہو۔

پروفیسر محبوب پاشا صاحب کے گرامی نامہ مورخہ ۸۸۔۶۔۳ میں تین اہم باتیں قابل وضاحت ہیں:-

(۱) بس زیادہ سے زیادہ دو سو آدمی نماز جنازہ میں شامل تھے۔

(۲) مولانا عینی شاہ صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور

(۳) بعد میں چند مخیرّ حضرات نے قبر تعمیر کرائی اور کتبہ لگوا دیا۔ ان تینوں امور کی وضاحت ذیل میں درج ہے:-

(۱) سو دو سو آدمی نماز جنازہ میں شامل تھے

اس بارے میں نور محمد نے جناب کپتان نظام خان صاحب جن کی آخری شہادت کے وقت بھی غازی صاحبؒ کے ساتھ ڈیوٹی تھی دریافت کیا انہوں نے اپنے گرامی نامہ مورخہ ۹۰۔۱۔۶ کے ذریعے مطلع فرمایا۔ ان کے الفاظ ہی درج ہیں۔

''رہا جنازہ میں کتنے آدمی جمع ہو گئے تھے۔ سو دو سو کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہزار دو ہزار کا بھی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ مدراس مسلم اخبار نے تعداد کے مطابق بہت بڑا لمبا چوڑا اداریہ لکھا تھا۔ اس سے اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔ مقبرہ سمندر کے کنارے بہت بڑا میدان ہے۔ اخبار نے لکھا تھا کہ میدان لوگوں سے کھچا کھچ بھرا پڑا تھا۔ بلکہ اخبار نے لکھا تھا کہ بہت بڑی تعداد میں لوگ جنازہ سے لیٹ ہو گئے تھے۔ مدراس کے مسلمان تو درکنار گردونواح کے دیہات کے لوگ جوق در جوق آ رہے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ غائبانہ اطلاع ان کو ملی ہے۔ ۳۸۔۴۔۱۲ کو جمعتہ

Marfat.com

المبارک تھا۔ جب نماز پڑھی گئی تو میر عالم صاحب آپ کے والد محترم کو بچے کی شہادت کی مبارک باد دیتے ہی زار و قطار رونے لگے۔ کم از کم چھ دفعہ اس نے ایسا کیا۔ بڑی مشکل سے مولوی صاحب ہوش میں آئے۔ میرے اندازے کے مطابق کم از کم ۶ ہزار سے اوپر لوگ (مسلمان) جنازے میں شریک ہوئے۔

(۲) نماز جنازہ کس نے پڑھائی:۔

کپتان نظام خان صاحب نے بھی اپنے اس گرامی نامہ میں تحریر فرمایا ہے کہ جس طرح آپ کے والد بزرگوار کا فرمان تھا۔ مولوی میر عالم صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ اس میں کسی قسم کے شکوک و شبہات کی گنجائش نہیں ہے۔ ۸۹-۱۲-۲۵ کو محترم جناب میجر غلام یٰسین صاحب نے بھی اس بات کی تصدیق کی کہ نماز جنازہ مولوی میر عالم صاحب نے ہی پڑھائی تھی جن کا تعلق مری سے تھا اور ان کی پلٹن ۲/۱۳ فرنٹیئر فورس رائفلز (جس کا پرانا نام ۵۶ بھائی بند تھا) اور اب ۸ ایف ایف آر ہے کے پیش امام تھے۔

(۳) بعد میں چند مخیرّ حضرات نے قبر کی تعمیر کرائی اور کتبہ لگوا دیا۔

پروفیسر محبوب پاشا کی یادداشت ان کا ساتھ نہیں دے رہی۔ یہ ہرگز درست نہیں کہ غازی صاحب کی قبر چند مخیرّ حضرات نے تعمیر کرائی اور کتبہ لگوا دیا تھا۔ غازی صاحب کو شہادت کی سعادت تو ۳۸-۴-۱۲ کو نصیب ہوئی تھی جس کے بعد اُن کے والد محترم والدہ محترمہ اور چھوٹے بھائی عطا محمد ۱۶ اپریل ۱۹۳۸ء تک مدراس میں ہی مقیم رہے چونکہ غازی صاحب کو شہادت کے بعد ایک سال کے لئے بطور امانت دفن کیا گیا تھا مگر فوجی حکام نے والد صاحب کو میت گاؤں لے جانے کی اجازت نہ دی اور مقامی مذہبی حلقوں نے بھی اصرار کیا کہ غازی صاحب کے جسم مبارک کو مدراس میں ہی مدفون رہنے دیا جائے۔ اس لئے جب والد صاحب (چوتھی دفعہ غالباً فروری / مارچ ۱۹۳۹ء میں شہادت سے ایک سال کے اندر) مدراس تشریف لے گئے تو والد صاحب نے

Marfat.com

خود غازی صاحب کی قبر کو پختہ کرایا تھا اور کتبہ بھی لگوایا تھا۔ کتبہ پر کندہ تحریر کوائف اور قطعہ بھی ڈاکٹر قاضی مختیار احمد صاحب جوہر آبادی نے لکھوا کر نذر کیا تھا کندہ کرایا گیا۔ والد گرامی غازی صاحب کے مزار اور پیر دستگیر ساوی صاحبؒ کے مقبرہ اور ملحقہ مسجد کی تصاویر بھی ساتھ لائے تھے جو ملک نور محمد کے پاس موجود ہیں۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ بھی ہے کہ شہادت کے بعد (والد بزرگوار کی غیر موجودگی میں) جو کوائف\عبارت کتبہ پر درج ہے کسی اور کو کب معلوم تھی۔

ملک نور محمد نے کپتان صاحب کے مندرجہ بالا خط کی فوٹو کاپی جعفری صاحب کے نام اپنے خط مورخہ ۹۰-۱-۸ بھجوائی تھی اور ان کو صحیح صورت حال سے آگاہ کیا تھا کہ پروفیسر صاحب کو شاید درست یاد نہیں رہا۔

کپتان نظام خان صاحب جو اس وقت ۲/۱۳ فرنٹیئر فورس رائفلز کے جمعدار ایڈ جوٹنیٹ کے اہم عہدہ پر فائز تھے اور پھر غازی صاحب کی شہادت کے وقت اپنے جوانوں کے ایک دستہ سمیت ڈیوٹی پر تھے اور اس طرح ایک ذمہ دار عینی شاہد ہونے کے باعث ان کا موقف پروفیسر پاشا کے مقابلہ میں زیادہ مستند اور درست ہے۔ پروفیسر صاحب کی عمر (بقول ان کے) اس وقت تقریباً ۱۹/۱۸ برس تھی لہذا عین ممکن ہے کہ ۱۹۸۸ء میں یعنی پچاس سال بعد ان کی یادداشت ساتھ نہ دے رہی ہو۔

غازی صاحب کے والد محترم کے بقول جس کی تصدیق میجر غلام یٰسین صاحب اور کپتان نظام خان صاحب بھی کرتے ہیں " نماز جنازہ مولوی میر عالم صاحب نے پڑھائی تھی" اور یہ یقیناً درست ہے کیونکہ مولوی میر عالم صاحب والد گرامی کے ہمراہ شہادت کے وقت بھی غازی صاحب کے پاس موجود تھے۔ غازی صاحب جب آخری لمحات میں بھی ہشاش بشاش تھے تو مولوی صاحب نے والد بزرگوار سے فرمایا کہ یقیناً اللہ کریم نے غازی صاحب کو جنت کے مناظر دکھا دیئے ہیں۔ اس لئے وہ اس قدر خوش ہیں۔ ان کا جوش ایمانی اور شوق شہادت اس بات

Marfat.com

سے واضح تھا جب غازی صاحب کی شہادت کا مقررہ وقت قریب آیا۔ آپ پہلے والد صاحب سے بغل گیر ہوئے اور پھر مولوی میر عالم صاحب سے پھر تختہ دار پر کھڑے ہوکر غازی صاحب نے کئی بار کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت پڑھا اور اپنی پگڑی والد صاحب کے حوالہ کی اور دو بار نعرہ تکبیر بلند کیا۔

غازی صاحب کو جب ان کے والد بزرگوار نے کن ٹوپ (ٹوپی) پکڑائی تو انہوں نے فرطِ محبت اور شوقِ شہادت کے پیش نظر نعرہ تکبیر بلند کیا کلمہ شہادت پڑھا اور پھر پھانسی کا پھندا اپنے والد گرامی سے پکڑ کر دوبارہ چوم کر اپنے گلے میں ڈال لیا۔ اس سے جہاں غازی صاحب کے شوق شہادت کا اظہار ہوتا ہے وہاں کوئی چشم تصور سے ان کے والد بزرگوار کے حوصلہ اور ہمت کو بھی دیکھے جو اپنے ۲۳ سالہ جوان فرزند ارجمند کو اپنے ہاتھ سے کن ٹوپ اور پھانسی کا پھندہ پکڑا رہے تھے۔ نہ الفاظ میں منظر بیان کیا جا سکتا ہے اور نہ باپ بیٹے کے حوصلے اور ہمت کو داد دی جا سکتی ہے۔

''ایں سعادت بزور بازو نیست''

غازی میاں محمد شہید کی شہادت کی سب سے پہلی اخباری خبر کی اشاعت

غازی میاں محمد شہیدؒ کے والد محترم صوبیدار غلام محمد صاحب غازی صاحب کی والدہ محترمہ اور چھوٹا بھائی عطا محمد جو اس وقت دوسری جماعت کے طالب علم تھے غازی صاحب کی شہادت ۱۲ اپریل ۱۹۳۸ء کے بعد ۱۶ اپریل ۱۹۳۸ء تک مدراس (بھارت) میں ہی مقیم رہے۔ ۱۶ اپریل کو مدراس سے بذریعہ ٹرین روانہ ہو کر چار دن کی طویل مسافت کے بعد ۲۰ اپریل ۱۹۳۸ء کو اپنے گاؤں تلہ گنگ (اب ضلع چکوال) واپس پہنچے تو دو چار دنوں میں ہی غازی صاحب کے ہم عمر اور دوست شیخ سراج

Marfat.com

دین صاحب جو پڑوسی بھی تھے غازی صاحب کے والد بزرگوار سے ضروری معلومات اور کوائف حاصل کر کے غازی صاحب پر ایک طویل مضمون اس وقت کے مشہور روزنامہ اخبار ''زمیندار'' لاہور میں غالباً اپریل ۱۹۳۸ء کے آخری عشرہ میں ہی شائع کرایا تھا جو مولانا ظفر علی خان کی زیر ادارت شائع ہوا تھا۔ یہ مضمون اخبار کے پورے صفحہ اول پر شہ سرخیوں کے ساتھ شائع ہوا تھا اور صفحہ کے درمیان میں غازی صاحب کی تصویر بھی شامل اشاعت تھی۔ یہ سب سے پہلی اخباری خبر تھی جو پنجاب میں ایک روزنامہ اخبار میں شائع ہوئی مگر بقول غازی صاحب کے چھوٹے بھائی ملک نور محمد جو اس وقت بمشکل ۱۶ سال کی عمر کے تھے اور اس وقت اتنا شعور نہ تھا کہ اس تفصیلی اور تاریخی اخباری خبر کی کیا افادیت ہے کہ اس اخبار کو سنبھال رکھتے۔

جب سے ان کو اس تفصیلی مضمون کی اہمیت کا احساس ہوا ہے کہ یہ ایک تاریخی شہادت ہے وہ لگاتار کوشش میں ہیں کہ وہ مذکورہ زمیندار اخبار کو کہیں سے حاصل کر سکیں مگر تا حال ان کو اس سلسلہ میں کامیابی نہیں ہوئی۔ ''جو تمنا بر نہ آئے عمر بھر، عمر بھر اُس کی تمنا کیجئے'' کے مصداق ابھی تک اس سلسلے میں کوشاں ہیں۔

مطلوبہ زمیندار اخبار لاہور کے حصول کے لئے انہوں نے بیرون ملک و اندرون ملک بھی بے شمار حضرات کو خطوط لکھے ہیں مگر تا حال کہیں سے بھی مثبت جواب نہیں ملا بلکہ اکثریت سے تو جواب ہی نہیں ملا۔ ممکن ہے بیرون ملک ان کے خطوط ہی نہ پہنچے ہوں۔ خصوصاً بھارت کے مکتوب الیہ کو دوسرے کافی عرصہ گزر جانے کے بعد اس کی تلاش کے لئے آج کل اتنی فرصت کس کو ہے کون اتنی تکلیف کرے۔

بیرون ملک جن حضرات کو خطوط لکھے ہیں ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں

(۱)۔ مولانا محمد یوسف اصلاحی صاحب مکتبہ ذکریٰ، رام پور (یو پی) انڈیا۔

Marfat.com

مولانا کا تعلق (حضرو) ضلع اٹک کے کسی قریبی گاؤں سے تھا۔ ملک نور محمد نے اپنے دوست حاجی محمد یوسف XEN کے ذریعے مولانا کے گاؤں سے ڈاک کا پتہ حاصل کر کے ۸۸۔۴۔۱۹ کو خط لکھا تھا مگر کوئی جواب نہیں آیا۔

(۲)۔ جنرل سیکرٹری جماعت اسلامی ھند مرکز جماعت اسلامی نیو دہلی۔ کوئی

(۳)۔ مولانا ابواللیث صاحب امیر جماعت اسلامی نیو دہلی۔ جواب نہیں

(۴)۔ یو کے اسلامک مشن لندن آیا''

(۵)۔ جناب جعفر حسین صاحب (صحافی) حیدر آباد

جناب جعفری صاحب کے ساتھ اکتوبر ۱۹۸۹ء سے اکتوبر ۱۹۹۷ء تک طویل عرصہ تک خط و کتابت رہی۔ وعدہ کے باوجود جعفری صاحب بھی مذکورہ اخبار تلاش نہیں کر پائے ان کا مفصل احوال الگ آئے گا۔

مولانا کمپنی لمیٹڈ لنگی والے مدراس

مولانا لنگی والے مدراس کے بہت بڑے تاجر تھے۔ جن کا اندرون ملک اور بیرون ملک لنگیوں کا کاروبار تھا۔ غازی صاحب میاں محمد شہیدؒ کے والد بزرگوار صوبیدار غلام محمد اپنے گاؤں تلہ گنگ سے جب پہلی بار مئی ۱۹۳۷ء میں مدراس گئے تو دیگر مسلمان اکابرین کے علاوہ مولانا لنگی والوں کی مشاورت سے ہی یکے بعد دیگرے دونوں وکلاء حضرات کا انتخاب کیا گیا تھا۔ جب بھی ضرورت پڑی تو والد محترم ان سے صلاح مشورہ کرتے تھے۔ اس کے پیش نظر ان کو مندرجہ ذیل تواریخ پر تین خطوط لکھے تھے مگر ان کی جانب سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ چونکہ کافی عرصہ گزر چکا ہے ممکن ہے اس وقت کے بزرگ حضرات اللہ کو پیارے ہو چکے ہوں۔

(ا) ۸۱۔۹۔۲۶ (ب) ۸۳۔۲۔۲۱ (ج) ۸۳۔۶۔۲۷

Marfat.com

ڈاکٹر ایم اے صوفی صاحب

ان کا تعلق لاہور سے تھا۔ وہ ۱۹۸۷ء میں بھارت گئے تھے اور واپسی پر انہوں نے بھارت کے سفر کی روئیداد نوائے وقت لاہور میں شائع کی تھی جس میں مدراس کے MD Raza ممبر پارلیمنٹ (ایم ڈی رضا صاحب) کا بھی ذکر تھا۔ ایم اے صوفی صاحب سے ایم ڈی رضا صاحب کا پتہ حاصل کر کے ان کو ۸۷۔۱۱۔۲۲ کو خط لکھا تھا مگر کوئی جواب نہیں آیا۔

جناب اعجاز احمد اسلم صاحب چیئرمین اسلامک فاؤنڈیشن ٹرسٹ مدراس

جناب اعجاز احمد اسلم صاحب کو بھی ۱۹۹۱۔۱۰۔۱۹ کو خط لکھا تھا مگر جواب نہیں آیا۔

سید ایم ریاض احمد نمبر ۶۴ پیٹرس روڈ رانی پیٹ مدراس۔ ۶۰۰۰۱۴

غازی میاں محمد شہید کے چھوٹے بھائی ملک نور محمد جب پہلی بار ۱۹۷۸ء میں حج کی سعادت حاصل کرنے سعودی عرب گئے تو پاکستان واپسی سے قبل چند دن وہ ایک برخوردار شیخ شفاعت علی صاحب کے پاس جدہ میں مقیم رہے۔ شیخ شفاعت علی صاحب کے والد محترم شیخ نعمت علی صاحب دھرم پورہ لاہور میں مقیم تھے۔ شیخ نعمت علی صاحب اور ملک نور محمد صاحب ملازمت کے دوران سیالکوٹ میں اکٹھے رہ چکے ہیں اور ملک نور محمد کے بڑے بیٹے کرنل محمد اعجاز (مرحوم) کے ایف سی کالج لاہور کے ہم جماعت تھے۔ جدہ میں قیام کے دوران سعودی گزٹ (انگلش) میں سید ایم ریاض احمد صاحب کا اشتہار برائے ملازمت شائع ہوا تھا۔ ان کا پتہ ملک نور محمد نے نوٹ کر لیا اور پاکستان (راولپنڈی) واپس آ کر سید ریاض احمد صاحب کو ۱۹۷۸۔۱۲۔۲۸ کو مدراس کے پتہ پر خط لکھا۔

سید ایم ریاض احمد صاحب نے ازراہ عنایت اس خط کا فوری طور پر ایئر میل ایروگرام

Marfat.com

کے ذریعے ۹۷۹ ۔ ۱ ۔ ۲۰ کو جواب ارسال فرمایا۔ یہ اہل مدراس سے پہلا رابطہ تھا۔ جناب سید ایم ریاض احمد صاحب کے انگریزی خط کا اردو ترجمہ مندرجہ ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منجانب سید ریاض احمد (بی ایس سی)

۲۰ جنوری ۱۹۷۹ء

ڈیئر مسٹر نور محمد خان

آپ کا گرامی نامہ مورخہ ۲۸ دسمبر ۷۸ء مجھے ۹ جنوری ۷۹ء کو ملا اور پاکستان سے ایک بھائی سے تعارف حاصل کر کے مجھے خوشی ہوئی۔ امید ہے جواب میں تاخیر کے لئے آپ محسوس نہیں کریں گے کیونکہ میں ٹائیفائیڈ بخار کے باعث گزشتہ ہفتہ تک بستر پر رہا۔ میں ہمیشہ اپنے بھائیوں کی خدمت میں خوشی محسوس کرتا ہوں۔ حضرت پیر دستگیر ساوی صاحبؒ کے قبرستان سے میں خوب واقف ہوں کیونکہ میرے اکثر رشتہ دار بشمول میرے والد محترم بھی اسی قبرستان میں مدفون ہیں۔ عام طور پر ہر ماہ ایک آدھ بار اس قبرستان کی زیارت کے لئے جاتا ہوں اس لئے آپ کے برادر محترم کا مزار تلاش کرنے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی جو مقبرہ اور مسجد کے درمیان اور مقبرہ میں داخل ہوتے وقت بائیں جانب ہے۔

میں نے پیش امام صاحب سے بھی ملاقات کی جنہوں نے اس پاک شخصیت کی تاریخ سے آگاہ کیا۔ معلوم ہوا کہ انہوں نے ایک ہندو کو گولی ماردی تھی جو اکثر پیغمبر محمد ﷺ کی شان میں گستاخی کیا کرتا تھا اور تلاوت کلام پاک اور ذکر کے دوران ان کو تنگ کیا کرتا تھا۔ وہ خوف خدا رکھنے والے اور عاشق رسول ﷺ تھے۔ انہوں نے اقرار جرم کیا کہ انہوں نے اس ہندو کو قتل کیا ہے جس پر عدالت نے ان کو سزائے موت دی۔ ان کو پھانسی کی سزا ہوئی اور ۱۹۳۸ ۔ ۴ ۔ ۱۲ کو احترام اور عزت سے ان کو دفن کیا گیا۔ مجھے بتایا گیا کہ وہ نہ صرف سچے مسلمان تھے بلکہ ایک مومن

Marfat.com

تھے اور ان کی شہادت ''جہاد'' ہے اس طرح انہوں نے شہادت حاصل کی۔ مجھے بتایا گیا کہ حال ہی میں ایک نیک دل تاجر مسٹر قادر نے مزار کی معمولی مرمت کرائی ہے۔ مزار کو سیمنٹ لگا کر سرخ رنگ کا پینٹ کر دیا گیا ہے۔ اس طرح مزار اب بالکل تسلی بخش حالت میں ہے۔ پرانا کتبہ مزار پر موجود ہے جس سے ان کے کوائف بالکل صاف اور واضح ہیں۔ میں گذشتہ کئی سالوں سے اس مزار کو دیکھتا آ رہا تھا مگر مرحوم کی کہانی معلوم نہ تھی۔ ہر شب برات کو مزار کو پھولوں سے سجایا جاتا ہے، کلام پاک کی تلاوت کی جاتی ہے اور نعت خوانی ہوتی ہے۔ پیش امام اور تین گورکن مرحوم کا بے حد احترام عزت کرتے ہیں اور مزار کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ اس مزار کے متعلق میں اتنا کچھ لکھ سکتا ہوں اور آئندہ جب بھی اس قبرستان جانا ہوا تو مزار کی زیارت کیا کروں گا۔ جہاں تک آپ نے سوال کیا ہے میں اردو کو اچھی طرح سمجھتا ہوں کیونکہ یہ میری مادری زبان ہے اور میں عربی بھی جانتا ہوں۔ مجھے سعودی عرب میں ملازمت کا بے حد شوق ہے اور اس خیال سے میں نے سعودی گزٹ میں اشتہار دیا تھا۔ جو میں نے اپنے ایک عزیز کی معرفت شائع کرایا تھا۔ جو حج کے لئے گئے تھے اور اب واپس آ گئے ہیں۔ میں نے مدراس یونیورسٹی سے گریجویشن (بی ایس سی) کی ہے جس میں اردو پارٹ II حساب لازمی کے ساتھ فزکس اور کیمسٹری اضافی مضامین تھے۔ اس کے علاوہ میں ٹائپنگ (۴۰ الفاظ فی منٹ) اور انگلش شارٹ ہینڈ بھی جانتا ہوں۔ میرے پاس بین الاقوامی پاسپورٹ نمبر ایل۔۲۷۲۷۸۹ ہے جو تمام ممالک کے لئے ہے۔ میں عربی سیکھ رہا ہوں۔ میرے بڑے بھائی حال ہی میں انتقال کر گئے ہیں۔ ان کی ذمہ داریاں بھی مجھے سنبھالنا ہیں۔ اس لئے بیرون ملک ملازمت کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ بہتر وسائل سے مرحوم بھائی کی فیملی کی دیکھ بھال کر سکوں۔ میں شادی شدہ ہوں۔ میری عمر ۴۵ سال ہے (۴ مئی ۱۹۳۲ء) میں اس وقت مرکزی ٹیکسٹائل کے محکمہ میں بطور U.D.C سینئر کلرک ملازم ہوں۔ ان کوائف کے ساتھ آپ کا مشکور ہوں۔ اگر آپ سعودی عرب میں اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے ایڈمنسٹریشن یا ٹائپسٹ یا

Marfat.com

سٹینوگرافر کی ملازمت میں مدد کر سکیں۔ اگر مزید کوائف ضرورت ہوں تو لکھیں۔ یہ بطور بھائیؓ کے میری ذاتی درخواست ہے۔

میں ہمیشہ اپنے بھائیوں کی ضرورت کے لئے حاضر ہوں اور اس طرح آپ کے لئے بھی مجھے آپ کے بارے میں مزید تفصیل جان کر خوشی ہوگی آیا آپ ملازمت میں ہیں یا کاروبار کرتے ہیں۔ آپ کسی وقت بھی مجھے لکھ سکتے ہیں۔ احترام کے ساتھ آپ کا خیر اندیش۔

دستخط: سید ریاض احمد''

نوٹ: مندرجہ بالا ایروگرام (ایئر میل) خط غازی صاحب کے بھائی ملک نور محمد کے پاس محفوظ ہے۔ ایم سید محمد ریاض صاحب کے مندرجہ بالا خط کا جواب ملک نور محمد نے ۹-۱۹۷۹-۲-۵ کو دیا تھا جس کے بعد ایک اور خط بھی ان کے نام ۹۱-۸-۲۲ کو لکھا تھا مگر ان کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ ممکن ہے ان کو سعودی عرب میں ملازمت مل گئی ہو۔ اگر وہ مدراس میں موجود ہوتے تو امید ہے وہ ضرور جواب دیتے۔

عبدالرحمٰن صاحب ایکسین

قیام پاکستان کے بعد ۱۹۴۸ء میں جب ملک نور محمد سروس کے دوران پشاور میں تعینات تھے تو ان کو معلوم ہوا کہ جناب عبدالرحمٰن صاحب XEN جو ان کے دفتر میں ڈپٹی کمانڈر ایم ای ایس تھے ان کا تعلق مدراس سے ہے اور وہ مدراس رخصت پر جا رہے تھے۔ ملک نور محمد عبدالرحمٰن صاحب سے ملے اور ان سے گزارش کی کہ رخصت کے دوران وہ غازی میاں محمد شہید کے مزار کو جو حضرت پیر دستگیر ساوی صاحب کے مقبرہ کے سامنے ہے ضرور دیکھیں اور اگر کوئی چھوٹی موٹی مرمت ہو تو ان کے خرچ پر کرا دیں۔ جونہی ملک نور محمد نے ان کو بتایا کہ وہ غازی میاں محمد شہیدؒ کے بھائی ہیں تو وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور ان کو گلے لگا لیا اور کہنے لگے "You are a great man - brother of a great man" کہ تم ایک بہت عظیم آدمی ہو

Marfat.com

ایک بڑے آدمی کے بھائی ہو۔ آپ نے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ آپ غازی میاں محمد شہیدؒ کے بھائی ہیں۔ پھر اپنے پاس بٹھا کر کافی دیر غازی صاحب کی باتیں کرتے رہے۔ انہوں نے اطمینان دلایا کہ آپ بے فکر رہیں وہ جاتے ہی غازی صاحب کے مزار پر حاضری دیں گے اور اگر کوئی مرمت وغیرہ کی ضرورت ہوئی تو وہ ضرور کرا دیں گے۔

مگر رخصت کے بعد عبدالرحمٰن صاحب پاکستان واپس نہ آئے اور ملازمت بھی ترک کر دی۔ سنا تھا کہ ان کی اہلیہ بہت امیر خاتون تھیں اور انہوں نے اپنے میاں کو ملازمت کرنے اتنے دور نہیں آنے دیا۔ وہاں جا کر عبدالرحمٰن صاحب شاید اس ملاقات کو بھول ہی گئے ہوں کیونکہ ان کی طرف سے کوئی اطلاع بھی نہیں آئی۔

حوالدار مستری فضل حسین صاحب

حوالدار فضل حسین کا تعلق تلہ گنگ کے قریبی دیہات ملکوال سے ہے اور ان کے سسرال غازی میاں محمد صاحب کے والدین کے پڑوسی ہیں۔ حوالدار فضل حسین صاحب ملازمت کے دوران مدراس میں مقیم تھے وہاں سے وہ رخصت پر گاؤں آئے تو غازی میاں محمد کے والد صاحب صوبیدار غلام محمد جو اُن کو پہلے ہی جانتے تھے سے ملے۔ حوالدار فضل حسین صاحب کو تاکید کی کہ وہ واپس جا کر پیر دستگیر ساوی صاحبؒ کے قبرستان میں غازی میاں محمد شہیدؒ کے مزار پر ضرور جائیں اور اگر کسی قسم کی مرمت وغیرہ کی ضرورت ہو تو کرا دیں اور صورت حال سے ان کو مطلع بھی کر دیں۔

حوالدار فضل حسین صاحب دسمبر ۱۹۴۶ء میں رخصت سے واپس گئے تو انہوں نے پہلی فرصت میں پیر دستگیر ساوی صاحب کے قبرستان میں مقبرہ کو تلاش کر کے غازی صاحب کا مزار دیکھ کر صوبیدار غلام محمد صاحب کو تلہ گنگ کے پتہ پر خط لکھ کر تسلی دلائی کہ مزار کے ایک کونے پر معمولی سیمنٹ لگانے کی ضرورت ہے جس کا وہ خود ہی بندوبست کر دیں گے۔ مزار اور اس پر کتبہ بالکل

Marfat.com

اچھی حالت میں ہے۔ کسی قسم کا فکر نہ کریں۔ حوالدار فضل حسین صاحب کا یہ خط صوبیدار صاحب نے اپنے بیٹے ملک نور محمد کو ۱۷ جنوری ۱۹۴۷ء کو ان کی اطلاع کے لئے بھجوادیا۔ جو ان کے پاس محفوظ ہے۔ یہ اہل مدراس سے آخری رابطہ تھا۔

عبدالرقیب صاحب

ترجمان القرآن لاہور کے شمارہ بابت جولائی ۱۹۹۷ء میں جناب عبدالرقیب صاحب معرفت اسلامک فاؤنڈیشن ٹرسٹ مدراس کا ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ اس حوالہ سے جناب عبدالرقیب صاحب کو ۹۷۔۸۔۸ کو ایک عریضہ لکھا تھا مگر کوئی جواب نہ ملا۔

پاکستانی سفارت خانہ دہلی سے رابطہ

غالباً ۱۹۸۷ء کے دوران یا ۱۹۸۸ء کے اوائل میں ملک نور محمد کے بڑے بیٹے کرنل اعجاز ملک کے ایک دوست پاکستانی سفارت خانہ دہلی میں تعینات ہو کر بھارت جا رہے تھے تو کرنل اعجاز ملک نے اپنے چچا صاحب غازی میاں محمد شہیدؒ کی ایک کتاب ان کو دی تھی اور ان سے اس خواہش کا اظہار بھی کیا تھا کہ میرے ابا جی مدراس جا کر اپنے برادر محترم غازی صاحب کے مزار شریف کی زیارت کرنا چاہتے ہیں۔ ان مہربان صاحب نے بھارت جا کر مناسب آدمی کی تلاش شروع کر دی مگر مدراس کے کسی فرد سے ان کا رابطہ نہ ہو سکا۔ تاہم حیدر آباد (دکن) بھارت سے تعلق رکھنے والے جناب جعفر حسین جعفری صاحب (صحافی) جو روز نامہ منصف حیدر آباد کے ایڈیٹر ہیں ان سے رابطہ ہوا اور غازی صاحب کی کتاب جو رائے محمد کمال صاحب نے مرتب کی تھی ان کو دی اور ان سے درخواست کی کہ وہ بذات خود مدراس جا کر غازی صاحب کے مزار شریف کی تلاش کریں اور وہاں کے واقف حال افراد سے رابطہ کریں اور پھر ان کو صورت حال سے مطلع کریں۔

Marfat.com

جعفری صاحب نے یہ کام نہایت اچھے انداز میں سرانجام دیا جس کی تفصیل الگ سے عرض کی جائے گی۔ غازی صاحب کے بھائی ملک نور محمد مارچ ۱۹۹۰ء میں لاہور گئے تو وہاں اپنے مہربان میاں محمد غلام رسول صاحب گلبرگ تھری کے ذریعے ایک صاحب سے اچانک ملاقات ہوئی جو پاکستانی سفارت خانہ دہلی سے رخصت پر لاہور آئے ہوئے تھے۔ اُن کو ایک دستی خط ۹۰۔۳۔۲۱ کو ان صاحب کے نام دیا جن کو کرنل اعجاز ملک نے غازی صاحب کی کتاب دی تھی۔ یہ دستی عریضہ ان کو مل گیا جس کا جواب انہوں نے ۵ ستمبر ۱۹۹۰ء کو بھجوایا جو نومبر ۱۹۹۰ء کو (اچھرہ) لاہور سے پوسٹ کیا گیا اور ملک نور محمد کو ۱۶ نومبر ۱۹۹۰ء کو راولپنڈی موصول ہوا۔ پاکستانی سفارت خانہ دہلی میں تعینات محسن کا نام نہیں لکھ رہا۔ مگر مذکورہ گرامی نامہ کا ضروری اقتباس مندرجہ ذیل ہے۔

محترم جناب ملک صاحب السلام علیکم۔ امید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔ سب سے پہلے میری طرف سے معذرت قبول فرمایئے کہ اتنی دیر کے بعد میں حاضر ہو رہا ہوں۔ آپ کا دستی خط موصول ہوا تھا لیکن انتہائی مصروفیات کی وجہ سے جواب بروقت نہ دے سکا۔ دوسرے ملک اعجاز صاحب کی وفات کی خبر سن کر بہت افسوس ہوا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

(کرنل صاحب کا ۸۸۔۷۔۲۷ کو انتقال ہوا) اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر و تحمل سے یہ گہرا صدمہ برداشت کرنے کی توفیق دے۔ مرحوم میرے دوست تھے۔ ان سے بڑے اچھے مراسم تھے۔ یہ کتاب انہوں نے مجھے دی تھی اور آپ کی خواہش کا اظہار بھی کیا تھا۔ مدراس یہاں سے سینکڑوں میل دور ہے۔ کم از کم ۲۵۰۰ میل میں نے بے شمار لوگوں کو اس کام کو کرنے کو کہا لیکن خدا جانتا ہے کہ کوئی بھی یہ کام سرانجام نہ دے سکا۔ کیونکہ مدراس کے کسی آدمی کا ہمارے دفتر میں آنا نہیں ہوتا۔ جو لوگ وہاں گئے میں نے یہ کام ان کو دیا۔ مگر سوائے جعفری صاحب کے کوئی اس کام کو سرانجام نہ دے سکا۔ جعفری صاحب نے یہ کام نہایت

Marfat.com

اچھے انداز میں کیا۔مزار کی تصاویر اور ان سب لوگوں کے تاثرات سے روشناس کیا۔ وہ تصاویر میں نے مرحوم ملک اعجاز کو بذریعہ ایک دوست روانہ کی تھیں۔امید ہے آپ لوگوں کو مل گئی ہوں گی۔اگر نہیں ملیں تو بتایئے میں اس دوست کو جو اس وقت پاکستان میں ہے معلوم کروں تا کہ وہ آپ کو پہنچا دے۔(یہ تصاویر ہم تک نہیں پہنچ سکیں) آپ نے مزار کی زیارت کے لئے تحریر کیا ہے اس میں کوئی مشکل نہیں۔آپ انڈیا کا ویزا لگوا کر دہلی آ جائیں اور پھر یہاں سے بذریعہ ٹرین مدراس چلے جائیں۔وہاں پروفیسر صاحب سے مل لیں وہ آپ کی رہنمائی کریں گے۔

آپ نے کتابوں کا تذکرہ بھی کیا ہے۔راولپنڈی میں کئی لوگ یہاں سے جاتے رہتے ہیں۔ان کو کہہ دوں گا۔وہ کتابیں آپ سے حاصل کر کے جعفری صاحب کو بھجوا دوں گا۔جعفری صاحب کی خدمت اس سلسلہ میں کوئی خاص کر نہیں سکا ہوں۔وہ خصوصی طور پر وہاں گئے اس کام کے لئے وہاں سے تصاویر بنوائیں۔اور روانہ کیں۔ان کا بیٹا بھی بیمار تھا۔جو صحت یاب ہو رہا تھا۔ اب کافی عرصہ سے میرے ساتھ ان کا رابطہ نہیں ہے۔بہر حال ان کو ویسے رقم کی صورت میں اجرت نہیں دی جا سکتی۔البتہ کسی طرح سے ان کو ادا کر دوں گا۔اگر آپ کو یہاں آنے کی خواہش ہے تو تحریر فرمائیں۔انڈین سفارت خانہ سے ویزہ باآسانی مل سکتا ہے۔دہلی آ کر مدراس کا ویزہ لگوا لیں گے۔ملک اعجاز صاحب کی خبر انتہائی افسوس ناک ہے۔ان کی بیوی اور بچے کس حال میں ہیں۔آپ جیسے شفیق والدین کی موجودگی میں ان کو کسی تکلیف کا سامنا نہ ہوگا۔اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوارِ رحمت میں جگہ دے۔اور آپ سب کو صبر و تحمل دے۔آمین۔فقط والسلام۔خاکسار۔۔۔۔''

ان مہربان کے اس طویل اور محبت سے بھرپور گرامی نامہ کے جواب میں شکریئے کا جوابی خط میں نے ان کو ۹۱۔۴۔۲۱ کو عرض کیا تھا (اس تاخیر کی وجہ اب یاد نہیں) اس کے بعد بھی دو عریضے یکے بعد دیگرے ان کو ۹۱۔۸۔۲۰ اور ۹۱۔۱۲۔۹ کو تحریر کئے تھے مگر شاید وہ اس دوران واپس پاکستان آ گئے تھے کوشش کے باوجود میں ان کو تلاش نہیں کر پایا خدا جانے واپسی پر ان کی تعیناتی

Marfat.com

کہاں ہوئی۔ اللہ کریم ان کو اس کارِ خیر کے لئے جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

ان کی ارسال کردہ تصاویر بھی ہم تک نہ پہنچ پائیں اور خواہش کے باوجود میں بھارت بھی نہ جا سکا۔ البتہ جناب جعفری صاحب سے ایک عرصہ تک خط و کتابت رہی جس کی تفصیل الگ سے بیان کی گئی ہے۔

جناب جعفر حسین صاحب (صحافی) ایڈیٹر روزنامہ منصف حیدر آباد (دکن) بھارت

جس طرح اوپر بیان کیا گیا ہے کہ پاکستانی سفارت خانہ دہلی میں تعینات ایک سفارت کار کو ملک نور محمد کے بیٹے کرنل اعجاز ملک نے غازی میاں محمد شہیدؒ کی کتاب غالباً ۱۹۸۷ء کے دوران یا اوائل ۱۹۸۸ء میں دی تھی جو انہوں نے کہیں ۱۹۸۸ء کے دوران حیدر آباد (بھارت) کے رہائشی جناب جعفر حسین جعفری صاحب جو روزنامہ منصف حیدر آباد کے تاسیسی ایڈیٹر ہیں کو دی اور ان سے گزارش کی کہ وہ مدراس جا کر غازی صاحب کے مزار مبارک کو دیکھیں اور پھر ان کو صورت حال سے مطلع بھی کریں۔ اگر چہ مدراس دہلی سے کوئی ڈھائی ہزار میل دور ہے اور حیدر آباد سے بھی اچھے خاصے فاصلے پر ہے مگر جعفری صاحب مدراس میں امیر محل (کیمپس) میں تشریف لے گئے۔ جہاں حُسن اتفاق سے ان کی ملاقات پروفیسر محبوب پاشا صاحب سے ہوئی اور جب جعفری صاحب نے ان سے غازی صاحب کا ذکر کیا اور مزار کے بارے میں دریافت کیا جس کا حوالہ غازی صاحب کی کتاب میں موجود تھا۔ غازی صاحب مدراس کے قدیمی تاریخی قبرستان جہاں ایک بزرگ پیر دستگیر ساوی صاحبؒ کا مقبرہ ہے وہاں مقبرے کے سامنے ہی چبوترے پر مدفون ہیں تو پروفیسر صاحب محبوب پاشا نے جعفری صاحب کو نہ صرف مذکورہ قبرستان میں غازی صاحب کے مزار تک رہنمائی کی بلکہ یہ بھی بتایا کہ پروفیسر صاحب نے غازی صاحب کی نماز جنازہ میں بھی شمولیت کی تھی۔ پروفیسر صاحب نے جعفری صاحب کو دوسرے دن یعنی ۳

Marfat.com

۳ جون ۸۸ء کو حضرت پیر دستگیر ساوی صاحب کی درگاہ کی اور غازی صاحب کے مزار کی بھی زیارت کرائی جو مقبرے کے چبوترے پر بائیں جانب ہے اور اس مزار پر جو کتبہ موجود ہے اس کا پورا مضمون پروفیسر صاحب نے بطور ثبوت اپنے خط مورخہ ۸۸-۶-۳ میں نقل کیا ہے۔

پروفیسر صاحب نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ میت ایک ملٹری لاری میں رکھی ہوئی تھی۔ لاری میں ایک برقعہ پوش خاتون (غازی صاحب کی والدہ محترمہ) اور ایک بزرگ موجود تھے جو شہید کے والد تھے۔ ماں رو رہی تھی باپ ماں کو دلاسا دے رہا تھا۔ نہ رو صبر کر تیرا بیٹا شہید ہے وہ زندہ ہے۔ لاری سے باہر ہم یہ منظر بہ چشم نم دیکھ رہے تھے۔ جعفری صاحب نے مزار شریف کی تصاویر حاصل کیں جو انہوں نے سفارت کار صاحب کو دہلی سے اپنی تجاویز کے ہمراہ بذریعہ ڈاک بھجوا دیں۔ ان صاحب نے وہ تصاویر کرنل محمد اعجاز ملک کو اپنے دوست کے ذریعے بھجوا دی تھیں مگر کسی وجہ سے وہ تصاویر ہم تک نہ پہنچ سکیں۔

جعفری صاحب نے اپنے اس سفر مدراس کی تفصیل بذریعہ گرامی نامہ مورخہ ۸۹-۱۰-۱۲ جناب رائے محمد کمال صاحب کے نام غازی صاحب کی کتاب پر شائع پتہ ''ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور پاکستان'' پر آگاہ فرمایا اور ساتھ ہی پروفیسر محبوب پاشا صاحب کا گرامی نامہ مورخہ ۳ جون ۱۹۸۸ء بھی منسلک کر کے بھجوا دیا۔

جناب جعفری صاحب کو ملک نور محمد نے اپنے عریضہ مورخہ ۹۰-۱-۸ میں درخواست کی تھی کہ غازی صاحب کی شہادت کے بارے میں جو پہلا تفصیلی مضمون روزنامہ زمیندار لاہور میں اپریل ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا تھا وہ کوشش کے باوجود مجھے پاکستان میں کہیں سے بھی نہیں مل سکا۔ دوسرے غازی صاحب کی شہادت (۱۹۳۸-۴-۱۲) کے اگلے روز ان کی شہادت اور نماز جنازہ اور تدفین کے متعلق جو مضمون مدراس کے انگریزی روزنامہ ''دی مسلم مدراس'' میں شائع ہوا تھا۔ اگر جعفری صاحب بھارت میں کہیں سے تلاش کر کے بھجوا سکیں تو وہ ان کے بے حد مشکور ہوں

Marfat.com

گے۔ جعفری صاحب نے اپنے گرامی نامہ مورخہ ۹۰-۴-۳ جو ۹۰-۴-۱۰ کو بذریعہ رجسٹرڈ پوسٹ ایئر میل سے بھجوایا گیا تھا اور ملک نور محمد کو ۹۰-۴-۲۴ کو ملا تھا اس میں انہوں نے تحریر فرمایا تھا کہ دونوں اخبارات کی تلاش جاری ہے انشاء اللہ ملک کے کسی بھی حصہ میں کیوں نہ ہوا ضرور فراہم کرنے کی کوشش کروں گا۔ دعا فرمائیں کہ میں کامیاب ہو جاؤں۔ جعفری صاحب کے اس وعدہ کے باوجود بدقسمتی سے اب تک ان اخبارات کی نقول حاصل کرنے میں کامیابی نہیں ہوئی اور اب تک یہ آرزو پوری نہیں ہوئی حالانکہ لگاتار کوشش جاری ہے۔ جعفری صاحب کے ساتھ خط و کتابت کا سلسلہ مارچ ۱۹۹۳ء تک جاری رہا۔ اس دوران ان کے کئی خطوط آئے اور باقاعدگی سے جواب عرض کرتا رہا۔ اُن کا آخری خط مورخہ مارچ ۹۳ء ملک نور محمد کو ۹۳-۳-۱۳ کو ملا تھا جس کا جواب ۹۳-۵-۳۰ کو عرض کر دیا تھا۔ اس کے بعد اگرچہ جعفری صاحب کی جانب سے خاموشی رہی مگر ملک نور محمد نے ان کو ۹۶-۶-۸ اور ۹۷-۱۰-۲۱ کو بھی عریضے لکھے اور ان کو سہ ماہی صراطِ ادب راولپنڈی کے دو شمارے پہلا شمارہ نمبر ۲ بابت اپریل تا جون ۱۹۹۶ء جس میں غازی میاں محمد شہیدؒ پر مضمون (خطوط کے آئینے میں) شامل تھا اس میں جعفری صاحب کے خطوط اور ارسال کردہ تصاویر بھی شامل تھیں۔ دوسرا شمارہ نمبر ۴ بابت اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۶ء جس میں ابوالغازی میاں محمد شہیدؒ کے عنوان سے غازی صاحب کے والد محترم صوبیدار غلام محمد مرحوم اور غازی صاحب کی شہادت پر مضامین شامل تھے۔ جعفری صاحب کو حیدرآباد بھارت بھجوائے گئے تھے۔ امید ہے کہ یہ میرے خطوط اور دونوں رسائل بھی ان کو ضرور مل گئے ہوں گے مگر شاید ان کی مصروفیات یا مجبوریاں آڑے آئیں کہ پھر انہوں نے مکمل خاموشی اختیار کر لی جسے ملک نور محمد اپنی محرومی تصور کرتے ہیں۔ اللہ کریم ان کو خوش و خرم رکھے۔ آمین۔

Marfat.com

خُدا بخش لائبریری پٹنہ بہار (بھارت)

سُنا تھا یہ بہت بڑی لائبریری ہے اُن کو بھی ۱۹۹۶۔۶۔۱۰ کو خط لکھا تھا مگر کوئی جواب نہیں آیا۔

ماہنامہ (انگلش) ریڈیٹنس نیو دہلی بھارت

ان کو ۱۹۹۷۔۳۔۵ کو عریضہ لکھا تھا مگر کوئی جواب نہیں آیا۔ جماعت اسلامی منصورہ کے ذریعے بعد میں بھی ان کو یاددہانی کرائی گئی مگر جواب ندارد۔

ماہنامہ افکار ملی نیودہلی بھارت

ان کو بھی ۲۰۰۰۔۶۔۳۰ کو عریضہ لکھا تھا مگر کوئی جواب نہیں آیا۔

سید عاشق حسین شاہ صاحب (جہلم)

شاہ صاحب ملک نور محمد کے ملازمت کے پرانے ساتھی ہیں۔ یہ اپنے ایک برخوردار کے پاس ۱۹۹۱ء میں لندن گئے تھے۔ ان کو ملک نور محمد نے ۱۹۹۱۔۱۱۔۱۹ کو اس بارے میں خط لکھا تھا۔ مگر وہ بھی لندن لائبریری میں مذکورہ اخبار تلاش نہیں کر پائے۔ سنا ہے وہاں کئی ایک جگہ پر لائبریریاں ہیں۔ ممکن ہے شاہ صاحب مرکزی لائبریری تک نہ پہنچ سکے ہوں کہ وہاں نووارد تھے۔

اندرون ملک تو درجنوں بلکہ بیسیوں حضرات کو خطوط لکھے گئے مگر اب تک کہیں سے بھی مثبت جواب نہیں ملا۔ چند اہم حضرات کے نام درج ذیل ہیں۔

(۱) جناب شفیق الاسلام فاروقی صاحب لاہور۔

(۲) سید نظر زیدی صاحب معرفت ہفت روزہ ایشیاء لاہور۔

(۳) سابق ریاست بہاولپور کی پرانی لائبریری جو نواب صاحب نے قائم کر رکھی تھی وہاں سے اخبار تلاش کرنے کے لئے دو حضرات کو خطوط لکھے تھے ایک تو میجر صاحب وہاں مقیم تھے اور دوسرے ایک ایس ڈی او صاحب وہاں تعینات تھے مگر دونوں نے معذرت کی ہے کہ اخبار نہیں مل

Marfat.com

سکا۔

(۴) برادرم محمد ابرار صاحب سیکرٹری امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد صاحب لاہور۔

جناب محمد ابرار صاحب کو پہلا عریضہ ۱۹۹۸۔۶۔۴ کو لکھا تھا کہ ان کے ہاں بھارت سے جماعت اسلامی سے متعلق حضرات آتے رہتے ہیں۔کسی کے سپرد مذکورہ اخبار تلاش کرنے کی ذمہ داری کریں۔انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس سلسلے میں پوری کوشش کریں گے۔اکتوبر ۲۰۰۰ء میں جماعت اسلامی کے کل پاکستان اجتماع قرطبہ مدینۃ العلم سے قبل بھی ان کو ۲۰۰۰۔۱۰۔۱۰ کو یاد دہانی کے لئے عریضہ لکھا جس کے جواب میں ۲۰۰۰۔۱۰۔۱۸ کے گرامی نامہ کے ذریعے انہوں نے مطلع کیا ہے کہ انہوں نے نیو دہلی (بھارت) کے ماہنامہ "Radiance" سے فون پر بھی رابطہ کیا ہے اور خط بھی لکھ دیا ہے انہوں نے پوری کوشش کرنے کی یقین دہانی کرائی ہے۔اللہ کرے ان کی کوشش بارآور ہو۔اب تک کوئی جواب نہیں آیا اس لئے کوئی امید بر نہیں آتی والا معاملہ ہے۔

(۵) چند سال قبل مولانا ظفر علی خان (مرحوم) ایڈیٹر روزنامہ زمیندار کے آبائی گاؤں نزد وزیرآباد سے بھی رابطہ کیا گیا تھا مگر ان کے پوتوں نے بتایا کہ گاؤں میں ان کے پاس کوئی ریکارڈ نہیں۔

''تو میرا شوق دیکھ میرا انتظار دیکھ''

جو تمنا بر نہ آئے عمر بھر، عمر بھر اُس کی تمنا کیجئے۔

کپتان نظام خان صاحب سے رابطہ

میجر غلام یٰسین صاحب نے کپتان نظام خان صاحب کا ایڈریس بمقام سنڈہ براستہ شکردرہ ضلع کوہاٹ ملک نور محمد کو عنایت فرمایا تو انہوں نے فوری طور پر وسط جولائی ۱۹۷۸ء میں اُن کو پہلا عریضہ لکھا جس کا جواب کپتان صاحب نے ۲۲ جولائی ۷۸ء کو تحریر فرمایا جو ملک نور محمد کو ۲۹ جولائی ۷۸ء کو ملا اور اُس کے بعد ہفتہ دس دنوں کے اندر ہی کپتان نظام خان صاحب اپنے ایک

Marfat.com

عزیز صوبیدار ممتاز احمد صاحب کے ہمراہ بہ نفسِ نفیس چک لالہ (راولپنڈی) ملک نور محمد کے پاس تشریف لائے اور دو دن ان کے پاس قیام فرمایا اور غازی صاحب کے واقعہ شہادت کے متعلق تمام واقعات و حالات سے تفصیلاً آگاہ فرمایا۔ اپنے گاؤں واپسی سے قبل میجر غلام یٰسین صاحب سے بھی ملاقات کی اور ان کا بھی شکریہ ادا کیا کہ اُن کے توسط سے اتنے طویل عرصہ کے بعد غازی صاحب کے خاندان سے ان کا رابطہ قائم ہوا۔

کپتان نظام خان کا خلوص اور محبت اور جذبہ ایمانی قابل دید تھا۔ جب بھی ملک نور محمد نے ان کے حسن سلوک اور احسانات کا شکریہ ادا کیا انہوں نے ایک عرصہ تک برادر محترم غازی میاں محمد کی خدمت اور دیکھ بھال کی۔ جب آخری بار غازی صاحب کے والدین اور چھوٹا بھائی مدراس گئے تو دیگر حضرات کے علاوہ کپتان صاحب نے ان کی تمام ضروریات یہاں تک کہ رہنے سہنے کا بھی بندوبست کیا باوجود اس کے کہ ۲/۱۳ فرنٹیئر فورس رجمنٹ کے صوبیدار میجر شرما ایک ہندو تھے مگر کپتان صاحب کی کوشش اور ذمہ داری پر غازی صاحب کے والدین کو ایک جے سی او مکان رہائش کے لئے دیا۔ راشن پانی کا بھی بندوبست یونٹ کا تھا بلکہ ایک اردلی بھی ان کے لئے مختص کر دیا۔ اس کے علاوہ ۳/۱۰ بلوچ رجمنٹ کے وقت تو غازی صاحب سے ملاقات کے لئے کئی پابندیاں تھیں کہ ہفتہ میں دو دن وہ بھی صرف آدھ گھنٹہ کے لئے ملاقات ہو سکتی تھی اور دفتر سے باقاعدہ اجازت لینی پڑتی تھی۔ یہ پابندیاں اس لئے بھی کھلتی تھیں یعنی دکھ کا باعث تھیں کہ ۳/۱۰ بلوچ رجمنٹ کے صوبیدار میجر فضل خان نہ صرف مسلمان تھے بلکہ ان کا تعلق چکوال سے تھا مگر غلامانہ ذہنیت کے باعث وہ انگریزوں اور غیر مسلموں کی ناراضگی مول نہیں لینا چاہتے تھے اس کے برعکس ہندو صوبیدار میجر کا رویہ بے حد فراخدلانہ تھا۔ ان کو پورا احساس تھا کہ غازی صاحب کے والد بزرگوار ایک پنشنر صوبیدار ہیں۔ ملک نور محمد جب بھی کپتان نظام خان صاحب کے احسانات کا شکریہ ادا کرتے تو وہ سختی سے منع کرتے کہ وہ اس خدمت کو ایک سعادت اور شرف سمجھتے تھے۔

Marfat.com

ان کو جس قدر بھی غازی صاحب یا ان کے والدین کی خدمت کا موقع ملا وہ اس پر فخر کرتے تھے۔ اللہ کریم ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

ملک نور محمد کو جون ۱۹۸۲ء میں سروس سے ریٹائرمنٹ کے بعد کپتان صاحب کے گاؤں سنڈہ براستہ شکر درہ (کوہاٹ) جانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ان کے ایک مہربان جناب امیر خان خٹک ایس ڈی او ریٹائرڈ کا تعلق کوہاٹ سے تھا۔ان سے پروگرام طے کیا۔ان کے پاس کوہاٹ جا کر قیام کیا۔انہوں نے ایک برخوردار سخی محمد خٹک ایس ڈی او کی گاڑی مختص کر رکھی تھی جس میں ملک نور محمد کے علاوہ جناب امیر خان خٹک، سخی محمد خٹک اور ان کا ڈرائیور تھا۔کوہاٹ سے شکر درہ پہنچے جو کوہاٹ سے ۳۵ میل پر ہے۔تو جناب کپتان نظام خان صاحب اپنے بھتیجے صوبیدار ممتاز خان کے ساتھ پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق شکر درہ پہنچے ہوئے تھے چونکہ شکر درہ سے سنڈہ گاؤں تک اس وقت سڑک نہیں تھی راستہ پہاڑی تھا۔اس لئے گاڑی کپتان صاحب نے شکر درہ میں ہی کسی کے سپرد کی اور چاروں مہمان ان کے ہمراہ سنڈہ تک پیدل ہی گئے۔تقریباً ۶/۵ میل کا فاصلہ تھا۔ کپتان صاحب چونکہ اس وقت تک دوبار ملک نور محمد کے پاس راولپنڈی تشریف لا چکے تھے اس لئے ملک نور محمد حاضری دینے کا اخلاقی طور پر پابند تھا۔ کپتان صاحب کا بہت وسیع دولت خانہ اور شکار کے لئے بے شمار ہتھیار دیواروں پر آویزاں تھے۔مہمانوں کو نہایت ہی پُر تکلف دوپہر کا کھانا پیش کیا گیا اور شام کو چائے کے بعد سخی محمد خٹک صاحب اور ان کا ڈرائیور تو واپس شکر درہ اور پھر کوہاٹ آ گئے۔ملک نور محمد نے اور جناب امیر خان خٹک صاحب نے رات بھر سنڈہ میں کپتان صاحب کے پاس قیام کیا۔اگلی صبح کپتان صاحب دوبارہ اُن کے ہمراہ سنڈہ سے شکر درہ تک تشریف لائے اور ان کو کوہاٹ کے لئے بس پر سوار کرا کر واپس گئے۔ کپتان نظام خان صاحب اکثر اس بات پر حیرت اور تعجب کے اظہار کے ساتھ اس بات کی داد بھی دیا کرتے کہ چالیس سال کی طویل مدت گزر جانے کے باوجود ملک نور محمد نے ان کی تلاش جاری رکھی اور

Marfat.com

آخرکار ان کو تلاش کر ہی لیا۔ اس کو وہ ایک اخلاقی اور خاندانی خوبی قرار دیتے تھے۔ جناب کپتان نظام خان صاحب کو شکار کا بے حد شوق تھا اور اس کا ثبوت ان جنگلی جانوروں کے سر بمع سینگ اپنے وسیع و عریض مہمان خانے میں آویزاں کر رکھے تھے۔ شکار کے مختلف ہتھیار بھی آخری عمر تک دیواروں پر آویزاں کروا رکھے تھے۔ اس ناطے کپتان صاحب کے جناب ملک امیر محمد خان نواب کالا باغ سے خصوصی مراسم تھے اور اپنی جوانی کے زمانہ میں اپنے گاؤں سنڈہ سے تقریباً ۳۰/۳۵ میل کا پہاڑی راستہ پیدل طے کر کے نواب صاحب سے ملنے آیا کرتے تھے۔ بقول بریگیڈئر ارشاد گل صاحب جب بھی ان کا جی چاہتا وہ نواب صاحب سے ملنے پیدل چل دیتے کہ میں ذرا نواب صاحب سے مل آؤں۔ کپتان صاحب کا گاؤں سنڈہ اگرچہ شکردرہ سے ۵/۶ میل کے فاصلہ پر صوبہ سرحد کے کنارے واقع ہے مگر یہ گاؤں اصل میں عیسیٰ خیل کی تحصیل (ضلع میانوالی) میں واقع ہونے کے باعث کپتان صاحب انتظامی معاملات میں پنجاب (ضلع میانوالی) سے تعلق رکھتے تھے۔ کپتان صاحب کے گاؤں سنڈہ کا سارا ہی رقبہ پتھریلا تھا مگر کپتان صاحب نے اپنی جوانی کے زمانہ میں اپنی رہائش کے قریبی اچھے خاصے رقبہ کو چھننی سے چھان کر پتھر الگ کر کے زمین کو قابل کاشت بنایا تھا۔ وہاں کنواں کھودا گیا اور بے شمار پھلدار پودے لگا کر اچھا خاصا باغ لگا رکھا تھا۔ کپتان صاحب نے ہمیں اپنے باغ کے کئی ایک پھل کھانے کے لئے پیش کئے خاص کر اتنے بڑے لیموں تو میں نے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ جو نہایت لذیذ اور بے حد رس سے بھرے ہوئے تھے۔ ماشاءاللہ۔ وہ بہت محنت کش اور جفاکش انسان تھے۔ کپتان صاحب خود کنوئیں کو گیڑ کر اپنے باغ کو سیراب کیا کرتے تھے۔ کپتان نظام خان صاحب اور میجر غلام یٰسین صاحب نے ملک میاں محمد نمائندہ نوائے وقت کی فرمائش پر پہلی بار غازی صاحب کے واقعات فروری، مارچ ۱۹۸۲ء میں تفصیلاً تحریر کر کے ملک نور محمد کو بھجوائے جو انہوں نے ملک میاں محمد صاحب رپورٹر نوائے وقت کو بھجوائے۔ ۱۹۷۸ء سے لے کر ۱۹۹۶ء تک جناب کپتان صاحب

Marfat.com

سے سلسلہ خط و کتابت جاری رہا۔ بعد میں ان کی علالت کے باعث یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔ اس میں میری مجبوریاں اور مصروفیات بھی حائل رہیں۔

طویل علالت کے بعد تقریباً ۱۰۴ سال کی عمر سے زائد کو پہنچ کر کپتان صاحب نے ۲۰۰۰۔۷۔۵ کو رحلت فرمائی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ کریم ان کی بخشش فرمائے۔ بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔ کپتان صاحب کے داماد جناب فضل کریم خٹک کوہاٹ سیمنٹ کمپنی میں ڈپٹی جنرل منیجر (فنانس) ہیں اور کپتان صاحب کے بیٹے امیر یوسف صاحب بھی اسی سیمنٹ فیکٹری میں ملازم ہیں۔ کپتان صاحب کے ایک قریبی عزیز بریگیڈئر ارشاد گل صاحب چک لالہ سکیم تھری میں رہائش پذیر ہیں۔ ان کے بارے میں تفصیل آگے سے عرض کروں گا۔ فی الحال نظام خان کا ایک خط ملاحظہ کیجئے۔ اس کے بعد ان سے رابطے کا بھی ذکر ہوگا۔

ناظمہ
شیر ربانی لائبریری قاری عبدالباسط
محلہ فاروق آباد میانوالی روڈ تلہ گنگ ۴۱۰۵۰۴

برادرم ملک نور محمد صاحب

السلام علیکم۔

آپ کا ۲۷ فروری کا تحریر کردہ نوازش نامہ ملا۔ یاد آوری کا شکریہ۔ جواب میں تاخیر کے لئے معذرت خواہ ہوں اور کوئی بات نہیں کہ میں تحریر کروں۔ ہم سب بخیریت ہیں اور ہم آپ سب چھوٹوں بڑوں کے لئے دست بدعا ہیں۔ اخباری نمائندے کی فرمائش کے مطابق میں نے غازی صاحب کے واقعہ شہادت کو تحریر کر کے ارسال کیا ہے۔ میں اس کو آپ کے نام رجسٹری کر رہا ہوں تا کہ جلدی مل جائے۔ اور آپ یہ تحریر ان کو دے دیں۔ اس کے ساتھ میں یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ تحریر میری اور میاں محمد صاحب کی تصویر واپس کر دیں۔ میں اپنے ان ساتھیوں کے نام تحریر کر رہا ہوں جنہوں نے میری مدد کی ہے:۔

کپتان حلیم گل مرحوم شکر درہ کوہاٹ، مولوی میر عالم مرحوم مری ضلع راولپنڈی، نائب صوبیدار احمد

Marfat.com

شاہ ضلع جہلم، کپتان غلام حسین نزد جی ٹی بس سٹینڈ گجرات، میجر غلام یٰسین ۱۴۶ مری روڈ راولپنڈی، ڈاکٹر مختار احمد۔ ان کے بارے صرف اتنا معلوم ہے کہ وہ خوشاب کے رہنے والے تھے۔ ان کے بارے معلومات غلام یٰسین کو مجھ سے زیادہ ہیں۔ یہیں ختم کرتا ہوں۔ چھوٹوں بڑوں کو سلام۔

والسلام۔ کپتان نظام خان

میں ۱۹۳۸ء میں ۲/۱۳ فرنٹیئر فورس رائفلز کا جمعدار ایجوٹنیٹ تھا۔ مجھے اپنے کرنل فری لین نے غازی میاں محمد صاحب کے بارے میں بتایا کہ فلاں تاریخ سے غازی صاحب کے متعلق تمام تر ذمہ داریاں ہماری ہوں گی۔ یعنی کھانا پینا، کپڑوں کی صفائی وغیرہ۔ کیونکہ ۳/۱۰ بلوچ رجمنٹ کی آخری پارٹی کراچی چلی جائے گی۔ یہاں پر بتانا ضروری ہے کہ غازی صاحب کو گورا پلٹن کے کوارٹر گارڈ میں ایک کمرہ ملا تھا جو ۱۴x۱۴ تھا۔ جس میں ایک پلنگ، ایک پنکھا، ایک بجلی کا بلب لگا ہوا تھا۔ غازی صاحب کو ہر روز ایک گھنٹہ صبح اور ایک گھنٹہ شام کو تفریح کے لئے دو سپاہی ایک حوالدار ایک لانس نائیک اکبر شاہ لے جایا کرتے تھے۔ لانس نائیک اکبر شاہ بطور ترجمان غازی صاحب کے ساتھ نامینیٹ تھا۔ کیونکہ غازی صاحب انگریزی نہیں بول سکتے تھے۔ غازی صاحب کو ہر صبح اور شام ایک گھنٹہ کی تفریح دی جاتی تھی اور تفریح کا مقام سینٹ تھامس ماؤنٹین تھا۔ اسی پہاڑی کی سیر غازی صاحب کو کرائی جاتی تھی۔ اس پہاڑی (سینٹ تھامس ماؤنٹین) کے بارے بیان کرنا یہاں ضروری سمجھتا ہوں۔ یہ ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے۔ جس کی چوٹی پر سینٹ تھامس نامی ایک پادری کی قبر ہے۔ اس پہاڑی سے مدراس دس میل دور ہے۔ پہاڑی پر بیٹھ کر تمام مدراس اور بارونق بازاروں اور سڑکوں کا بخوبی نظارہ ہوتا ہے اور ساتھ ساتھ سمندر کا بھی نظارہ ہوتا ہے۔ اس پہاڑی کی چوٹی پر غازی صاحب بیٹھ کر ایک گھنٹہ سیر و تفریح کرتے تھے۔ حالانکہ اس پہاڑی پر جانے کی کسی بڑے افسر کو بھی اجازت نہیں ہوتی تھی لیکن کسی کی جرات کیا کہ وہ غازی صاحب کو منع کرتے۔

Marfat.com

جب مجھے حکم بالا ملا۔ میں نے بہشتی (یعنی پانی لانے والا) گلاب خان کو جو کہ جہلم کا رہنے والا تھا۔ غازی صاحب کی خدمت پر مامور کیا اور میں نے اسے ہدایت کی کہ اگر غازی صاحب کی خدمت میں تم نے کوتاہی کی تو اس کی اور میری دوستی ختم ہو گی اور دشمنی پڑ جائے گی۔

حالانکہ گلاب خان نہایت اچھا آدمی تھا۔ ۱۰/۳ بلوچ رجمنٹ کی پارٹی کے چلے جانے کے بعد حالات میں کافی بھاری تبدیلی ہوئی تو غازی صاحب نے دریافت کیا تبدیلی کیسی ہوئی۔ غازی صاحب کو بتایا گیا کہ یہ ہمارے جمعدار ایجوٹینٹ کی وجہ سے ہوئی ہے۔ یعنی میرا ذکر کیا گیا۔

غازی صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں ماں باپ کا حق ادا کر سکتا ہوں لیکن ۱۳/۲ فرنٹیئر فورس کا حق پورا نہیں کر سکتا حالانکہ حالات کی تبدیلی قدرت کی طرف سے ہوئی کسی انسان کے بس کی بات نہیں تھی۔ حالات کی تبدیلی قدرت کی طرف سے غازی صاحب کو ایک انعام تھا۔ حالات کی تبدیلی مندرجہ ذیل جو کہ میں شارٹ بیان کروں کہ جو بلوچ رجمنٹ کے لوگ تھے وہ غازی صاحب کو سہولتیں بہم نہیں پہنچاتے تھے۔ بڑی تکلیف کا دور تھا۔ کھانے پینے اور کپڑوں وغیرہ کی بڑی تکلیف ہوتی تھی۔ یعنی اچھی خدمت نہیں ہوتی تھی۔ لیکن جب بلوچ رجمنٹ والے چلے گئے تو غازی صاحب کی خدمت میرے ذمے کر دی گئی۔ میں نے فرداً فرداً ہر ایک کو سمجھایا کہ غازی صاحب کی خدمت میں کوتاہی سے کام لیا گیا تو خیر نہیں ہو گی۔ لہذا غازی صاحب نے دریافت کیا کہ یہ حالات میں تبدیلی کیوں ہوئی تو غازی صاحب کو بتایا گیا کہ یہ نظام خان جمعدار ایڈجوٹنیٹ کی وجہ سے ہوئی جو نیا خدمات انچارج ہے تو پھر غازی صاحب نے یہی لفظ دہرائے۔ بلکہ ہر وقت فرماتے تھے کہ میں ماں باپ کا حق ادا کر سکتا ہوں لیکن ۱۳/۲ ایف ایف آر کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ مجھ سے جو ممکن ہو سکتا تھا میں نے کیا تھا۔ اور مجھے فخر محسوس ہوتا تھا کہ مجھے قدرت نے ایک فرشتہ صفت انسان کی خدمت پر مامور کیا ہے لہذا میں اکثر کوشش کرتا تھا کہ غازی صاحب کو گرم گرم روٹی گرم پانی غسل کے لئے اور صاف کپڑے مہیا ہوں۔ میری ہمیشہ خواہش رہتی تھی کہ

Marfat.com

غازی صاحب کا کمرہ خوشبوؤں سے معطر رہے۔ انہی دنوں میں غازی صاحب کی اپیل پریوی کونسل میں نامنظور ہوئی تو غازی صاحب کے والد بزرگوار اور والدہ مکرمہ اور چھوٹا بھائی ملک عطا محمد مدراس آئے۔ غازی صاحب سے ملنے کے لئے تو میں نے ایک JCO کوارٹر انہیں دیدیا اور ساتھ ایک اردلی بھی ان کی خدمات پر مامور کیا۔ باقی تمام بندوبست میرا نائب صوبیدار حلیم گل جمعدار کوارٹر ماسٹر احمد شاہ حوالدار غلام حسین اب ریٹائرڈ کپتان ہیں۔ سپاہی کلرک غلام یٰسین جو اب ریٹائرڈ میجر ہیں ۱۴۶ مری روڈ راولپنڈی میں مقیم ہیں اور بہشتی گلاب جو کہ جہلم کا تھا تمام بندوبست ہمارا تھا۔ غازی صاحب کا ہر ہفتہ میں ڈاکٹری معائنہ ہوتا تھا۔ ڈاکٹر مختار احمد خوشابی غازی صاحب کا طبی معائنہ کیا کرتا تھا۔ جب غازی صاحب معائنے کے لئے تشریف لاتے تھے تو ڈاکٹر مختار احمد شہید کا استقبال کرتے تھے جس کی تعریف میں میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔

غازی میاں محمد شہیدؒ کی والدہ جب پہلی بار آپ سے ملنے آئیں تو اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکیں۔ غازی صاحب نے اپنی والدہ محترمہ سے عرض کیا کہ ''ماں! میں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جس سے آپ کو ندامت یا شرمندگی محسوس ہو بلکہ میں نے جو کچھ کیا ہے اُس پر آپ کو خوش ہونا چاہیے۔ میں چاہتا ہوں کہ جب آپ مجھ سے ملنے آئیں تو رویا نہ کریں'' حتی الامکان ماں نے اس وعدہ کی پابندی کی اور کمال صبر کا مظاہرہ کیا۔

آخر عید آ گئی تو عید کے دن غازی صاحب نے مجھے اطلاع دی کہ مجھے عید کی نماز میں شامل کیا جائے تو میں نے اور جمعدار حلیم گل اور صوبیدار امیر خان نے گورنمنٹ کو ضمانت دی کہ کوئی گڑبڑ نہیں ہوگی لیکن غازی کو ضرور بضرور عید کی نماز میں شامل کیا جائے۔ لہذا حکومت نے منظوری دیدی۔ جب ہم غازی صاحب کے ساتھ ساتھ عید گاہ میں پہنچ گئے تو پیش امام مولوی میر عالم صاحب کے دائیں ہاتھ کے ساتھ غازی صاحب کے لئے جگہ خاص بنائی گئی تھی۔ جب غازی صاحب نماز سے فارغ ہوئے تو غازی صاحب کھڑے ہو گئے اور فرمایا۔ پیارے بھائیو! اپنی

Marfat.com

صفوں میں اتحاد پیدا کرو اور بھائیوں کی طرح رہو اور پر امن رہو۔ کیونکہ یہ میری آپ لوگوں سے آخری ملاقات ہے۔ میں ہر ایک سے ملوں گا۔ وہ تمام بھائیوں سے ملتے اور احوال دریافت فرماتے۔ جب میرے نزدیک آئے تو ترجمان نے بتایا یہ نظام خان ہیں جو کہ آپ کی خدمت پر مامور ہیں۔ ہاتھ ملاتے وقت ہم دونوں پر ایسی رقت انگیز حالت طاری ہوئی کہ دونوں کوئی لفظ ادا نہ کر سکے۔ اب غازی صاحب کی شہادت کا دن قریب آیا تو ۱۰/۳ یونٹ رجمنٹ کا ایک افسر کراچی سے آیا۔ بلوچ رجمنٹ کا افسر اور ہماری یونٹ کا ایڈ جوٹینٹ غازی شہید کے پاس گئے۔ ان کو بتایا گیا کہ فلاں تاریخ کو آپ کو شہید کیا جائے گا۔ اپنی آخری خواہش کا اظہار کریں تو انہوں نے والدین سے ملاقات کا اظہار کیا اور اپنے ایک بھائی سے بھی ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ افسروں نے مجھ سے کہا کہ اگر والدین یا بھائی سے غازی صاحب آزادانہ ملے تو ایسا نہ ہو کہ وہ خودکشی کریں۔ تو میں نے اس بات کا ذمہ لیا کہ ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ چنانچہ ان لوگوں نے مجھے ملاقات کے دن غازی صاحب کے گارڈ میں شامل کر لیا۔ اگلے دن غازی صاحب کے ترجمان نے مجھے غازی صاحب کا سلام دیا تو میں نے جواباً سلام پیش کیا اور ساتھ ان کو بتایا کہ میں ان کو پھانسی دوں گا۔ اتنا کہہ کر میں زار زار رویا۔ جب میرا سلام ان کو دیا گیا تو ترجمان نے بتایا کہ آپ جیسا حال غازی صاحب کا تھا۔ ویسے تو والدین ہر روز ان سے ملتے تھے لیکن آخری دفعہ چونکہ کھلے ملنا تھا اس لئے مجھے گارڈ مقرر کیا۔ والدین سے ملاقات سے پہلے میں غازی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے کہا کہ میں والدین کا حق پورا کر سکتا ہوں لیکن آپ کا نہیں۔ تو میں نے گلو گیر آواز میں کہا کہ اگر آپ نے احسان مندی کا اظہار پھر کیا تو میں یہاں نہیں ٹھہر سکتا۔ یہ تو میں اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہوں کہ اسلام کے مجاہد کی خدمت پر مامور رہا ہوں۔ آپ نے جو بے مثال قربانی کی ہے اس کے لئے میں اور میرے ساتھی آپ کی خدمت کر کے فخر محسوس کرتے ہیں۔

غازی صاحب نے مجھے تسلی دی اور فرمایا کہ میں آخری دم تک آپ کے ساتھ ہونے

Marfat.com

کی خداوند کریم سے دعا کرتا ہوں۔ جب آپ ساتھ ہوں تو مجھے اور کوئی نہیں چاہیے۔ ان الفاظ سے مجھے تسلی ہوئی اور ساتھ ساتھ مسرت بھی ہوئی۔ کہ نام محمدؐ پر فدا ہونے والا مجھ سے اتنا خوش ہے۔

غازی صاحب کا باڈی گارڈ ایک جوان، ایک انگریز افسر اور ایک سردار نظام خان پر مشتمل تھا۔ روانگی کا دن آیا۔ جب ہم وہاں گئے جہاں غازی صاحب قیام پذیر تھے تو غازی صاحب تعظیماً کھڑے ہو گئے اور اپنے والد صاحب کو کچھ اشیاء دے کر فرمایا کہ یہ فلاں فلاں کو دیدیں۔ اس وقت غازی صاحب کا حوصلہ قابل دید تھا۔

سواری کے لئے ایک ٹرک تھا۔ جس کے درمیان میں ایک کرسی پر غازی صاحب تشریف فرما تھے۔ انگریز افسر اور انڈین بینچوں پر بیٹھے تھے۔ مدراس پہنچے تو شاف کپتان نے جو کہ وہاں پہلے موجود تھا غازی صاحب کو بتایا کہ فلاں وقت پر تمہیں شہید کیا جائے گا کوئی عرض ہو تو بتائیں تو انہوں نے والدین سے ملنے کا اظہار کیا۔ والد صاحب کی ملاقات کی اجازت ملی۔ والد صاحب نے آخری ملاقات کی۔ آپ کو شہادت کے تختہ پر لٹکایا گیا۔ غازی صاحب کے والد اور شاف کپتان باتیں کر رہے تھے۔ شاف کپتان نے بتایا کہ آپ کا لڑکا فکر نہیں کرتا ہے تو غازی صاحب کے والد نے فرمایا کہ شہادت کے لئے ایک مسلمان دعائیں مانگتا ہے فکر کی کونسی بات ہے۔ آخر کار غازی صاحب کو دستگیر صاحب کے مقبرے کے چبوترے میں سپرد خاک کیا گیا جو کہ سمندر کے کنارے ہے۔ غازی صاحب کو دستگیر صاحب کے مقبرے کے عین دروازے کے قریب جگہ ملی۔ میں نے اپنے جن ساتھیوں کا ذکر کیا ہے وہ در پردہ میرے ساتھ کام کرتے تھے۔ کھلے طور پر میں اکیلا کام کرتا تھا۔ لوگ حیران تھے کہ نظام خان کس بے باکی سے غازی صاحب کی خدمت کر رہے ہیں۔ کیونکہ انگریزوں اور ہندو صوبیدار میجر کے ہوتے ہوئے ایسا کرنا خطرے سے خالی نہ تھا باقی سردار بہت ڈرتے تھے۔ نہ غازی صاحب کے نزدیک آتے اور نہ کوئی خدمت کرتے اور نہ ہی غازی صاحب کے والدین کے نزدیک آتے۔

Marfat.com

جب غازی صاحب کو بروز جمعہ شہادت ملی تو جنازے کے بعد مولوی میر عالم نے غازی صاحب کے والد صاحب کو مبارک باد دی۔ ان کے الفاظ یہ تھے۔ "بیٹے کی شہادت مبارک ہو" تین دفعہ ایسا کہا۔ پھر زار زار رونے لگے۔ غازی صاحب کی تدفین کے بعد ڈاکٹر مختار صاحب کھڑے ہو گئے اور نہایت ولولہ انگیز تقریر کی۔ باقی سرداروں کو غیرت دلائی کہ بتاؤ تم لوگ غازی صاحب اوران کے والدین کے نزدیک نہ جاتے تھے کہ ایسا نہ ہو کہ انگریز اور ہندو میجر ناراض ہو جائے۔ بتاؤ نظام خان کا ان لوگوں نے کیا کیا جو کہ میدان میں اکیلا کام کرتا رہا۔ یہ تقریر اس وقت کے حکمرانوں کے حکم کے مطابق قابل جرم تھی اور بغاوت پر اکسانے کے مترادف تھی۔ لیکن خداوند کریم کے حکم سے کسی کو جرات نہ ہوئی کہ آپ کو بغاوت کے جرم میں گرفتار کرتے۔ آخیر میں میں افسوس کرتا ہوں کہ میں مندرجہ بالا تحریر کو وہ ترتیب نہ دے سکا جیسی ہونی چاہیے تھی۔

مدراس کے مسلمان اکثر مجھے رات کی تاریکی میں بلاتے اور دیکھتے کہ یہ کیسا آدمی ہے جو انگریزوں کی حکمرانی میں اس دلیری سے کام کرتا ہے۔ حالانکہ میں صرف اپنی ذمہ داری نبھا رہا تھا۔ اور نام محمد ﷺ پر قربان ہونے والے کی خدمت سرانجام دے رہا تھا۔ آپ نے مجھے اپنے تاثرات بیان کرنے کو تحریر کیا ہے۔ میرے پاس وہ الفاظ نہیں ہیں کہ میں اپنے تاثرات کا اظہار کروں۔ صرف اتنا کہتا ہوں کہ میں جب یہ واقعہ بیان کرتا ہوں تو خوشی کے مارے میں اب بھی کئی دفعہ زار زار روتا ہوں کہ مجھے اس بات پر بہت خوشی ہوئی کہ غازی صاحب کی قربانی رائیگاں نہیں گئی ہے۔ بیالیس سال کے بعد بھی ان کو نہایت عزت کے ساتھ یاد کیا جا رہا ہے۔ یہ تحریر جو کہ قدرت کی طرف سے مجھے ایک تحفہ ملا ہے۔ مجھے میری تحریر اور غازی صاحب کی تصویر کے ساتھ واپس کر دیں تا کہ اس کو میں تادم حیات گاہ بگاہ پڑھ کر خوشی محسوس کرتا رہوں۔

غازی صاحب کے بارے میں میری معلومات مندرجہ ذیل ہیں۔

۳/۱۰ بلوچ رجمنٹ میں غازی صاحب ملازم تھے گارڈ ڈیوٹی پر ان کے علاوہ باقی سب ہندو ڈوگرہ تھے۔ غازی صاحب کی ڈیوٹی کے دوران ایک ڈوگرہ محمد ﷺ کی نعت سنا رہا تھا تو

Marfat.com

دوسرے ڈوگرہ نے ڈوگرہ کے منہ سے محمد ﷺ کی نعت سُنی تو محمد ﷺ کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کئے اور کہا کہ اُن کے نعت مت گاؤ۔ غازی صاحب نے گستاخانہ الفاظ استعمال کرنے والے کو منع کیا کہ ایسا مت کہو۔ ڈوگرہ نے کہا تمہارا کیا ہے۔ میں کہوں گا۔ تو غازی صاحب خاموش ہو گئے۔ اسی وقت انہوں نے دس کارتوس رائفل میں ڈالے۔ جب ڈیوٹی ختم ہوئی تو اس گستاخ ڈوگرہ کے سینہ میں ۱۰ کارتوس پار کر کے اس کو جہنم رسید کیا۔ ہندو گارڈ بھاگ گئے۔ پلٹن میں الارم ہوا۔ تو میاں محمد صاحب نے بہ آواز بلند نعرہ لگایا۔ میں نے اپنا فرض پورا کیا۔ میری رائفل کوئی بھی لے سکتا ہے۔ صوبیدار میجر فضل خان آیا تو میاں محمد صاحب نے رائفل دیدی تو صوبیدار میجر فضل خان صاحب کو M.B.E میڈل ملا۔

جب مقدمہ شروع ہو گیا تو غازی صاحب کا والد خود مدراس آیا۔ پلٹن کا ریٹائرڈ صوبیدار ہونے کے باوجود صوبیدار فضل خان نے ان کو صدر بازار میں ٹھہرایا۔

والسلام۔ نظام خان۔

اب میجر غلام یٰسین صاحب ۱۴۶ مری روڈ راولپنڈی اور کپتان نظام خان صاحب مقام سنڈہ براستہ شکر درہ ضلع کوہاٹ سے تعارف اور رابطہ کس طرح ہوا ملاحظہ کیجئے۔

میجر غلام یٰسین صاحب ایک کمپنی جس کا نام اے کے سید تھا اور ان کا دفتر پرانے گرل ہوٹل کے اوپر واقع تھا نزد پیر صاحب گولڑہ شریف کے پٹرول پمپ (مال روڈ) جہاں اب عسکری بینک قائم ہے ان کے ہاں بطور منیجر Manager فرائض انجام دیا کرتے تھے اور GHQ کے علاوہ تقریباً تمام مقامی دفاتر میں ڈرائنگ میٹریل (کاغذات اور کیمیکلز) سپلائی کیا کرتے تھے۔ اس طرح ان سے ایک عرصہ سے تعارف تھا کہ وہ اکثر CMES کے دفتر جو مال روڈ اور عابد مجید روڈ کے کونے پر واقع ہے وہاں بھی اور بعد میں GHQ میں بھی ان کے کاروباری سلسلہ میں ملاقاتیں رہتی تھیں مگر یہ معلوم نہ تھا کہ وہ فوج میں ملازمت کے دوران مدراس میں مقیم رہے ہیں اور ان کو برادر محترم غازی میاں محمد کی شہادت کا علم ہے۔

Marfat.com

کیپٹن نظام خان جن کا تعلق سنڈہ گاؤں (جو تحصیل عیسیٰ خیل ضلع میانوالی میں واقع ہے) سے تھا اور وہ پاکستان آرمی کے آخری انگریز کمانڈر انچیف جنرل گریسی کے اے ڈی سی تھے ایک بار راولپنڈی سے میانوالی (سنڈہ) اپنے گاؤں جاتے ہوئے تلہ گنگ سے گزرے تو والد محترم صوبیدار غلام محمد سے ملاقات کی یہ غالباً ۴۹۔۱۹۴۸ء کا دور تھا میں ملازمت کے باعث وہاں موجود نہ تھا۔ والد صاحب نے اپنے ایک رجسٹر میں ان کا راولپنڈی کا پتہ نوٹ کر رکھا تھا۔ کافی عرصہ بعد جب میں ۱۹۶۴ء میں راولپنڈی میں پوسٹ ہوا تو کپتان صاحب کا پتہ میرے علم میں آنے کے بعد میں نے عرصہ تک ان کی تلاش جاری رکھی مگر کہیں سے کوئی بھی سراغ نہ مل سکا۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ ۱۹۷۸ء کے وسط میں میجر غلام یٰسین صاحب اور کپتان نظام خان صاحب سے اچانک اور اکٹھے ہی تعارف ہوا جو میرے لئے ایک معجزہ سے کم نہ تھا۔

اس کی روداد یوں ہے کہ میری جی ایچ کیو میں تعیناتی کے دوران ۱۹۷۷ء اور ۱۹۷۸ء میں دوبار میرے ڈائریکٹر صاحب نے ڈی ڈبلیو ای (آرمی) سے میرا نام آرمی کے حج کنٹیجنٹ (حج دستہ) میں شامل کرنے کے لئے سفارش کی۔ جی ایچ کیو میں اس مقصد کے لئے لاٹری سے کام طے ہوتے تھے سویلین تو چونکہ آخری ترجیح ہوا کرتے ہیں اس لئے ۱۹۷۷ء میں مجھے یہ سعادت حاصل نہ ہو سکی۔ دوسری بار ۱۹۷۸ء میں بھی بوجہ سنیارٹی اور عمر کے میرا نام بھجوایا گیا۔ ابھی لاٹری کا فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ ایک جمعہ کے روز میں اپنے بیٹے افتخار احمد ملک کے ہمراہ نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے کامران مارکیٹ صدر راولپنڈی کی جامع مسجد میں گئے جہاں قاری سعید الرحمٰن صاحب خطیب ہیں۔ چونکہ ہم باپ بیٹا اول وقت مسجد میں پہنچ گئے تھے اس لئے مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب کے بالکل پیچھے پہلی صف میں جگہ مل گئی۔ نماز جمعہ کے بعد دعا کے دوران ہی صحن میں نعرہ تکبیر کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ پیچھے مڑ کر دیکھا تو نوجوانوں کا ہجوم جنرل ضیاء الحق کو گھیرے ہوئے تھا اور ان کو آگے لا رہے تھے۔ جب جنرل صاحب آگے لاؤڈ سپیکر پر آئے تو میں

Marfat.com

نے دیکھا کہ دیگر افراد جن میں یقیناً سیکورٹی کے جوان بھی ہوں گے۔ میجر غلام یٰسین صاحب بھی ان کے ہمراہ تھے جنرل صاحب نے مختصری تقریر کی کہ وہ (جنرل صاحب) اور میجر غلام یٰسین اس مسجد کے اس وقت سے مقتدی ہیں جب وہ میجر تھے اب مجبوراً ان کو مارشل لاء لگانا پڑا ہے۔ دعا کریں کہ ہم (وہ) ملک اور قوم کی بہتری کے لئے کام کر سکیں۔ اس واقعہ سے مجھے معلوم ہوا کہ میجر غلام یٰسین صاحب جنرل ضیاء الحق صاحب کے پرانے ساتھی ہیں۔ بعد میں یہ بھی معلوم ہوا کہ دونوں حضرات کو ساتھ ساتھ مکانات بھی الاٹ ہوئے تھے اس طرح ایک عرصہ تک پڑوسی بھی رہے ہیں۔

اس طرح جب مجھے علم ہوا کہ میجر غلام یٰسین صاحب جنرل ضیاء الحق صاحب کے پرانے ساتھی ہیں تو میں ایک دن میجر غلام یٰسین صاحب کے دفتر میں گیا جو مال روڈ (صدر) پر سلور گرل ہوٹل کے قریب واقع ہے ان سے عرض کیا کہ دوبار میرے دفتر والوں نے فوج کے حج دستہ کے ہمراہ حج پر جانے کے لئے میرا نام جی ایچ کیو بھجوایا تھا۔ پچھلے سال (۱۹۷۷) لاٹری میں میرا نام نہیں نکلا تھا۔ اب دوسری بار (۱۹۷۸ء) میں بھی میرا نام اپنے محکمہ سے بھجوایا گیا ہے اگرچہ ابھی تک لاٹری تو نہیں نکلی مگر سویلین تو آخری ترجیح ہوتے ہیں۔ لہذا اگر ممکن ہو تو جنرل صاحب سے ایک سیٹ مجھے لے دیں۔ ان کو شاید ۸ عدد افراد کو حج دستہ میں بھجوانے کا اختیار تھا۔ میں اپنے خرچ پر حج کرنا چاہتا ہوں صرف سیٹ الاٹ کرا دیں۔ میں نے میجر صاحب کو اپنے والد محترم کے بارے میں بتایا کہ وہ پنشنر صوبیدار تھے اور ماشاء اللہ ایک دین دار ہستی تھے۔ پھر برادر محترم غازی میاں محمد کے بارے میں بتایا تو میجر صاحب اپنی کرسی سے اچھل کر میری طرف بڑھے اور جذبات سے لبریز بغل گیر ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہم ایک عرصہ سے ایک دوسرے کو جانتے ہیں مگر اس سے بیشتر آپ نے کبھی نہیں بتایا کہ آپ غازی صاحب کے بھائی ہیں۔ مزید فرمانے لگے کہ وہ ہمیشہ میرے رویہ اور حسن سلوک پر تعجب کیا کرتے تھے کہ اپنے محکمہ کے اکثر افراد (افسران) سے کس قدر مختلف

Marfat.com

ہے جس کی وجہ اب معلوم ہوئی کہ یہ آپ کا کردار آپ کے خاندانی پس منظر کے تحت تھا۔ میں نے عرض کی کہ آپ میرے بزرگ ہیں اور آپکا احترام میرا فرض تھا یہ تو کوئی غیر معمولی بات نہیں مگر جہاں تک غازی صاحب کے واقعہ کا تعلق ہے مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ اس واقعہ سے واقف ہیں۔ البتہ کپتان نظام خان صاحب کے بارے میں جب سے مجھے علم ہوا کہ وہ اس واقعہ سے متعلق رہے ہیں تو میں اب تک ان کو تلاش نہیں کر پایا۔ میجر صاحب نے بتایا کہ وہ کپتان صاحب کے ساتھ ہی ۲/۱۳ فرنٹیئر فورس رجمنٹ میں مدراس میں مقیم تھے اور ان کو غازی صاحب اور ہمارے والدین اور چھوٹے بھائی کی خدمت کرنے کا موقع ملا جس کو وہ ایک اعزاز سمجھتے ہیں۔ میجر صاحب نے مجھے کپتان نظام خان صاحب کا ایڈریس دیا اور بتایا کہ ماشاء اللہ بخیریت ہیں اور کئی بار وہ راولپنڈی ان کے پاس تشریف لاچکے ہیں۔

میجر غلام یٰسین صاحب کا خلوص اور محبت بھی نا قابل بیان ہے۔ ایک عرصہ تک تو شام ہمدرد میں ملک نور محمد کے ہمراہ اکٹھے حکیم محمد سعید کے مرکز واقع مری روڈ پر حاضری دیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ بھی ہفتہ دس دن بعد میجر صاحب لازماً فون پر ملک نور محمد کی خیریت معلوم کرتے اور دعاؤں سے نوازتے رہتے۔ اگر وہ گاؤں چلا جاتا تو بھی بچوں سے خیریت معلوم کرتے رہتے۔ کئی بار ملاقات کے لئے بھی غریب خانے پر تشریف لے آتے۔ اتفاق سے میجر صاحب کا سال پیدائش بھی ۱۹۱۵ء تھا اس طرح وہ غازی صاحب کے ہم عمر تھے۔ ۸۱ سال کی عمر میں ۱۹۹۶-۱۰-۹ کو میجر صاحب نے انتقال فرمایا۔ اللہ کریم ان کو غریق رحمت فرمائے۔ اگرچہ وہ بزرگ تھے مگر بے حد احترام فرماتے تھے۔ ایک باعمل انسان تھے۔ ان کا حلقہ احباب بھی ماشاء اللہ بہت وسیع تھا اور کسی نہ کسی بہانے اکثر سب احباب کو مدعو فرمایا کرتے تھے۔

میجر غلام یٰسین کے بڑے بیٹے نصیر الحق صاحب اپنے آبائی مکان نمبر ۱۴۶ امری روڈ میں ہی مقیم ہیں۔ اپنے ملحقہ ہوٹل لاثانیہ کے ساتھ ہی مقیم ہیں۔ میجر صاحب کے چھوٹے بیٹے

Marfat.com

لیفٹیننٹ کرنل ڈاکٹر منصور الحق صاحب فوج سے ریٹائرمنٹ لیکر آج کل کے آر ایل (KRL) ہسپتال جی نائن اسلام آباد میں ملازمت کر رہے ہیں۔ وہاں پر ان سے اکثر ملاقات رہتی ہے۔ اپنے والد گرامی کی طرح بے حد خوبیوں کے مالک ہیں اللہ کریم ان کو خوش وخرم رکھے اور اپنے والد محترم کے نقشِ قدم پر قائم رکھے۔ آمین۔ اُن کی رہائش گل ریز کالونی راولپنڈی میں ہے۔

بریگیڈئر ارشاد گل صاحب مکان نمبر ۲۰۲ سٹریٹ نمبر ۱۲ چک لالہ سکیم تھری راولپنڈی

ملک نور محمد جولائی ۱۹۸۶ء میں اپنے مکان نمبر ۲۸۳ سٹریٹ نمبر ۱۳ چکلالہ تھری میں منتقل ہوئے تو اس وقت سکیم تھری کی جامع مسجد ابھی تکمیل کے آخری مراحل میں تھی۔ بریگیڈئر ارشاد گل صاحب جامع مسجد کے قریب ہی رہائش پذیر ہیں۔ اس طرح مسجد کے ساتھی ہونے کے ناطے ان سے علیک سلیک رہی۔ ان کا بڑا بیٹا ہارون گل ملک نور محمد کے پوتے جواد اعجاز ملک کا ہم جماعت اور دوست تھا جواد اعجاز ملک ۹۰ لانگ کورس کے لئے نومبر ۹۲ء میں کاکول چلا گیا تھا اور دو سال کا کورس پی ایم اے کاکول میں پاس کرنے کے بعد اکتوبر ۹۴ء میں اس کو کمیشن مل گیا تھا مگر اس کا دوست ہارون گل کسی وجہ سے ایک سال چھ ماہ بعد کاکول گیا اور اس طرح اس کو ۱۹۹۶ء میں کمیشن ملا۔ کاکول جانے پر بریگیڈئر صاحب کو اپنے بیٹے کے اچھے چال چلن کا سرٹیفکیٹ پیش کرنا تھا جس کے لئے ملک نور محمد کے ایک مہربان بریگیڈئر محمد انور صاحب جو مکان نمبر ۹۹ چک لالہ سکیم تھری میں رہائش پذیر ہیں اور کرنل اعجاز کے اوکاڑہ ملیسی میں ۸۵۔۱۹۸۴ء میں بریگیڈ کمانڈر رہ چکے تھے اس طرح ان سے دیرینہ تعلقات تھے ان کی فرمائش پر ملک نور محمد نے بریگیڈئر ارشاد گل صاحب کے بیٹے کا چال چلن کا سرٹیفکیٹ بطور چیئرمین زکواۃ کمیٹی جاری کیا۔ تقریباً چھ ماہ بعد ان کے دوسرے بیٹے کو بھی کمیشن ملا تو بریگیڈئر ارشاد گل صاحب بذات خود ملک نور محمد کے پاس تشریف لائے اور دوسرے بیٹے کے لئے بھی چال چلن کا سرٹیفکیٹ دینے کو کہا۔ بریگیڈئر صاحب

Marfat.com

نے دوسرے دن اپنے سیکرٹری ریٹائرڈ صوبیدار میجر کو (بریگیڈئر صاحب ان دنوں فوجی فاؤنڈیشن میں سروس کررہے تھے) متعلقہ کاغذات دیکر بھیجا۔ اتفاقاً صوبیدار میجر صاحب سے دوران گفتگو معلوم ہوا کہ ان کا تعلق شکر درہ سے تھا۔ ملک نور محمد نے کپتان نظام خان کا ذکر کیا تو صوبیدار میجر صاحب نے بتایا کہ وہ ان کو اچھی طرح سے جانتے ہیں نیز یہ بھی بتایا کہ کپتان نظام خان صاحب بریگیڈئر ارشاد گل صاحب کے قریبی عزیز ہیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ کپتان نظام خان صاحب کی ایک بیٹی بریگیڈئر ارشاد گل صاحب کے بھائی کی اہلیہ ہیں یعنی بریگیڈئر صاحب کی بھابھی ہیں۔ یہ اتفاقیہ تعارف ملک نور محمد کے لئے ایک خوشگوار حیرت کا باعث تھا۔ صوبیدار میجر صاحب نے بھی بریگیڈئر صاحب سے اس گفتگو کا ذکر کیا تو بریگیڈئر صاحب دوسرے تیسرے دن ملک نور محمد کے غریب خانہ پر تشریف لائے اور ان سے تفصیلی گفتگو ہوئی تو معلوم ہوا کہ ان کے والد محترم کپتان حلیم گل صاحب بھی ۲/۱۳ فرنٹیئر فورس رجمنٹ میں مدراس میں تعینات رہ چکے ہیں اور بریگیڈئر ارشاد گل صاحب کی پیدائش بھی مدراس (بھارت) کی ہے۔ بریگیڈئر ارشاد گل کے مطالبے پر ان کو غازی میاں محمد شہیدؒ صاحب کی کتاب مطالعہ کرنے کے لئے دی جو انہوں نے پڑھ کر چند دنوں بعد واپس کردی۔ اس طرح بریگیڈئر صاحب سے مزید تعلقات گہرے ہوتے گئے اور انہوں نے سکیم تھری میں مقیم اپنے تمام نمازی اور دوسرے ساتھیوں کو برادرم محترم غازی میاں محمد کی شہادت کے واقعات تفصیل سے بتائے۔

میجر جنرل عبدالغنی ممتاز صاحب ، ممتاز کالونی اڈیالہ روڈ راولپنڈی

ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد ملک نور محمد ۱۹۸۳ء سے ۱۹۹۴ء تک گیارہ سال چکلالہ چھاؤنی کے نصف مشرقی حصہ (ریلوے لائن سے مشرق کی جانب) زکواۃ کمیٹی کے چیئرمین رہے۔ جنرل عبدالغنی ممتاز صاحب غالباً لالہ زار کی آبادی کی زکواۃ کمیٹی کے چیئرمین تھے۔

Marfat.com

راولپنڈی چھاؤنی میں تقریباً ۷۵ زکواۃ کمیٹیوں کے چیئر مین ہر ماہ کی دس تاریخ کو کنٹونمنٹ بورڈ راولپنڈی میں اکٹھے ہوا کرتے تھے۔ عام طور پر سٹیشن کمانڈر صاحب اس ماہانہ میٹنگ کی صدارت کیا کرتے۔ چیئر مین حضرات کو جو مختلف مسائل و مشکلات پیش آتیں ان کے بارے میں گفتگو ہوتی یا جو معلومات درکار ہوتیں ان پر چیئر مین حضرات اپنا اپنا موقف پیش کرتے اور طریقہ کار پر بھی ہدایات دی جاتیں محکمہ زکواۃ اور اکاؤنٹ کے محکمہ کے نمائندے بھی موجود ہوا کرتے تھے۔

میٹنگ شروع ہونے سے قبل جنرل عبدالغنی ممتاز صاحب تلاوت کلامِ پاک فرماتے۔ اُس کا ترجمہ اور مختصر تفسیر بھی بیان کیا کرتے۔ ماشاءاللہ جنرل صاحب ایک باعمل اور دیندار انسان ہونے کے باعث ان کا بیان بہت موثر ہوتا اور حاضرین بے حد پسند کرتے۔

غالباً ۱۹۸۷ء میں افواج پاکستان کے ہفت روزہ ''ہلال'' راولپنڈی کے ایڈیٹر ملک محمد ممتاز اقبال صاحب نے غازی میاں محمد شہیدؒ پر ہلال کے سپیشل نمبر بابت (نومبر/دسمبر ۸۷ء) مضمون شائع کیا۔ جو جنرل عبدالغنی ممتاز صاحب نے بھی پڑھا تو ان کو اس واقعہ کا علم ہوا۔ اتفاق سے وہ ۱۹۳۷ء میں مدراس میں ہی فوج کے محکمہ آرڈیننس میں بطور کپتان تعینات تھے چونکہ مضمون میں میجر غلام یاسین صاحب کا بھی حوالہ تھا اور جنرل صاحب ان سے پہلے ہی متعارف تھے۔ اس لئے پہلے انہوں نے میجر غلام یٰسین صاحب سے فون پر رابطہ کیا اور ان سے تصدیق کرائی کہ غازی صاحب ملک نور محمد کے حقیقی بھائی تھے۔ انہوں نے ملک نور محمد کو فون کر کے بتایا کہ کس طرح ان کو اس واقعے کا علم ہوا اور شکایت بھی کی کہ ان سے اس واقعے کا ذکر کیوں نہیں کیا تھا۔ ظاہر ہے چونکہ ملک نور محمد کو یہ معلوم نہ تھا کہ جنرل صاحب اس وقت مدراس میں مقیم تھے اور اس واقعہ کی تفصیل سے پہلے ہی آگاہ تھے۔ اس لاعلمی کے باعث کبھی اس سلسلے میں بات نہیں ہوئی تھی۔

جنرل صاحب پہلے ہی ملک نور محمد کے مہربانوں میں سے تھے مگر جب سے ان کے علم

Marfat.com

میں یہ بات آئی کہ ان کو غازی صاحب کا چھوٹا بھائی ہونے کی سعادت حاصل ہے وہ بے حد احترام فرماتے۔ حالانکہ وہ عمر میں بھی ان سے بزرگ ہیں اور پھر بحیثیت جنرل نو علی عہدہ پر فائز رہے ہیں مگر ایک باعمل اور دیندار انسان ہونے کے باعث بھی بہت ہی قابل احترام بزرگ ہیں۔ اللہ کریم ان کو صحت کاملہ سے نوازے۔ آج کل کچھ علیل ہیں جو عمر کا تقاضا بھی ہے۔

غازی میاں محمد شہیدؒ کی شہادت کو ان کے والد بزرگوار صوبیدار غلام محمد اور نہ ہی چچا صاحب ملک مرزا خان تحصیلدار ریٹائرڈ اور نہ ہی ان کے بعد کسی اور فردِ خاندان نے پبلسٹی دی۔ ایک تو سب خودنمائی سے گریز کرتے رہے دوسرے یہ کہ اللہ کریم سے ہر وقت دست بدعا ہے کہ اللہ کریم ان کی شہادت کو قبول فرمائے اُن کے درجات بلند فرمائے اور اُن کی شہادت کو ان کے آباء و اجداد، والدین اور خاندان کے لئے نجات کا باعث بنادے۔ آمین۔

ایک طویل عرصہ تک خاموشی کے بعد روزنامہ نوائے وقت لاہور کے ایک کالم نگار کپتان ملک ممتاز صاحب نے پہلی بار ۱۳ فروری ۱۹۷۵ء "غازی میاں محمد شمع رسالت پر قربان ہو جانے والا ایک پروانہ" کے عنوان سے ان کی شہادت پر ایک مضمون ایڈیٹوریل صفحہ پر نمایاں طور پر شائع کیا۔ اس کے بعد بھی ایک عرصہ تک خاموشی رہی۔ ایک عرصہ کے بعد اس اخبار کا ایک ٹکڑا ملک میاں محمد نمائندہ نوائے وقت (جن کا تعلق تلہ گنگ کے قریبی گاؤں جھاٹلہ سے ہے) کو سرِ راہ پڑا ہوا ملا۔ جس سے اُن کو صرف اتنا علم ہوا کہ غازی میاں محمد شہیدؒ کا تعلق تلہ گنگ سے تھا۔ انہوں نے تلاش شروع کی اور آخر ملک نور محمد کے ساتھ راولپنڈی میں رابطہ کیا جہاں وہ ملازمت کے باعث مقیم تھا۔ انہوں نے ملک میاں محمد کو کچھ مواد معلومات مہیا کیں جن کی بنیاد پر انہوں نے پہلی بار ۱۲ اپریل ۱۹۷۸ء کو غازی صاحب کی شہادت کی تاریخ (۱۲-۴-۳۸) کی نسبت سے نوائے وقت راولپنڈی میں اپنا مضمون شائع کرایا۔ اس کے بعد بھی ملک میاں محمد صاحب کئی بار غازی صاحب کی شہادت پر مضمون شائع کراتے رہے جو ۱۲ اپریل ۸۲ء، ۱۳ اپریل ۸۳ء اور نوائے

Marfat.com

وقت جمعہ میگزین ۱۳ تا ۱۹ اپریل اور ۲۰ تا ۲۶ اپریل ۸۴ء میں شائع ہوئے۔

ملک میاں محمد صاحب کا ہی مضمون ماہنامہ ضیائے حرم لاہور نے ستمبر ۸۴ء کے شمارے میں شائع کیا جس کے حوالہ سے اور زیر ہدایت جناب پیر کرم شاہ صاحب جو رسالہ ہذا کے سرپرست اعلیٰ تھے رائے محمد کمال صاحب نے اپنے گرامی نامہ مورخہ ۶ جون ۸۵ء ملک نور محمد کے ساتھ رابطہ کیا۔ ان دنوں وہ لال کرتی راولپنڈی میں ریٹائرمنٹ کے بعد مقیم تھے۔ رائے محمد کمال صاحب جو پہلے غازی علم دین شہیدؒ پر کتاب مرتب کر چکے تھے انہوں نے اس سلسلہ کی دوسری کتاب غازی میاں محمد شہیدؒ پر بھی مرتب کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ چونکہ اس سے قبل ملک میاں محمد صاحب نمائندہ نوائے وقت کی فرمائش پر میجر غلام یٰسین صاحب اور کپتان نظام خان صاحب سے بھی ان کی یادداشتوں پر مشتمل معلومات حاصل کی گئی تھیں اس نے بھی جو کچھ معلوم تھا اور یاد تھا ان کو مواد حوالے کر دیا آخر انہوں نے اگست ۱۹۸۶ء میں غازی میاں محمد شہیدؒ کے نام سے کتاب مرتب کر کے ضیاء القران پبلی کیشنز داتا روڈ لاہور سے شائع کرا دی۔ کتاب مرتب کرنے کی سعادت تو رائے محمد کمال صاحب کے حصہ میں آئی مگر اس کی بنیاد اصل میں ملک میاں محمد صاحب نمائندہ نوائے وقت کے لگاتار مضامین پر قائم ہوئی۔ اس لئے بڑی حد تک اس سارے واقعہ کو زندہ رکھنے اور بعد کی نسلوں کے علم میں لانے میں ان کا حصہ سب سے زیادہ ہے جن کا شکر یہ ادا نہ کرنا ناشکری ہے۔ اللہ کریم ان تمام حضرات کو اجرِ عظیم سے نوازے جنہوں نے کسی بھی صورت اس میں حصہ لیا ہے۔

حکیم محمد سعید صاحب

ہمدرد فاونڈیشن سے رابطہ

اللہ کریم حکیم محمد سعید صاحب کے درجات بلند فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آپ نے اپنی زندگی مخلوق خدا کی خدمت اور رہنمائی کے لئے وقف کر رکھی

Marfat.com

تھی۔ اُن کا ادارہ اُن کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔

آپ کا معمول تھا کہ آپ ہر ماہ کراچی، لاہور، راولپنڈی اور پشاور میں طے شدہ پروگرام کے مطابق قیام فرماتے اور اس دوران نہ صرف مریضوں کو دیکھتے ان کے علاج کی تشخیص میں دن بھر مصروف رہتے بلکہ باقاعدہ مجالس کا انعقاد ہوتا جس میں دینی اور ملی معاملات پر سیر حاصل تقاریر اور اجتماعات اُن کی صدارت میں قائم کئے جاتے جن کے اختتام پر حاضرین کی بہترین اور عمدہ طریق سے تواضع کا بندوبست ہوتا۔ ساتھ ہی نماز باجماعت کا اہتمام ہوا کرتا تھا۔ یہ سلسلہ ان کی زندگی بھر کا معمول تھا۔ الحمدللہ کہ ملک نور محمد کو بھی ایک عرصہ تک ان ماہوار مجالس میں حاضری کی سعادت نصیب ہوتی رہی جس کے لئے ہر ماہ باقاعدگی سے دعوت نامہ بذریعہ ڈاک آیا کرتا تھا۔ جناب میجر غلام یٰسین صاحب بھی جو حکیم محمد سعید صاحب کے مطب کے قریب ہی رہائش پذیر تھے ان کے ہمراہ مجالس میں شریک ہوا کرتے تھے۔

ماہِ اکتوبر ۱۹۸۹ء کی ایسی ہی تقریب میں اجتماع کے بعد ملک نور محمد نے اپنے عریضہ کے ہمراہ غازی میاں محمد شہید پر رائے محمد کمال صاحب کی مطبوعہ کتاب اور اس کا مسودہ اور غازی صاحب کی ایک تصویر بھی جناب حکیم محمد سعید صاحب کی خدمت میں پیش کی تاکہ ان اشیاء کو کتب خانہ ہمدرد میں محفوظ رکھا جائے۔ حکیم صاحب نے مسرت کے ساتھ ان اشیاء کو شرفِ قبولیت بخشا اور اس کے جواب میں ڈائریکٹر ریسرچ اینڈ لائبریری بیت الحکمت کراچی نے اپنے گرامی نامہ بحوالہ ڈی ر آر ر ا ے ر ۸۹۔۶۹۲ مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۸۹ء ملک نور محمد کو مطلع فرمایا کہ جناب حکیم صاحب نے مذکورہ بالا اشیاء کتب خانہ ہمدرد کو دے دیئے ہیں جہاں مصنفین کے مسودات کا ایک خاص شعبہ بھی ہے۔ انہوں نے تحریر فرمایا کہ "یہ تمام چیزیں اور خاص کر مسودہ ہمارے اس ذخیرے میں ایک قیمتی اضافہ ہے اس عنایت پر میں جناب حکیم صاحب اور اپنی جانب سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

Marfat.com

چونکہ مندرجہ بالا اشیاء ملک نور محمد نے حکیم محمد سعید کی خدمت میں رائے محمد کمال صاحب کے ہی مشورہ اور ہدایت کے مطابق پیش کی تھیں لہذا ان کو جب اس سے مطلع کیا تو انہوں نے اس پر بے حد مسرت کا اظہار کیا اور انہوں نے جواباً اپنے گرامی نامہ مورخہ ۱۰ دسمبر ۸۹ء کے ساتھ جناب جعفر حسین جعفری صاحب کے گرامی نامہ مورخہ ۸۹-۱۰-۱۲ اور پروفیسر محبوب پاشا صاحب (مدراس) کے گرامی نامہ مورخہ ۸۸-۶-۳ کی نقول (فوٹو کاپیاں) ارسال فرمائیں جن کا تفصیلی تذکرہ جناب جعفر حسین جعفری صاحب ایڈیٹر روزنامہ منصف حیدر آباد (سابق دکن) بھارت کے زیر عنوان عرض کیا جا چکا ہے۔ غازی صاحب پر تحقیق و جستجو کا سلسلہ جاری و ساری ہے کہ ''شہید ہمیشہ زندہ رہتا ہے''۔

Marfat.com

ملک نور محمد کا ریڈیو اسلام آباد سے انٹرویو

ریڈیو پاکستان اسلام آباد میں ''روشنی'' پروگرام کے انچارج میاں ثناء اللہ صاحب نے ملک نور محمد سینئر ایڈمن آفیسر (ریٹائرڈ) کا انٹرویو ےمئی ۲۰۰۱ء کو ریکارڈ کیا اور اسی شام سوا سات بجے نشر بھی کیا گیا۔ جو آڈیو کیسٹ سے من وعن تحریر ہے (ضیاءالحسن ہاشمی)۔

☆ بزرگ شہریوں کے پروگرام ''آپ کے ساتھ ساتھ'' میں آج ہماری مہمان شخصیت ہیں ملک نور محمد صاحب۔ ملک صاحب میں آپ کو اپنے سٹوڈیو میں خوش آمدید کہتا ہوں۔

السلام علیکم۔

﴾ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ میں آپ کا بہت مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے یہ موقع عنایت فرمایا۔

☆ ملک صاحب! ماشاء اللہ اس وقت آپ اپنی عمر کے نواسی سال مکمل کرنے والے ہیں۔ آپ فرما رہے تھے کہ ابتدائی تعلیم تلہ گنگ سے حاصل کی اور اس کے بعد آپ ایم ای ایس یعنی ملٹری انجینئر سروس سے منسلک ہو گئے۔

﴾ جی ہاں! میں نے ۱۳ اکتوبر ۱۹۴۰ء سے کوئٹہ میں ملازمت شروع کی تھی

☆ اور جی ایچ کیو سے سینئر ایڈمن آفیسر کی حیثیت سے یکم جون ۸۲ء کو ریٹائرڈ ہوئے۔ باقی باتیں تو میں انہی کی زبانی آپ تک پہنچاؤں گا۔

﴾ جی۔

☆ تھوڑا تعارف میں آپ سے کروا دوں کہ ملک صاحب کا تعلق اس خاندان سے ہے کہ جس کے ایک سپوت غازی میاں محمد شہیدؒ نے اس خاندان کو وہ مقام دلایا کہ جسے ہم شمع رسالت کے پروانوں کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

﴾ جی ہاں۔ الحمد للہ۔

Marfat.com

☆ کہ جب آپ کے بھائی نے ایک ہندو ڈوگرے سپاہی کو نبی آخرالزماں ﷺ کی شان مبارک میں گستاخی کرنے کے جرم میں گولی مار کر ہلاک کر دیا اور پھر غازی میاں محمد کو سزائے موت دی گئی۔ بظاہر یہ سزائے موت ہے لیکن اللہ کے ہاں ان کا درجہ شہید کا ہے۔

✽ جی بالکل درست فرمایا آپ نے۔

☆ یہ ۱۹۳۷ء کا واقعہ ہے کہ جب غازی میاں محمد شہید نے شرانداز کو اس گستاخی کی سزا میں واصل جہنم کیا تھا۔ ملک صاحب آپ یہ فرمایئے کہ آپ نے جیسے آپ فرما رہے تھے اکتوبر ۱۹۴۰ء میں اپنی ملازمت کا آغاز کیا۔

✽ جی ہاں۔

☆ اور جون ۱۹۸۲ء میں آپ ریٹائر ہوئے۔

✽ جی ہاں۔

☆ یہ اتنا طویل عرصہ جو آپ نے ملازمت کی۔ پاکستان بننے سے پہلے آپ نے آغاز کیا تھا۔

✽ جی ہاں۔ پاکستان کے قیام سے تقریباً سات سال قبل میں نے ملازمت شروع کی۔

☆ اور پھر ۱۹۸۲ء میں یعنی ابھی کوئی اٹھارہ بیس سال پہلے آپ ملازمت سے ریٹائر ہوئے۔

✽ جی ہاں بالکل اسی طرح ہے۔

☆ تو آپ نے بہت عرصہ خدمت کی اس ملک کی اور اس قوم کی اور آپ نے تمام تر صلاحیتیں اس پر لگائیں اور پھر جس سروس کا آپ نے آغاز کیا آپ نے انتہائی دیانت داری کے ساتھ اپنے فرائض کو ادا کیا۔

✽ شکر الحمدللہ میں بالکل مطمئن ہوں بلکہ مجھے فخر ہے۔

☆ اور بچوں کی تعلیم و تربیت بھی کی تو کیسے آپ گزارہ کرتے رہے۔ کلیئر بتایئے۔

✽ اگرچہ تنخواہ قلیل تھی مگر بڑا سستا زمانہ تھا۔ بہت ہی آسودگی سے انسان اپنی ضروریات زندگی

Marfat.com

پوری کر سکتے تھے، کیونکہ سادگی تھی۔اب موجودہ زمانے میں مشکلات بھی زیادہ ہوگئی ہیں اور ضروریات بھی۔مہنگائی بھی دن بدن بڑھ رہی ہے جتنی مشکلات آج کل ہیں اس زمانے میں نہیں تھیں۔الحمدللہ میں نے اپنی تنخواہ سے ہی اپنی ضروریات پوری کیں اور اپنی اولاد کو بھی مناسب تعلیم دلوائی یہ سب اللہ کریم کا احسان ہے۔ میں نے ۱۹۴۰ء میں کوئٹہ جا کر ملازمت شروع کی تھی۔ میرے چچا صاحب مرحوم ملک مرزا خان وہاں تحصیل دار تھے اور میں وہاں سب سے پہلا جونیئر مسلمان کلرک تھا جسے فیلڈ سروس کے لئے نامزد کر دیا گیا اور میں ایک سال کا عرصہ وہاں رہ کر لاہور انجینئر ڈپو میں آ گیا وہاں میں نے دو سال سروس کی۔اس کے بعد میں فیلڈ سروس پر چلا گیا اور پھر تقریباً ڈھائی تین سال وہاں رہا جہاں میں انجینئر یونٹ کے ساتھ تعینات رہا۔اس دوران میں نے لاہور سے بمبئی اور بمبئی سے کلکتہ پھر بمبئی واپس جا کر سیلون جسے اب سری لنکا کہتے ہیں وہاں پہنچے۔کولمبو سے اکتوبر ۴۴ء کو بحری جہاز سے کلکتہ سے ہو کر آسام، آسام سے ہوتے ہوئے برما پہنچے۔ برما میں مختلف مقامات پر قیام کیا۔ آخر میں رنگون جنوری ۴۶ء تک رہا۔اس کے بعد میں اپنے محکمہ میں واپس آ گیا اور واپسی تک تقریباً ڈھائی تین سال فیلڈ سروس کی۔الحمدللہ میری فیلڈ سروس کی اچھی کارکردگی کے باعث میرا نام لندن گزٹ میں شائع ہوا۔ Mehtioned in Despatches میں واحد ہندوستانی مسلمان جونیئر کلرک تھا اس وقت کہ جس کو یہ اعزاز حاصل ہوا اور لنڈن کے وار آفس کے سیکرٹری نے باقاعدہ سرٹیفکیٹ میرے نام جاری کیا اور فیلڈ سروس سے واپسی کے بعد اپنے محکمہ میں جون ۴۶ء میں میری پوسٹنگ کیمبل پور میں ہوئی تھی جس کو اب اٹک کہتے ہیں۔وہاں بھی تقریباً ایک سال ہی رہا اس کے بعد مجھے رزمک چھاؤنی بھیج دیا گیا کیونکہ ہندوؤں کی وہاں اکثریت تھی اور ان کی وہاں کمی کو پورا کرنے کے لئے باوجود اس کے کہ میں کافی عرصہ فیلڈ پر رہ کر آیا تھا لہٰذا اگست ۱۹۴۷ء قیام پاکستان کے وقت رزمک چھاؤنی میں مقیم تھا۔الحمدللہ بڑی اچھی چھاؤنی تھی اور وہاں دو بریگیڈ مقیم تھے۔اس کے بعد میں ڈیرہ اسماعیل

Marfat.com

خان آ گیا پھر وہاں سے فروری ۴۸ء میں پشاور آ گیا۔ پشاور میں پانچ سال قیام کے بعد میں واہ فیکٹری میں آ گیا۔ وہاں تقریباً چار سال رہا اور وہاں سے میں ۵۶ء میں ملیر کینٹ چلا گیا جہاں چار سال رہنے کے بعد سیالکوٹ آ گیا۔ سیالکوٹ سے دو سال کے بعد لاہور چلا گیا وہاں سے ۶۲ء میں راولپنڈی پوسٹ ہوا جہاں پر باقی ملازمت پوری کی۔ مختلف آسامیوں پر ترقیوں کے باوجود اللہ کریم کا شکر ہے تعیناتی راولپنڈی میں ہی رہی۔

☆ ملک صاحب آپ نے ماشاءاللہ بیرون ملک اور اندرون ملک بہت اہم مقامات پر خدمات سرانجام دیں۔

❁ جی ہاں! میں نے پاکستان کے تقریباً تمام مشہور مقامات پر ملازمت کی اور چھاؤنیوں میں تعینات رہا۔

☆ اس سے پہلے کوئی عرصہ آپ کا بیرون ممالک میں بھی گزرا؟

❁ جی ہاں! پہلے تو ڈھائی تین سال فیلڈ سروس پر گزارے۔ تحریک پاکستان اس وقت عروج پر تھی۔

☆ آپ کو کبھی قائداعظم کو بھی دیکھنے کا یا سننے کا اتفاق ہوا؟

❁ پہلی دفعہ ۱۹۴۰ء میں کوئٹہ میں قائداعظم کو دیکھنے اور وہاں ان کی تقریر سننے کا اتفاق ہوا پھر ۱۹۴۲ء میں لاہور میں اور پھر پاکستان بننے کے بعد ۱۹۴۸ء میں جب میں پشاور تھا۔ جب قائداعظم وہاں تشریف لائے تھے اور خاص کر ارباب روڈ پر۔ میں ان کی گاڑی کے ساتھ کافی دور تک دوڑتا رہا اور میں نے دیکھا کہ خان عبدالقیوم خان جو اس وقت سرحد کے وزیراعلیٰ تھے وہ اگرچہ کافی جسیم تھے مگر وہ بھی قائداعظم کی گاڑی کے ساتھ ساتھ دوڑ رہے تھے اور ان کا پسینہ بہہ رہا تھا قائداعظم کا اپنا مقام تھا اور اپنا وقار تھا۔ الحمدللہ مجھے یہ تین مواقع ملے میں نے قائداعظم کو قریب سے دیکھا۔

☆ آپ نے قائداعظم کی شخصیت کو کیسے پایا یعنی پاکستان بننے سے پہلے جو آپ نے ان کا خطاب

Marfat.com

سنا اس میں قائد کا عزم کیا تھا اور کیا جوش اور ولولہ تھا اور پھر پاکستان بننے کے بعد بھی آپ نے سنا اس وقت کیا عزائم تھے۔

❁ لاہور میں تو بہت کم اردو میں تقریر کر سکتے تھے۔ زیادہ تر وہ اپنے مافی الضمیر کو انگریزی میں بیان کرتے تھے مگر ان کی انگریزی کو بھی لوگ ان کے جذبات کے تحت سمجھتے تھے البتہ بعد میں انہیں اردو پر کافی عبور ہو گیا تھا اور ان کا جو خلوص تھا ان کی جو نیک نیتی تھی اس کے پیش نظر لوگ ان پر اپنی جان نثار کرتے تھے اور ان کے احترام میں اپنی جان تک قربان کرنے کے لئے تیار تھے یہ ان کا خلوص ہی تھا کہ ایک شخص کی کوشش سے اللہ کریم نے ہمارے ملک کو آزادی عطا فرمائی۔

☆ ظاہر ہے کہ یہ قائد کی شخصیت ہی تھی کہ آپ فرماتے ہیں آپ قائد کی گاڑی کے ساتھ ساتھ بھاگ رہے تھے اور وزیر اعلیٰ سرحد۔

❁ جی ہاں خاص کر پشاور صدر میں ارباب روڈ پر میں کافی دور تک ان کی گاڑی کے ساتھ دوڑتا رہا۔

☆ ملک صاحب! یہ فرمائیں کہ ریٹائرمنٹ کے بعد یعنی ۱۹۸۲ء سے ریٹائر ہوئے تو آپ اس سے پہلے دفتر جانا اور واپس آنا اور فائل ورک کرتے تھے تو اس کے بعد کیا آپ اپنے پوتوں پوتیوں کو کھلاتے رہتے ہیں یا کچھ اور بھی شغل رہتا ہے۔ ماشاء اللہ اچھی صحت کے مالک ہیں۔

❁ الحمدللہ! جی پوتے پوتیاں بھی میرے جس گھر میں، میں رہتا ہوں اس گھر میں میرے دو بیٹے رہتے ہیں۔ ایک میری بیٹی رہتی ہے۔ پوتے اور پوتیاں بھی ہیں۔ بڑا بیٹا اعجاز ملک لیفٹیننٹ کرنل تھے فوج میں۔ ان کا ۱۹۸۸ء میں انتقال ہو گیا تھا۔ توپخانہ سے ان کا تعلق تھا ان کے بچوں کو الحمدللہ علیحدہ گھر ملا ہوا ہے جو قریب ہی ہے تو یہ پوتے پوتیاں بھی زندگی کا سرمایہ ہیں۔

☆ نعمت بھی ہے۔

❁ نعمت ہے۔ الحمدللہ۔ اللہ کریم کا بڑا احسان ہے مگر میں کوشش یہی کرتا ہوں کہ کم از کم صبح دس بجے تک میں تفسیر قرآن پاک پڑھتا ہوں۔ یہ میرا معمول ہے۔ شروع سے ہی تقریباً آٹھویں دفعہ میں

Marfat.com

نے تفسیر کا مطالعہ شروع کر رکھا ہے مختلف تفاسیر میں نے پڑھی ہیں۔ الحمد اللہ۔ اللہ کریم مجھے ان پر عمل کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ میرے بڑے بیٹے کے دو بیٹے یعنی میرے دو پوتے وہ بھی الحمد للہ فوج میں ہیں۔ ان میں سے بڑا میجر ہے اور دوسرا کپتان۔ اللہ کریم کا بڑا ہی احسان ہے۔ صحت کا جہاں تک تعلق ہے اللہ کریم کی نعمت ہے اس کی عنایت ہے۔ شاید اس لئے بھی کہ میرے گھر کا ماحول بھی بڑا صاف ستھرا اور پاکیزہ ہے۔ جب سے میں نے ہوش سنبھالا میں نے اپنے والد بزرگوار کو شب بیداری کرتے ہوئے دیکھا اور میں بھی حتی الامکان کوشش کرتا ہوں۔ اللہ کریم کا بڑا احسان ہے کہ وہ مسجد میں حاضری کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و عافیت میں رکھے۔

❁ آمین۔

☆ اور جو آپ کے جذبات ہیں اللہ کریم ان میں برکت عطا فرمائے۔

❁ آمین۔

☆ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے گھرانے کا تعلق فوج سے رہا ہے۔

❁ جی ہاں۔

☆ آپ کے والد محترم بھی فوج سے ریٹائر ہوئے۔

❁ جی ہاں! وہ اگست ۱۹۲۱ء میں ۱۲۴ بلوچ رجمنٹ سے بطور صوبیدار ریٹائرڈ ہوئے تھے۔

☆ اس کے بعد آپ کے بھائی غازی میاں محمد شہیدؒ نے بھی فوج کا انتخاب کیا۔

❁ جی ہاں برادر محترم بھی ۳/۱۰ بلوچ رجمنٹ میں ملازم تھے اور ان کی یونٹ مدراس چھاؤنی میں مقیم تھی۔

☆ آپ کے بیٹے اور آپ کے پوتوں نے بھی فوج کا انتخاب کیا۔

❁ جی ہاں۔ میرے بڑے بیٹے کرنل اعجاز ملک مرحوم اور ان کے دو بیٹے بھی فوج میں ہیں۔ ایک

Marfat.com

میجر ہے دوسرا کیپٹن ہے۔

☆ گویا کہ ملک وقوم کی خدمت کا جذبہ شروع سے ہی آپ کے خاندان اور آپ کے خون کے اندر چلا آ رہا ہے۔

☆ جی یہ اللہ کریم کا احسان ہے۔

☆ تو آپ تھوڑا سا یہ فرمائیں کہ جیسے ابھی آپ نے اپنے بیٹے کی وفات کا ذکر کیا۔ لیفٹیننٹ کرنل کے عہدے پر فائز تھے تو ان کی موت جیسے آپ نے بتایا تھا کہ عارضہ قلب کی وجہ سے ہوئی اور وہ بھی شاید اسی لئے تھا کہ اس وقت ملک کے اوپر باہر سے کوئی ایسا دباؤ تھا کہ انہیں زیادہ کام کرنا پڑا۔ ملکی حفاظت کے لئے اس کی وجہ سے ان کی صحت متاثر ہوئی۔

☆ ۱۹۸۳ء میں وہ ڈیرہ اسماعیل خان میں تھے۔ وہاں سے کرنل کے رینک پر پروموٹ ہو کر یہاں راولپنڈی پوسٹ ہوئے تھے اور ۳۶ آرٹلری رجمنٹ کے کمانڈنگ آفیسر تھے اور یہ وہ زمانہ تھا جب سری نگر سے ہندوستان کے ہوائی جہاز غائب تھے اور خطرہ تھا اب حملہ کرنے والے ہیں کہ اب حملہ کرنے والے ہیں۔ میں نے انہیں دیکھا کہ عید کی نماز بھی انہوں نے یونیفارم میں پڑھی۔ ان کی یونٹ کی دو بیٹریاں ایک جگہ تعینات تھیں اور دو دوسری جگہ۔ All the time he was running here and there اور اس پریشانی اور اس ذمہ داری کے احساس کی وجہ سے انہیں اگرچہ B.P بلڈ پریشر کی تکلیف ہوگئی تھی مگر وہ ہسپتال اس لئے نہیں جاتے تھے کہ ہسپتال والے ان کو ہسپتال میں داخل کر لیں گے اور کمانڈ والے کہیں گے کہ مشکل کام آیا ہے تو بھاگ گیا ہے۔ اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے انہوں نے آخری وقت تک اپنے فرائض سرانجام دیئے بلکہ وہ دو بار حساس ادارے کی نگرانی پر تعینات ہوئے۔ ایک بار ان کی یونٹ اپنا عرصہ پورا کر کے اوکاڑہ چلی گئی تھی اور ان کو دوبارہ ایک دوسری یونٹ جو یہاں ۳۶ آرٹلری کی جگہ پر آئی تھی سرگودھا سے اس کا کمانڈنگ آفیسر پوسٹ کر دیا گیا۔ دوبارہ وہ حساس ادارہ میں آ گئے تو

Marfat.com

اس طرح دو سال مکمل کرنے کے بعد منگلا ان کی پوسٹنگ ہوئی۔ انہوں نے ۲۰ مئی ۱۹۸۴ء کو چارج لیا اور ۲۱ مئی کو صبح ۵ بجے ان کو ہارٹ پرابلم ہوگئی ان کو جلد ہی ہسپتال لے جایا گیا۔ کچھ دن وہاں ہسپتال میں رہے پھر جنرل کلو صاحب کو اللہ مغفرت فرمائے ان کی ذاتی کوشش سے ان کی پوسٹنگ یہاں جی ایچ کیو میں ہوگئی۔ یہاں علاج معالجے کی سہولت بہتر تھی۔ پھر یہ بھی کہ ان کے والدین یہاں تھے وہ تقریباً تین سال جی ایچ کیو AG's Branch میں تعینات رہے اور پھر سروس کے دوران ۲۶ جولائی ۱۹۸۸ء کی رات ان کا انتقال ہوگیا۔

☆ ملک صاحب! یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ موت انسان کو آنی ہی آنی ہے۔

❁ جی بالکل۔ یہ تو قانون قدرت ہے۔

☆ اور اگر یہ موت اللہ کی راہ میں آ جائے۔

❁ جی یہ سب کچھ اللہ کریم کے اختیار میں ہے۔

☆ تو اس کا مقام کچھ اور ہی ہوتا ہے۔ آپ نے کبھی یہ محسوس تو نہیں کیا کہ آپ کے ایک بھائی نوجوانی میں یعنی ۲۳ برس کی عمر میں خالق حقیقی سے اس عالم میں جا ملے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی شان میں کسی کو گستاخی کرتے ہوئے دیکھنا پسند نہ کیا اور پھر آپ کے نوجوان بیٹے بھی خالق حقیقی سے اس حالت میں جا ملے کہ وہ اپنے ملک کے دفاع، سرحدوں کی حفاظت کے لئے یعنی نماز عید بھی انہوں نے وردی میں ادا کی اور ہسپتال بھی نہیں جانا چاہتے تھے تو کبھی آپ نے ان چیزوں کو محسوس تو نہیں کیا کہ کیا ہوگیا یا آپ نے اس کو کس انداز سے لیا۔

❁ گزارش ہے کہ عزیز و اقارب کا بچھڑ جانا ایک فطری عمل ہے۔ انسان اس کو محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا مگر مسلمان کا ایمان یہ ہے کہ جتنی اللہ کریم نے کسی کو مہلت عطا کی ہے اس میں کمی بیشی کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ الحمدللہ جتنا عرصہ بھی انہوں نے اپنے فرائض سرانجام دیئے نہایت احسن طریقے سے اپنے بیٹے کی میں بات کر رہا ہوں۔ جہاں تک میرے بھائی صاحب کا تعلق ہے

Marfat.com

انہوں نے جب ان پر یہ کیس بنا ۔ ۱۶ مئی ۱۹۳۷ء کی بات ہے جو شام کو ایک مسلمانوں کی اور غیر مسلموں کی مشترکہ گارڈ تھی ان کی بھی ڈیوٹی تھی کہ ایک ہندو نے بلکہ ایک ہندو ہی نعت پڑھ رہا تھا حضورؐ کی ۔ تو اس کا ایک فقرہ تھا واہ واہ پیارے محمدؐ ۔ تو ایک اور کم بخت ہندو تھا ڈوگرہ سپاہی ۔ اس نے اس کو منع کیا کہ تم اور کسی کی کیوں نہیں حمد پڑھتے انہی کا نام کیوں لے رہے ہو ۔ تو بھائی صاحب نے اس کو منع کیا کہ تم اس کو مت روکو یہ اپنی مرضی سے پڑھ رہے ہیں ۔ اگر تم نہیں سننا چاہتے تو تم خاموش رہو ۔ اس نے کہا تم کون ہوتے ہو مجھے روکنے والے ۔ اس سے تھوڑی بہت تکرار ہوئی ۔ بہر حال انہوں نے حوالدار کو رپورٹ کی ۔ حوالدار نے بھی زیادہ کارروائی نہیں کی ۔ انہوں نے یہ کہا اچھا میں اس کو سمجھا دوں گا ۔ معافی مانگنے کا تو سوال نہیں پیدا ہوتا ۔ بہر حال عشاء کی نماز تک وہ اس معاملے پر سوچ بچار کرتے رہے ۔ انہوں نے اپنے خط میں لکھا تھا کہ عشاء کی نماز کے بعد انہوں نے طے کر لیا کہ میں اس کو واصل جہنم کر کے چھوڑوں گا ۔ اس نے نبی کریمؐ کی شان میں گستاخی کی ہے اس لئے میرا ایمان یہ اجازت نہیں دیتا کہ میں اس کو درگزر کروں تو عشاء کی نماز کے بعد انہوں نے وردی پہنی جبکہ مقتول اس وقت ڈیوٹی پر تھا ۔ انہوں نے کوارٹر گارڈ سے اپنی رائفل اٹھائی ۔ اس کو لوڈ کیا اور پھر باہر نکل کر اس کو للکارا کہ اب بتاؤ کہ میں تم سے پوچھ سکتا ہوں کہ نہیں ۔ تو اس نے بھی رائفل بھائی صاحب کی طرف تانی مگر آپ نے اس کو پہلے فائر کر کے واصل جہنم کر دیا اور پوری میگزین اس پر خالی کر دی اور اس کے بعد سنگین سے بھی اس کے سینہ اور منہ پر پانچ گہرے زخم لگائے ۔ ڈاکٹر کی رپورٹ کے مطابق ایک زخم ۱۴ انچ گہرا تھا جو اس کی چھاتی پر لگایا ۔ تو اس کے بعد ان کے جو انگریز کمانڈنگ آفیسر تھے ان کو سمجھایا کہ تم اپنے بیانات سوچ سمجھ کر دو ۔ ڈاکٹر نور احمد صاحب تھے ۔ لاہور کے رہنے والے ۔ جن کا ۴ مئی ۸۴ء کو انتقال ہو گیا ۔ انہوں نے بھی برادر محترم کو سمجھایا کہ اپنے بیانات سوچ سمجھ کر دیں تو انہوں نے کہا کہ میں نے جو کچھ کیا ہے بہت سوچ سمجھ کر کیا ہے ۔ تو وہاں ایک ڈی آئی جی پولیس تھے ایس اے کریم شاید

Marfat.com

ان کا نام تھا۔ انہوں نے بھی آپ کو کہا کہ اگر آپ میرے گھر تک پہنچ جائیں تو آپ جہاں کہیں گے میں اپنی ذمہ داری پر پہنچادوں گا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح میری موت واقع نہیں ہوگی۔ میں بچ جاؤں گا۔ تو الحمد اللہ وہ آخری وقت تک اپنے موقف پر قائم رہے اور اس دوران جبکہ کیس چل رہا تھا ان کو ایک مہینہ نفسیاتی ڈاکٹر یعنی مغل ہسپتال میں بھی رکھا گیا اور ۲۵ جون ۱۹۳۷ء کو انہیں ہسپتال میں داخل کیا گیا تو ان کا وزن ۱۳۳ پونڈ تھا۔ ایک مہینے کے بعد انہیں وہاں سے فارغ کیا گیا تو ان کا وزن ایک پونڈ بڑھ گیا تھا۔ ڈاکٹر نے اس چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے اس پر بحث کی ہے کہ میں نے اس کا علاج کیا ہے کبھی میں نے اس کو فکر کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اگر اس کو اس چیز کا احساس ہوتا کہ وہ قتل کے مقدمے میں ملوث ہیں تو یقیناً اس کا وزن کم ہوتا۔ پھر ۱۲ اپریل ۱۹۳۸ء کو ان کو شہادت نصیب ہوئی تو اس کے چار پانچ دن پہلے غالباً ۸ اپریل کو ان کا دوبارہ وزن کیا گیا تو ۱۳۶ پونڈ تھا یعنی ایک پونڈ مزید ان کا وزن بڑھ گیا۔ یہ اس چیز کا واضح ثبوت ہے کہ انہیں قطعاً اس چیز کا احساس نہیں تھا کہ وہ کسی کیس میں ملوث ہیں۔ الحمدللہ وہ خوش تھے ہشاش بشاش تھے بلکہ وہ والد بزرگوار کو بھی منع کرتے تھے کہ آپ یہ اپیلیں اور یہ پیرا جوئی کرکے اپنا کیوں وقت ضائع کر رہے ہیں۔ مالی اخراجات بھی آپ برداشت کر رہے ہیں مگر والدین کی ایک ذمہ داری تھی بہر حال ہمیں بھی الحمدللہ یہ احساس ضرور تھا کہ ہمارے ایک نوجوان بھائی جو عمر میں مجھ سے سات سال بڑے تھے ۱۹۱۵ء ان کی پیدائش تھی ۱۹۲۲ء میری پیدائش ہے مگر ہمیں افسوس نہیں کہ انہوں نے یہ اقدام کیوں کیا۔ ہمیں بلکہ ان پر فخر ہے۔ الحمدللہ۔ اللہ کریم ان کے درجات کو بلند فرمائے اور ہمارے لئے بھی ان کی یہ قربانی باعث نجات بن جائے۔

☆ ظاہر ہے جب انسان کی زندگی کا مقصد حاصل ہو۔

❁ جی ہاں۔ شہادت کی تمنا تو حضورؐ نے بھی فرمائی تھی۔

☆ اور جسے اپنے خالق حقیقی سے ملنے کا اشتیاق ہو تو پھر موت سے وہ گھبراتا نہیں۔

Marfat.com

❁ بالکل نہیں گھبراتا بلکہ شوقِ شہادت میں اضافہ ہوتا ہے۔

☆ بالخصوص جب اس نے ایسا عمل کیا ہو جو خالصتاً اللہ کی رضا کے لئے ہو۔

❁ جی بالکل درست۔

☆ اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کی ناموس کی حفاظت کے لئے ہو پھر تو ظاہر ہے اس کا چہرہ کھلتا ہے۔

❁ جی اور شہیدؒ کا واقعہ بھی ایسا ہی تھا۔

☆ نہ تو گھبراتا ہے بلکہ خوشی خوشی موت کی طرف جاتا ہے کہ ابھی میں نے اپنے خالق حقیقی سے ملنا ہے۔

❁ بے شک یہ سب اُسی کی توفیق سے نصیب ہوتا ہے۔

☆ تو یہ جذبات جو غازی صاحبؒ کے تھے یہ آپ کی آنے والی نسلوں کے اندر بھی پائے جاتے ہیں؟

❁ الحمدللہ میرے دو بھتیجے بھی ہیں۔ وہ ایم اے اسلامیات ہیں اور دونوں پروفیسر ہیں۔ ایک کمرشل کالج میں ایک گورنمنٹ کالج میں۔ اور اللہ کریم کا احسان ہے کہ یہ جو دین سے لگن ہے ہمارے گھر میں اس میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔ انشاء اللہ اس میں کمی نہیں ہوگی۔ میرا ایک پوتا عمار احمد ہے جس نے کلام پاک حفظ کر لیا ہے جس کی عمر تقریباً ۱۳ سال ہے اس کا چھوٹا بھائی حسان احمد نے بھی حفظ کرنا شروع کر دیا ہے۔

☆ غازی صاحب کے جذبات کا اندازہ تو اس خط سے بھی ہوتا ہے کہ ابھی آپ نے جو مجھے دکھایا ہے کہ انہوں نے اپنی شہادت سے پہلے آپ ہی کے نام شہادت سے صرف چار دن قبل لکھا تھا۔

❁ جی ہاں۔ ۷ اپریل کو انہوں نے مجھے پورے چار صفحات پر مشتمل تفصیل سے خط لکھا تھا جس میں انہوں نے مجھے تسلی دینے کے لئے کہ آپ بالکل گھبرائیں نہیں اور انہوں نے بتایا کہ مجھے بڑا

Marfat.com

اطمینان ہے کہ میں نے ایک اچھا کام کیا ہے۔ اللہ کریم اس کو قبول فرمائے اور مجھے بھی تسلی دی اور یہ بھی کہ والدین کو بھی تسلی دلاؤں اور انہوں نے اپنی اہلیہ محترمہ کے لئے بھی ہدایات دیں کہ وہ بھی صبر اور حوصلے سے کام لیں۔ الحمدللہ ہم نے پوری تعمیل کی ہے اس پر۔

☆ اگر آپ اجازت دیں تو میں مرحوم شہید کے لکھے ہوئے خط کے چند اقتباسات پڑھنے کی کوشش کرتا ہوں جو آپ ہی کے نام انہوں نے لکھا تھا۔

❁ جی ضرور۔ ضرور پڑھیں۔

☆ لکھتے ہیں کہ بھائی جان آپ کی برادرانہ محبت نے مجبور کیا ہے کہ آخری دفعہ اپنے پیارے بھائی کی طرف ایک خط لکھ دوں اور چند باتیں بطور نصیحت کے عرض کروں جن پر آپ کو ضرور عمل کرنا ہوگا اس کو بالکل اچھی طرح پڑھ لینا اور یہ خط اپنے بھائی کی یادگار کے طور پر رکھنا۔

❁ بالکل یہ خط میرے پاس محفوظ ہے۔ بالکل جی۔

☆ اور پھر لکھتے ہیں میرے بھائی جان ذرا غور سے پڑھنا۔ میرے پیارے بھائی بندے کو بھی معلوم ہے کہ آپ کے دل پر اپنے بھائی سے جدا ہونے کا کس قدر غم ہوگا اور جدائی بھی وہ کہ آخری دفعہ بھائیوں کی ملاقات بھی نہ ہو۔ یہ سب کچھ خداوند کریم کی شان ہے۔ آپ خداوند کریم کی رضا پر راضی رہنا اور ہر حالت میں صبر کرنا اور خداوند کریم کا ہزار ہزار شکریہ ادا کرنا۔ آپ اپنے دل کے غم کو اپنے دل کے اندر ہی رکھنا۔ باقی لوگوں پر آپ غم کا اظہار نہ کرنا۔

❁ جی بالکل ہم نے صبر و شکر سے کام لیا۔

☆ بہت بڑی بات ہے جو آپ کے لئے لکھی۔ یقیناً آپ نے اس پر عمل کیا ہوگا۔

❁ جی بالکل ہم نے پوری طرح ان کی ہدایت پر عمل کیا۔

☆ اور باقی گھر والوں کو بھی یہی لکھتے ہیں کہ آپ لوگ صبر کرنا۔ خبردار زبان پر شکایت کا حرف نہ آنے پائے۔ بھائی جان یہ آپ پر سخت نازک وقت ہے کہ والدین بھی گھر پر نہیں ہیں لیکن ہمت

Marfat.com

اور استقلال سے کام لینا اور والد صاحب اور والدہ صاحبہ کو بھی حوصلہ دینا اور کسی کو میری شہادت کے بعد رونے نہ دینا، بین نہ کرنے دینا، خاک نہ اڑانے دینا اور کسی قسم کی بھی کوئی ایسی بات نہ کرنا کہ جو میری شہادت کے درجے کو کم کرنے والی ہو۔

❁ اس پر پوری طرح عمل ہوا ہے۔ ہم اللہ کریم کی رضا پر راضی ہیں۔

☆ یہ بہت بڑی بات ہے کہ جو شہید غازی میاں محمد نے اپنی شہادت سے چند روز پہلے قلمبند کر کے آپ تک پہنچائی اور آپ کے پاس ان کی یہ ایک امانت ہے۔ اللہ رب العالمین آپ کو اور آپ کے خاندان کو شہید غازی میاں محمد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے رسول اکرم ﷺ کی عزت و ناموس کی اسی طرح حفاظت کرنے اور اللہ کے آخری رسول ﷺ کے لائے ہوئے دین کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

❁ آمین ثم آمین۔

☆ ملک صاحب غازی میاں محمد شہید کو یاد رکھنے کے لئے آپ اپنے علاقے میں یا اس علاقے میں جہاں غازی صاحب پیدا ہوئے کوئی ان کی یادگار کوئی ایسی چیزیں بھی رکھی ہیں۔

❁ سب سے پہلے والد صاحب اور والدہ محترمہ اور میرے چھوٹے بھائی مرحوم جو آخری بار مدراس گئے تھے وہ واپس آئے تو ہمارے پڑوسی تھے شیخ سراج دین صاحب جو بعد میں چیئر مین ٹاؤن کمیٹی بھی رہے۔ انہوں نے والد صاحب سے معلومات حاصل کر کے ایک تفصیلی مضمون شائع کرایا تھا اس وقت کے روزنامہ زمیندار اخبار میں اپریل مئی ۱۹۳۸ء۔ مگر اس وقت چونکہ میری عمر ۱۵۔۱۶ سال تھی، کوئی شعور نہیں تھا اس کی افادیت کا احساس نہیں تھا۔ ہم اس اخبار کو سنبھال نہیں سکے۔ کچھ عرصہ سے میں نے بڑی کوشش کی لیکن اب تک میں وہ اخبار حاصل نہیں کر سکا۔ بہر حال طویل خاموشی کے بعد فروری ۱۹۷۵ء میں کیپٹن ممتاز ملک جو نوائے وقت لاہور کے نمائندہ تھے انہوں نے پہلی دفعہ مضمون شائع کیا تھا اس کے بعد ملک میاں محمد ہی کے نام سے نوائے وقت

Marfat.com

کے نمائندہ ہیں ہمارے قریبی دیہات جھاٹلہ کے۔ انہوں نے کافی کوشش کی ہے اور یہ مضمون کئی بار اخبارات اور رسائل میں شائع ہو چکا ہے۔

☆ ابھی حال ہی میں کوئی یادگار بھی بنائی گئی ہے۔

﴾ جی ہاں۔ یادگار۔ چک لالہ سکیم تھری راولپنڈی میں میرے قریب ہی ایک مہربان ایئر وائس مارشل ریٹائرڈ خداداد خان صاحب مقیم ہیں انہوں نے بھائی صاحب کی کتاب پڑھی اور خود انہوں نے جا کر کمشنر راولپنڈی جناب میجر ریٹائرڈ ضیاء الحق صاحب سے ان کے گھر پر ۲ جنوری ۲۰۰۱ء کو بات کی اور ان کو اس طرف متوجہ کیا اور انہیں بتایا کہ جی یہ غازی صاحب کا کارنامہ ہے اور ابھی تک وہاں کوئی یادگار تعمیر نہیں ہوئی تو انہوں نے اسی وقت ڈپٹی کمشنر چکوال کو فون کیا اور خداداد خان صاحب نے ۳ جنوری ۲۰۰۱ء کو صبح سویرے سویرے ہدایات دیں کہ میں ابھی جا کر ڈپٹی کمشنر صاحب چکوال سے ملوں اور اس سلسلہ میں ان سے پروگرام طے کروں کہ وہاں کیا یادگار تعمیر کی جائے۔ الحمدللہ ان دونوں اصحاب کو یہ سعادت نصیب ہوئی ہے کہ کافی عرصے کے بعد تقریباً ۶۲ سال بعد ان دونوں حضرات کی کوشش سے وہاں ایک یادگار تعمیر ہوئی ہے اور ایک چوک کا نام بھی جسے پہلے ٹریفک چوک کہا جاتا تھا اب اس کا نام غازی میاں محمد شہیدؒ چوک رکھ دیا گیا ہے اور وہاں ایک پلیٹ بھی لگا دی گئی ہے جس پر مختصر سے ان کے کوائف اور ان کے حالات درج کئے گئے ہیں۔ ۴ جنوری ۲۰۰۱ء کو کمشنر راولپنڈی جناب ضیاء الحق صاحب نے تلہ گنگ میں کھلی کچہری کے دوران عوام کے مشورہ سے چوک کا نام غازی صاحب کے نام سے موسوم کرنے کا فیصلہ کیا۔

☆ ملک صاحب! کیا آپ اپنے ہم عمروں کیلئے کچھ کہنا چاہیں گے، کچھ پیغام دینا چاہیں گے؟

﴾ میں اپنے ہم عمر لوگوں سے یہی درخواست کروں گا، اپیل کروں گا کہ وہ اپنی اولاد کو اچھی طرح تربیت دیں خاص کر موجودہ حالات میں اولاد کو اچھی تربیت دینا انتہائی فرض ہے ان کا تاکہ وہ اچھے شہری، اچھے پاکستانی بن سکیں۔ قوم اور ملک کی خدمت کر سکیں۔ یہ جذبہ بدقسمتی سے دن بدن

Marfat.com

کم ہوتا جارہا ہے۔تو یہی پیغام ہے میرا اپنے ہم عمر اور ہم عصر مہربانوں کے لئے کہ اپنی اولاد کو دین کی طرف راغب کرنے کے لئے قوم و ملک کی خدمت کرنے کے لئے ان کی پوری طرح تربیت کریں یہ ان کا اہم فریضہ بھی ہے۔

☆ جناب ملک نور محمد صاحب! آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ ہمارے سٹوڈیو میں تشریف لائے اور ہمارے پروگرام بزرگ شہریوں کا پروگرام ہے آپ کے ساتھ ساتھ اس میں شرکت کی آپ نے اپنی زندگی کے حالات اپنے تجربات اور بالخصوص جو ہم سب کا بہت قیمتی اثاثہ ہیں اور آپ کے بھائی غازی میاں محمد شہید رحمتہ اللہ علیہ کے حالات اور ان کے اس جذبے سے ہمیں آگاہ کیا کہ جس جذبے کے تحت انہوں نے ایک ہندو ڈوگرے کو واصل جہنم کیا اور اللہ رب العزت کے ہاں شہادت کا درجہ پایا۔آپ کا بہت بہت شکریہ۔

❁ میں آپ کا بھی بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے یہ موقع عطا فرمایا۔

Marfat.com

ابو الغازی ملک میاں محمد شہیدؒ

محمد وسیم انجم

غازی ملک میاں محمد شہیدؒ کے والد بزرگوار صوبیدار غلام محمد کا تعلق تلہ گنگ سے ہے جہاں بہت سے نامور لوگ پیدا ہوئے جو شہرت آسمان تک پہنچے۔ صوبیدار غلام محمد کے چھوٹے بھائی ملک مرزا خان تحصیل دار تھے۔ تقریباً چھتیس، سینتیس سال بلوچستان میں ملازمت کی۔ آپ کا شمار بڑی اعلیٰ اقدار اور صفات کے افراد میں ہوتا تھا۔ ان کی بہترین کارکردگی کے باعث عوام اور افسران بالا بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے بالخصوص راجا احمد خان سابق چیف سیکرٹری و چیئرمین ریونیو بورڈ ان کی بڑی تکریم کرتے تھے۔ ۱۹۴۹ء میں ریٹائرڈ ہو کر پٹرول پمپ لگا لیا۔ تقریباً پچھتر سال کی عمر میں ۱۲ دسمبر ۱۹۷۰ء کو خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کے دو بیٹے ملک احمد حسن اور ملک عبدالرشید ہیں۔

صوبیدار غلام محمد نے ۱۹۰۸ء میں شادی کی جبکہ فوج میں ملازم تھے۔ ان کی بیوی کا تعلق تلہ گنگ کے قریب تقریباً تین یا چار میل دور واقع ایک گاؤں ''ادلکہ'' کی جھمٹ (اعوان) ...ری سے تھا۔ جن کی وفات ۱۰؍ نومبر ۱۹۴۲ء بمطابق ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۶۱ء کو تقریباً پچاس ...ل کی عمر میں ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کے چار بیٹے جن میں غازی ملک میاں محمد شہیدؒ ...الحاج ملک نور محمد جو بیالیس سال ملٹری انجینئر سروسز میں ملازم رہنے کے بعد ۱۹۸۲ء میں سینئر ...ر من آفیسر کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ تیسرے ملک فتح محمد اور چوتھے عطا محمد جو ایئر فورس ...یں بطور سارجنٹ رہنے کے بعد جون ۱۹۷۰ء میں بیماری کے باعث پنشن پر آ گئے اور ۱۵ مارچ ۱۹۷۱ء کو انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

Marfat.com

صوبیدار غلام محمد ۲ فروری ۱۹۰۶ء کو کوئٹہ کے مقام پر بلوچ رجمنٹ میں بھرتی ہوئے۔ اس زمانے میں افواج کی یونٹیں علاقائی سطح پر ہوتی تھیں۔ یعنی بلوچ رجمنٹیں بلوچستان میں، پنجاب رجمنٹیں پنجاب میں اور فرنٹیئر رجمنٹیں صوبہ سرحد میں تعینات رہتی تھیں۔

پہلی جنگ عظیم سے قبل ۱۲۴ بلوچ رجمنٹ کو بین الاقوامی فوج میں شامل کرلیا گیا جہاں تین سال ۱۹۱۱ء سے ۱۹۱۴ء تک چین میں رہنے کے بعد کراچی پہنچی تو نئے میجر ٹاور (Tower) کو اس کی ذمہ داریاں سونپ دی گئیں جو بہت مردم شناس اور بااصول شخص تھا۔ اس کا شمار اچھے افسران میں ہوتا تھا۔ اس نے نہ کبھی شراب پسند کی اور نہ پی۔ نہ ہی یہ کسی کے گھر جاتا اور نہ ہی کوئی اس کے گھر آتا تھا۔ اس کے ہاں صوبیدار غلام محمد کی بطور اردلی تعیناتی رہی جبکہ وہ ابھی سپاہی تھے۔

میجر ٹاور کے پاس ایک اردلی بھیجا گیا تو انہوں نے واپس بھیج دیا اور صوبیدار میجر کو دوبارہ حکم دیا کہ پلٹن کی چاروں کمپنیوں میں سے دو دو سپاہی چن کر بنگلے میں بھیج دیئے جائیں۔ اس طرح آٹھ آدمیوں میں سے میجر ٹاور نے غلام محمد کو منتخب کیا جب پلٹن چین سے تین سال کے بعد واپس کراچی آئی تو اپنی باری پر ترقی پا کر واپس پلٹن میں آ گئے۔

جنگ عظیم اول کے خاتمہ پر ۱۹۱۹ء میں بیرون ممالک سے واپس ہندوستان آئے تو اس وقت ان کی پلٹن حیدرآباد سندھ میں مقیم تھی۔ آپ ساڑھے انیس سال کی ملازمت کے بعد ۱۵ اگست ۱۹۲۱ء کو پنشن ہونے پر اپنے آبائی گاؤں واپس آ گئے۔

دوسری جنگ عظیم میں ترقی کے وعدہ پر دوبارہ ملازمت کی پیش کش ہوئی تو آپ نے معذرت کر لی۔ بقیہ عمر سماجی فلاح و بہبود اور عبادت الٰہی میں گزار دی۔ اس جنگ کے دوران راشن کی کافی قلت پیدا ہوئی تو تلہ گنگ غرب والوں کے لئے الگ راشن ڈپو کی کوشش کی۔ مالی مشکلات آڑے آنے پر لوگوں نے رقم جمع کر کے سنڈیکیٹ بنا کر صوبیدار غلام محمد کو خزانچی بنا لیا۔

Marfat.com

۱۹۳۴ء میں ۶ کنال سے زائد رقبہ اراضی دونوں بھائیوں نے برائے تعمیر عید گاہ تلہ گنگ جماعت اہل سنت کو ہدیہ کی جس کے وہ تا عمر متولی بھی رہے۔

قیام پاکستان کے بعد جہاد کشمیر میں شامل مجاہدین کے بیوی بچوں کے لئے کشمیر فنڈ (بیت المال) قائم کر کے اخراجات دیتے رہے اور جب ہندو، سکھ ہندوستان سے نقل مکانی کرنے لگے تو انہوں نے اپنا سامان فروخت کرنا شروع کر دیا۔ صوبیدار غلام محمد نے تمام برادری کو سامان قیمتاً خریدنے یا مفت حاصل کرنے سے منع کر دیا اس طرح شہر بھر میں آپ کی برادری نے ان سے کوئی چیز حاصل نہیں کی۔ غیر مسلموں کا گھریلو سامان نونہال چند ٹھیکیدار کی کوٹھی میں جمع ہونا شروع ہو گیا جو ہندوستان سے آنے والے مہاجرین میں تقسیم کیا گیا۔

شہر کے تمام معززین اور معتبر اشخاص سامان جمع کرنے کے بعد اس کی تقسیم میں شامل رہے مگر صوبیدار غلام محمد نے اس میں حصہ نہیں لیا۔ حالانکہ اس دوران بڑے بڑے متقی اور پرہیز گاروں کے متعلق بڑی ناگفتہ کہانیاں سننے میں آئیں۔ آپ کی برادری میں بہت غریب لوگ بھی شامل تھے مگر ان سب نے آپ کی ہدایت کے مطابق عمل کیا۔

صوبیدار غلام محمد اپنے علاقہ میں امین اور صادق مانے جاتے تھے۔ جس کی وجہ سے لوگوں نے ۳۷-۱۹۳۵ء میں میونسپلٹی کے انتخابات میں حصہ لینے کے لئے کہا۔ اس وقت محلہ کے میونسپل کمشنر شیخ محمد دین تھے۔ ملک غلام حیدر علاقہ نمبردار کی خواہش تھی کہ صوبیدار غلام محمد کو شیخ محمد دین کے مقابلہ میں کھڑا کیا جائے۔ آپ کے ان کی فیملی کے ساتھ بڑے خوشگوار و دیرینہ تعلقات تھے جس کی وجہ سے آپ نے انتخابات میں حصہ نہیں لیا حالانکہ ملک غلام حیدر نے پیش کش کی کہ آپ صرف دستخط کر دیں باقی سب کچھ ہم خود ہی سنبھال لیں گے مگر آپ نے انکار کر دیا۔ چونکہ آپ اس کے بغیر بھی سماجی خدمات سرانجام دے رہے تھے آپ کے بیٹے الحاج ملک نور محمد بیان کرتے ہیں کہ اس پر ملک غلام حیدر نے ڈھوک گوریاں کے ایک بوڑھے شخص خان

Marfat.com

[illegible] ہو اس کا مزارعہ بھی تھا اس کے ذریعے صوبیدار صاحب کے خلاف مقدمہ درج کرا دیا جس کے وہ چشم دید گواہ بھی ہیں۔

ملک غلام حیدر کے مجبور کرنے پر خان زمان نے تحصیل دار تلہ گنگ کی عدالت میں مقدمہ درج کرا دیا جس میں اس نے صوبیدار غلام محمد پر الزام لگایا کہ انہوں نے کچھ رقم امانت کے طور پر رکھی تھی مگر واپس کرنے سے انکار کر دیا جس پر تحصیل دار نے پوچھا صوبیدار صاحب کا نام کیا ہے؟ جس پر اس نے چپ سادھ لی۔ تحصیلدار کے دوبارہ پوچھنے پر وہ جواب نہ دے سکا تو تحصیلدار نے گرج کر کہا بابا جی جس آدمی کا نام ہی نہیں جانتے اس کے پاس اپنی امانت کیوں رکھی تھی۔ بابا گھبرا گیا اور کانپنے لگا۔ اس معاملہ کو بگڑتا ہوا دیکھ کر ملک غلام حیدر خاموشی سے کھسک گیا اور اس طرح مقدمہ خارج ہو گیا۔

آپ بہت پرہیزگار اور متقی تھے۔ باقاعدگی سے شب بیداری میں خضوع و خشوع سے عبادات میں مشغول رہتے تھے حتیٰ کہ دسمبر ۱۹۶۸ء کی سردیوں میں ان کے بستر پر کمبل ڈال دیا گیا تو آپ نے منع کر دیا کیونکہ بستر زیادہ گرم ہو جانے کے باعث نماز تہجد کے لئے اٹھنے میں کہیں دیر ہی نہ ہو جائے۔

آپ بہت اعلیٰ اوصاف کے مالک تھے۔ حضرت محمد ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے چرن داس کو جہنم واصل کرنے والے غازی ملک میاں محمد شہیدؒ کو پھانسی ہوئی تو آپ نے پدری محبت کے باعث پریوی کونسل میں اپیل کی جس کی نقول ضمیمہ نمبر ۱ میں ملاحظہ کیجئے۔

صوبیدار غلام محمد نے ۹ فروری ۱۹۶۹ء بمطابق ۲۱ ذیقعد ۱۳۸۸ھ کو شام ساڑھے سات بجے تقریباً ۸۵ سال کی عمر میں اپنے بیٹے الحاج ملک نور محمد کے ساتھ قیام کے دوران گھر چکلالہ میں رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دوسرے دن اپنے گاؤں تلہ گنگ کے آبائی قبرستان میں مدفون ہوئے۔

Marfat.com

میجر غلام یٰسین اور غازی میاں محمد شہید کی یاد میں

پاک فوج میں سینتیس سالہ خدمات انجام دینے کے بعد آخری سانس تک پاک فوج کے ساتھ قلبی طور پر وابستہ رہنے والے میجر غلام یٰسین اللہ کو پیارے ہو گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔

میجر غلام یٰسین کو محبِ رسول ﷺ غازی میاں محمد شہید کی خدمت کرنے کا شرف بھی حاصل ہے۔ ۱۶ مئی ۱۹۳۷ء کو مدراس چھاؤنی میں ۳/۱۰ بلوچ رجمنٹ (موجودہ دس بلوچ) کے سپاہی ملک میاں محمد کی پلٹن کے ایک ڈوگرہ سپاہی چرن داس نے حضور پاک ﷺ کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کیے۔ تنبیہہ کے باوجود جب اس نے یہ الفاظ دہرائے تو سپاہی ملک میاں محمد نے اس کو گولی سے اڑا دیا۔ پلٹن میں ڈوگروں اور مسلمانوں کے تعلقات اتنے خراب ہو گئے کہ اس پلٹن کی نفری کو تبدیل کر کے مدراس چھاؤنی سے پنجاب لایا گیا۔ سپاہی ملک میاں محمد پر مقدمہ چلانے کا فیصلہ ہوا، انہیں اور گواہوں کو اس پلٹن کے ساتھ اٹیچ کر دیا گیا جس میں میجر غلام یٰسین کلرک تھے۔ نوجوان غلام یٰسین اپنی یونٹ کے کوارٹر گارڈ میں ایک دن ملک میاں محمد کو کھانا دینے گئے تو دل میں ان کی محبت عود کر آئی۔ پھر کورٹ مارشل بھی اسی دفتر میں ہوتا تھا جہاں میجر غلام یٰسین کلرک تھے۔ نوجوان غلام یٰسین ہر وقت ملک میاں محمد پر بچھا رہتا۔ غازی ملک میاں محمد نے عدالتی کاروائیوں کے بعد بارہ اپریل ۱۹۳۸ء کو جام شہادت نوش کر لیا۔ انہیں مدراس کے ایک قدیم قبرستان میں دفن کیا گیا۔ غازی صاحب نے شہادت سے پہلے میجر غلام یٰسین کو کہا کہ ان کی بیوی جوان ہے، اولاد نہیں۔ ان کی وفات کے بعد ان کے چھوٹے بھائی ملک نور محمد ان کی بیوہ سے نکاح کریں۔

مدراس کے پرانے شہری میجر جنرل (ر) نصر اللہ جواب پاکستان میں آباد ہیں، چند

Marfat.com

سال پہلے مدراس گئے تو غازی صاحب کے مزار پر بھی حاضری دی۔ ان کا کہنا ہے کہ غازی صاحب کی قبر پر اب بھی روزانہ مسلمانوں کا جمگھٹا رہتا ہے۔

میجر غلام یٰسین کا تعلق مشرقی پنجاب سے تھا اور دوسری جنگ عظیم میں صوبیداری کے عہدے تک جا سکے۔ حالانکہ بی اے تک تعلیم یافتہ تھے اور فوج میں آ کر ایم اے بھی کر لیا تھا۔ پاکستان بننے کے بعد لیفٹیننٹ بن گئے۔ اور ساری نوکری جنرل ہیڈ کوارٹر میں گزار دی۔ حسب ضابطہ جب ایک برانچ میں تین سال پورے کرتے اور تبادلے کا وقت آتا تو کسی دوسری برانچ سے ان کی ''ڈیمانڈ'' آ چکی ہوتی۔ ان کے پاس بھلائی ہی بھلائی تھی اور اچھے افسر تھے۔ جہاں رہے، جہاں گئے، لوگوں کے دلوں میں رہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تھا اور محبِ رسول مقبول ﷺ شہید و غازی ملک میاں محمد کی قربت کا اجر۔ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین

غازی میاں محمد کی وصیت کے مطابق ان کی بیوہ کا نکاح ان کے بھائی ملک نور محمد سے کر دیا گیا۔ ملک صاحب ڈی ڈبلیو اینڈ سی ای (آرمی) سے سینئر ایڈمن آفیسر کی حیثیت سے ریٹائرڈ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں چار بیٹوں اور ایک بیٹی سے نوازا۔ ان کے ایک بیٹے لیفٹیننٹ کرنل محمد اعجاز (آرٹلری) جی ایچ کیو میں خدمات انجام دیتے ہوئے رحلت فرما گئے۔ کرنل اعجاز مرحوم کے دو بیٹے کیپٹن (اب میجر) محمود اعجاز آرمی ایئر ڈیفنس اور کیپٹن جواد اعجاز ماؤنٹین آرٹلری میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ملک نور محمد کی اہلیہ محترمہ گزشتہ دنوں انتقال کر گئیں۔ انہیں آبائی گاؤں تلہ گنگ میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

(ہفت روزہ ہلال راولپنڈی شمارہ نمبر ۲۲۔۲۳، ۱۶ دسمبر ۱۹۹۶ء)

Marfat.com

لیفٹیننٹ کرنل محمد اعجاز ملک

لیفٹیننٹ کرنل محمد اعجاز ملک ۷ جنوری ۱۹۴۷ء کوتلہ گنگ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد حاجی ملک نور محمد صاحب فوج کے شعبہ انجینئرنگ میں ملازم تھے اس لئے وطن عزیز کی مختلف چھاؤنیوں میں خدمات سرانجام دیتے رہے۔ مرحوم بھی مختلف شہروں میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ انہوں نے میٹرک کا امتحان گورنمنٹ ہائی سکول سیالکوٹ سے ۱۹۶۳ء میں پاس کیا۔

۱۹۶۵ء میں گورنمنٹ کالج اصغر مال راولپنڈی سے ایف ایس سی کیا۔ بی ایس سی میں زیرِ تعلیم تھے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ۱۱۵ کتوبر ۱۹۶۶ء میں فوج میں کمیشن عطا کر دیا۔ وہ توپ خانے کی ایک یونٹ میں تعینات کیے گئے۔ ۱۹۷۱ء میں پاک بھارت جنگ میں ان کی یونٹ لاہور کے دفاع پر متعین رہی۔ ۱۹۸۰ء میں انہیں ایم پی سکول ڈیرہ اسماعیل خان میں چیف انسٹرکٹر تعینات کیا گیا۔ ۱۹۸۳ء میں لیفٹیننٹ کرنل کے عہدے پر ترقی دے کر توپخانہ کی ایک ایسی یونٹ کے سی او مقرر کیئے گئے جس کے ذمے قومی وقار کے دفاع کی بہت اہم ذمہ داری تھی۔ ۱۹۸۵ء میں انہیں منگلا چھاؤنی میں ملٹری پولیس کی ایک یونٹ کا کمانڈر بنایا گیا اور ۲۱ مئی ۱۹۸۵ء کو انہیں پہلی بار دل کا دورہ پڑا جس پر انہیں ملٹری ہسپتال منگلا میں داخل کرایا گیا جہاں وہ ایک ماہ تک زیر علاج رہے اور پھر تندرست ہو کر اپنے فرائض سرانجام دینے لگے۔ بعد میں انہیں پی اے ڈائریکٹوریٹ جی ایچ کیو میں تعینات کیا گیا جہاں وہ دمِ آخر تک خدمات سرانجام دیتے رہے۔ یوم عید الاضحیٰ ۲۵ جولائی کو دو بجے انہیں دوسری بار دل کا دورہ پڑا۔ ۲۶ جولائی ۱۹۸۸ء کو رات ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔

۲۷ جولائی ۱۹۸۸ء کو صبح نو بجے آرمی سٹیڈیم میں نماز جنازہ ادا کی گئی جس میں وائس چیف آف آرمی سٹاف جنرل مرزا اسلم بیگ سمیت جی ایچ کیو کے تمام سینئر افسران اور مرحوم کے

Marfat.com

رفقائے کار نے شرکت کی۔ نماز جنازہ کے بعد ان کی میت ان کے آبائی گاؤں تلہ گنگ لائی گئی جہاں پر دوبارہ نماز جنازہ پڑھی گئی اور شام پانچ بجے انہیں سپرد خاک کر دیا گیا۔

لیفٹیننٹ کرنل محمد اعجاز ملک جہاں بھی تعینات رہے وہاں اپنے ماتحت افسروں اور جوانوں میں ہر دلعزیز رہے۔ وہ ایک شفیق افسر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مہربان دوست بھی تھے۔ ان کے حلقہ احباب کی وسعت ان کی مہربانیوں اور محبت کا ثبوت ہے۔ دوست ہی نہیں مخالف بھی ان کے اخلاق حسنہ کے معترف تھے۔ جو کوئی بھی ان کے پاس کسی کام سے جاتا تھا وہ اس کی ہر طرح سے دلجوئی کرتے تھے۔ مرحوم زندگی بھر حاجت روائی میں پیش پیش رہے۔ مرحوم کی متاع حیات میں سے ایک بیوہ، چار بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ سب سے بڑے بیٹے محمود اعجاز ملک نے اس سال میٹرک کا امتحان پاس کیا ہے۔ جواد اعجاز ملک اور بیٹی ارم اعجاز سکول میں زیر تعلیم ہیں۔ دوسرے دونوں بیٹے ابھی کمسن ہیں۔

مرحوم کے والد حاجی نور محمد صاحب ۴۲ سال تک فوج کے شعبہ انجینئرنگ میں سروس کرنے کے بعد جی ایچ کیو سے بطور سینئر ایڈمن آفیسر جون ۱۹۸۲ء میں ریٹائر ہوئے مرحوم کے دادا ملک غلام محمد مرحوم بھی بلوچ رجمنٹ میں بحیثیت صوبیدار خدمات سرانجام دیتے رہے تھے۔ لیفٹیننٹ کرنل محمد اعجاز ملک کے ایک چچا غازی ملک میاں محمد شہید نے ۱۶ مئی ۱۹۳۷ء کو نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے ایک ہندو ڈوگرے کو جہنم واصل کیا تھا جس پر انہیں انگریز سرکار نے سزائے موت دی اور وہ شہادت کے مرتبے پر فائز ہوئے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ ان کے والدین، بہن بھائیوں اور دیگر پسماندگان کو بھی صبر جمیل دے اور ان کے بیوی بچوں کو اپنی خصوصی شفقت، رحمت اور حفاظت میں رکھے۔ (آمین)۔

(ہفت روزہ ہلال راولپنڈی جلد ۲۵ نمبر ۱۹-۲۰ بابت ۱۰ تا ۲۳ اگست ۱۹۸۸ء)

Marfat.com

شہید محمد خان

محمد وسیم ا۔۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ستمبر ۱۹۶۵ء کی سترہ دن تک جاری رہنے والی پاک بھارت کی جنگ میں دفاع پاکستان اور تحفظ پاکستان کے تقاضے کافی حد تک پورے ہوئے اور ہماری جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں پر کوئی آنچ نہیں آنے پائی۔ دشمن کو اس کے ناپاک عزائم میں عبرت ناک شکست فاش ہوئی۔ اس کا سہرا بلاشبہ ہماری مسلح افواج کے سر ہے۔ تاہم اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ فتح و نصرت میں پوری قوم نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جو قابل فخر ہے۔ ان سترہ دنوں میں جب اپنی بقاء کی جنگ لڑی جا رہی تھی پورے ملک میں کوئی مجرمانہ کارروائی نہیں ہوئی۔ پوری قوم میں قومی یک جہتی کا عنصر غالب تھا۔ ہر محب وطن پاکستانی کے دل و دماغ میں جذبہ حب الوطنی نمایاں دیکھنے کو تھا۔

شاتم رسولؐ چرن داس کو واصل جہنم پہنچا کر ۱۲ اپریل ۱۹۳۸ء کو شہادت سے سرفراز ہونے والے غازی ملک میاں محمد شہید ولد صوبیدار ملک غلام محمد کے پھوپھی زاد بھائی محمد خان نے اپنے خاندان کو ایک اور شہادت کی سعادت بخشی۔

محمد خان ولد کمال خان فوج میں ملازم ہو کر اگست ۱۹۶۵ء کو دو ماہ کی رخصت لے کر گھر آئے تو ان کی والدہ نے بڑی محبت اور چاہت کے ساتھ ان کی شادی ۲۰ اگست ۱۹۶۵ء کو کرا دی۔ ماں نے یتیم بیٹے کو اپنے باپ کی کمی کا احساس نہیں ہونے دیا۔ شادی کے دو ہفتہ بعد پاک بھارت جنگ چھڑ گئی جس کے بعد محمد خان کو پلٹن میں واپس بلا لیا گیا۔ جو اس وقت سیالکوٹ کے محاذ پر برسرپیکار تھی۔ اس طرح محمد خان ۵ ستمبر ۱۹۶۵ء کو سیالکوٹ کے محاذ پر پہنچ گیا۔ دُنیا بھر میں ٹینکوں کی اتنی خوفناک لڑائی اور کہیں نہیں لڑی گئی۔ یہی حالت پیدل فوج کی تھی۔ دونوں جانب کے سپاہی

Marfat.com

لڑتے بھڑتے بالکل آمنے سامنے آ کر گتھم گتھا ہو جاتے۔ محمد خان ۱۹ ستمبر ۱۹۶۵ء کو دشمن کے فائر سے شہید ہو کر امر ہو گئے۔ ''انا للہ وانا الیہ راجعون''۔

سرکار دو عالم حضرت محمد ﷺ کی حدیث مبارکہ کے مطابق شہید کا خون زمین پر گرنے سے پہلے جنت الفردوس میں پہنچ جاتا ہے۔

محمد خان اس موقف کی سچائی پر بھرپور ایمان رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اسی کے لئے لڑے اور ذرہ بھر لغزش نہیں کھائی۔ اگلے جہان کی دائمی زندگی پر ایمان پختہ ہونے کی وجہ سے ان کی نظر میں اس دنیا کی زندگی کی نسبت شہادت زیادہ عزیز تھی۔

محمد خان کی شہادت کی اطلاع جب ماں کو ملی تو اس نے نہایت صبر و استقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اللہ رب العزت کا شکر ادا کیا کہ اس کے بیٹے نے ملک کے دفاع میں جان نثار کر دی انہوں نے یہ تلقین کرتے ہوئے کہ میرا بیٹا شہید ہوا ہے اور یہ مقام فخر ہے اس لئے نہ خود روئی اور نہ ہی کسی کو رونے دیا۔

شہادت کے تقریباً ایک ماہ اور میت کے گھر پہنچنے کے اٹھارہ دن بعد ان کا غم اندر ہی اندر جان لیوا ثابت ہوا مگر زبان سے اف تک نہ نکالی اور خالق حقیقی سے جا ملی۔ ''انا للہ وانا الیہ راجعون''۔

ناظم
شبیر ربانی لائبریری قادریہ باسط
محلہ نادر آباد میانوالی ۔ ۰۴۰۵۰۲۱

Marfat.com

شہیدِ ملت

راجا رشید محمود

یہ افتخار کوئی کم تو نہیں کہ میں غازی لاہور غازی علم الدین شہیدؒ کے مزار پر سلیوٹ مارتا رہتا ہوں۔

یہ اعزاز بھی بہت بڑا ہے کہ میں اس ملت کا فرد ہوں۔ حقیر، کم مایہ اور نکما سہی۔ جس میں کئی شہیدانِ ناموسِ رسالت پیدا ہوئے۔

لیکن اس حقیقت میں بھی تو میرے سر اٹھا کر چلنے کا جواز موجود ہے کہ میرے آباء و اجداد بھی اسی ضلعے کے باسی تھے جس نے مرید حسینؒ اور میاں محمدؒ کو جنم دیا۔

بھلہ کریالہ اور تلہ گنگ اب چکوال میں ہیں تو چوآ سیدن شاہ کی وادی گل بھی وہیں ہے۔

محمد عبداللہؒ کے جیالے صاحبزادے نے راج گوپال اور صوبیدار غلام محمدؒ کے جواں مرد فرزند نے چرن داس کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ خدا کرے، راجا غلام محمدؒ کے معصیت پیشہ بیٹے کے ہاتھ رُشدی کی گردن تک پہنچیں۔ وہ جہنم رسید ہو اور، یہ گوہر مراد پالے۔

رُشدی کی کتاب چھاپنے والے ادارے پنگوئن میں ساٹھ فی صد حصص امیرِ کویت کے تھے۔ اُس کا حال تو دنیا دیکھ رہی ہے، انجام بھی دیکھے گی۔

خدا کرے، شاتمِ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی کسی بھی کوشش میں حصہ لینے والے ہر فرد کا انجام عبرت ناک ہو!!

(ماہنامہ نعت لاہور جلد ۴ شمارہ ۳ بابت مارچ ۱۹۹۱ء)

Marfat.com

غازی صاحب کی کہانی - تصاویر کی زبانی

غازی میاں محمد شہیدؒ کے
والدِ بزرگوار
صوبیدار غلام محمد اور
غازی صاحب کے
چھوٹے بھائی
ملک نور محمد
(تصویر۔اکتوبر ۱۹۴۳ء لاہور)

غازی میاں محمد شہیدؒ کے چچا صاحب
ملک مرزا خان (مرحوم)
تحصیل دار (ریٹائرڈ)

غازی میاں محمد شہیدؒ کے چھوٹے بھائی
ملک نور محمد
(ریٹائرڈ ایس اے او)

Marfat.com

صوبیدار الہ دتہ صاحب (مرحوم) سکنہ جنگا (چکوال)
جو غازی صاحب کی پلٹن ۳/۱۱۰ بلوچ رجمنٹ میں
اس واقعہ کے وقت نائیک تھے اور غازی صاحب سے
برادرانہ تعلقات تھے (منہ بولے بھائی)

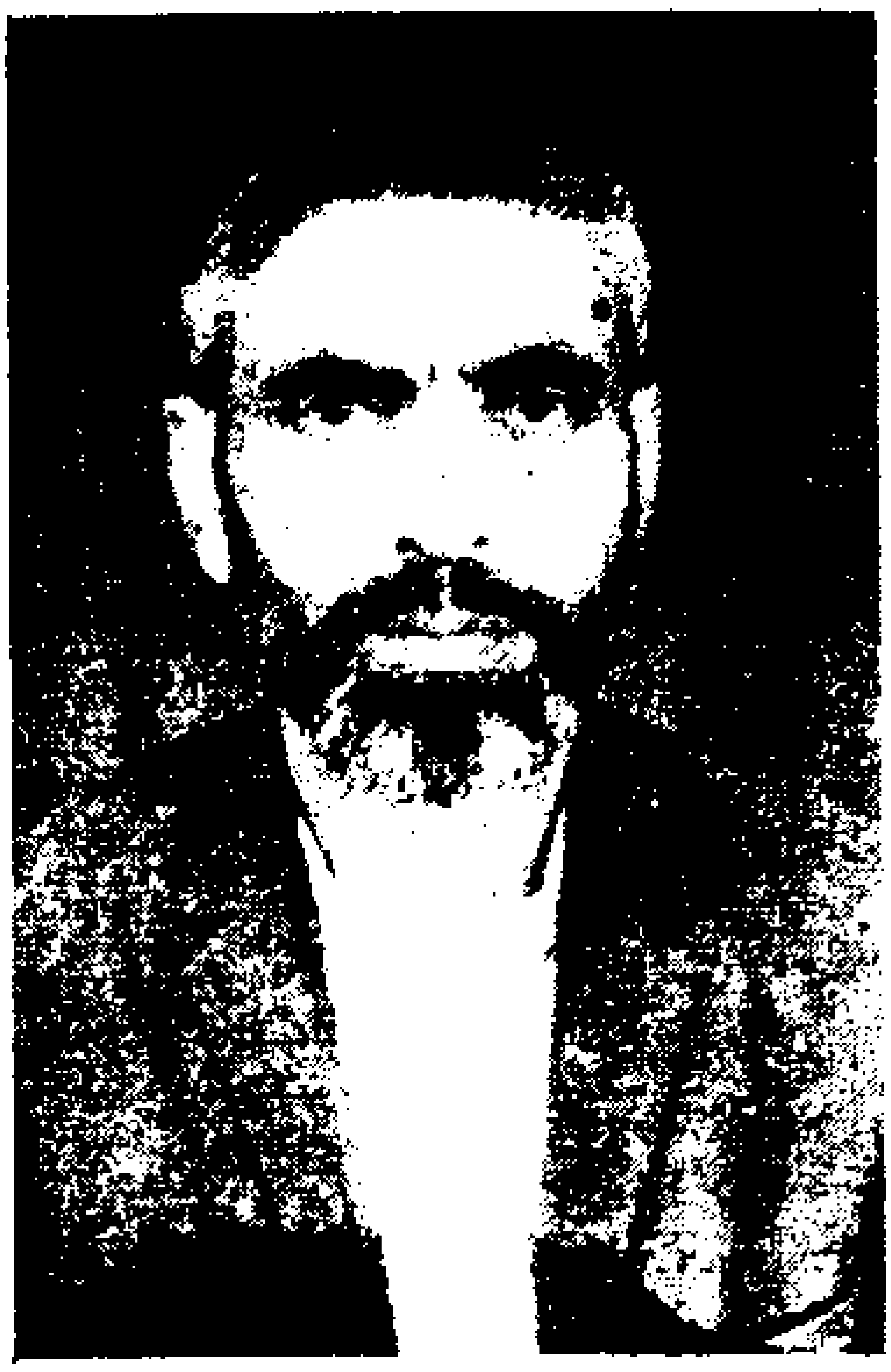

غازی میاں محمد شہیدؒ کے چھوٹے بھائی
ملک عطا محمد (مرحوم)

غازی میاں محمد شہیدؒ کے چھوٹے بھائی
ملک فتح محمد

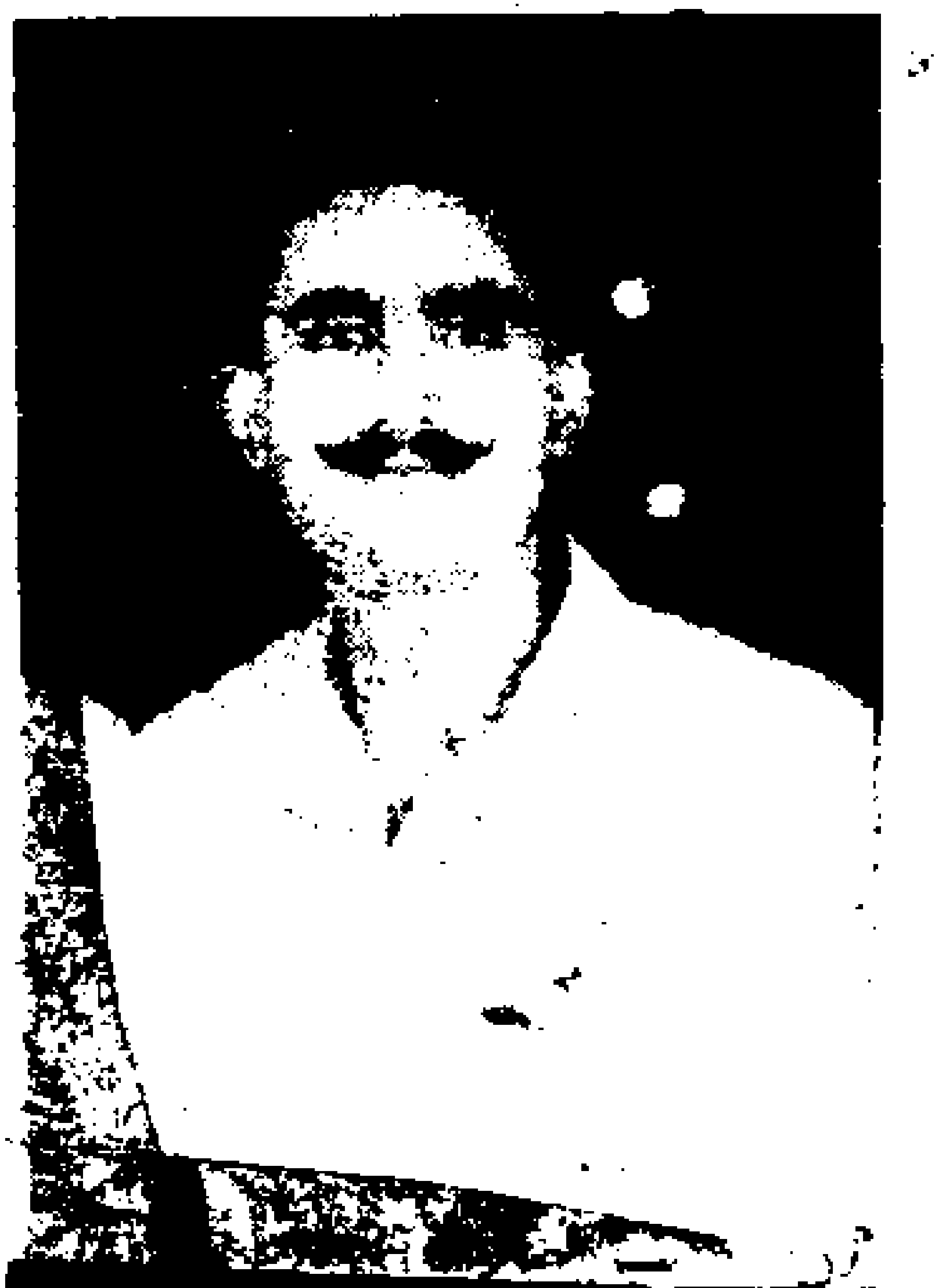

لانس نائیک محمد خان شہید [illegible] فرنٹیئر فورس
رجمنٹ جو ۱۹۶۵ء کی جنگ میں چونڈہ کے محاذ پر شہید
ہوئے غازی میاں محمد شہید کے [illegible]

Marfat.com

غازی میاں محمد شہیدؒ کے چھوٹے بھائی ملک نور محمد
اور اُن کے بیٹے کرنل محمد اعجاز ملک (مرحوم)

غازی میاں محمد شہیدؒ کے بھتیجے
کرنل محمد اعجاز ملک (مرحوم) ولد ملک نور محمد

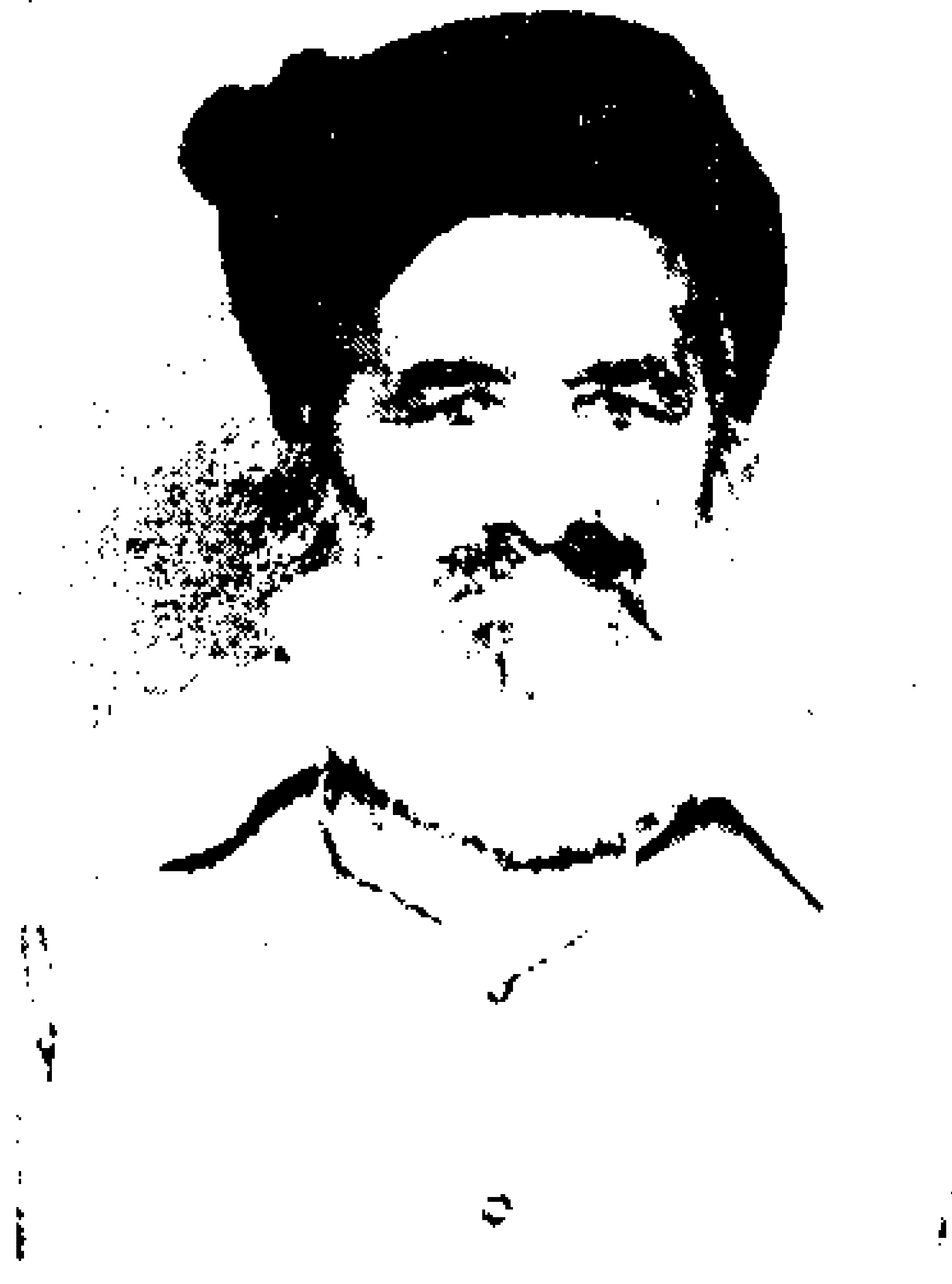

کیپٹن (ر) سردار بہادر نظام خان صاحب (مرحوم)
جو غازی صاحب کی شہادت کے وقت بطور جمعدار
اجوٹنٹ گارڈ ڈیوٹی پر تعینات تھے غازی صاحب کے
والدین اور بھائی کی بھی خوب خدمت کی

میجر (ر) غلام یٰسین (مرحوم)
جو فرنٹیئر فورس مدراس میں
غازی صاحب کی نگرانی کے ذمہ دار تھے

Marfat.com

غازی میاں محمد شہیدؒ کے چھوٹے بھائی ملک نور محمد کمشنر صاحب راولپنڈی کی فرمائش پر
تلہ گنگ میں کمشنر صاحب کی کھلی کچہری میں ۴۔نوری ۲۰۰۱ءکو اپنا تعارف
اور تاثرات بیان کر رہے ہیں

جناب میجر (ر) ضیاءالحق صاحب کمشنر راولپنڈی کو غازی صاحب کے بھائی ملک نور محمد ''عصر حاضر کی جہادی تحریکیں''
کتاب جوان کے بھتیجے پروفیسر اسلامیات محمد شفیق ملک نے مرتب کی ہے ۴ جنوری ۲۰۰۱ء کو تلہ گنگ میں کمشنر صاحب
کی کھلی کچہری میں پیش کر رہے ہیں جب انہوں نے سابق ٹریفک چوک پر غازی صاحب کی یادگار اور چوک کو غازی
صاحب کے نام پر چوک ''غازی میاں محمد شہیدؒ'' کے نام سے موسوم کرنے کا اعلان فرمایا

Marfat.com

جناب شیخ محمد الیاس صاحب ڈپٹی کمشنر چکوال کو غازی صاحب کے بھائی ملک نور محمد ''عصر حاضر کی جہادی تحریکیں'' کتاب جوان کے بھتیجے پروفیسر اسلامیات محمد شفیق ملک نے مرتب کی ہے ۴ جنوری ۲۰۰۱ء کو تلہ گنگ میں کمشنر صاحب کی کھلی کچہری میں پیش کرر ہے ہیں

جناب ایئر وائس مارشل (ر) خداداد خان صاحب کو غازی صاحب کے بھائی ملک نور محمد ''عصرِ حاضر کی جہادی تحریکیں'' کتاب جوان کے بھتیجے پروفیسر اسلامیات محمد شفیق ملک نے مرتب کی ہے ۴ جنوری ۲۰۰۱ء کو تلہ گنگ میں کمشنر صاحب کی کھلی کچہری میں پیش کرر ہے ہیں جن کی تجویز پر کمشنر راولپنڈی نے غازی صاحب کی یادگار اور چوک کو ان کے نام سے موسوم کرنے کا فیصلہ فرمایا

Marfat.com

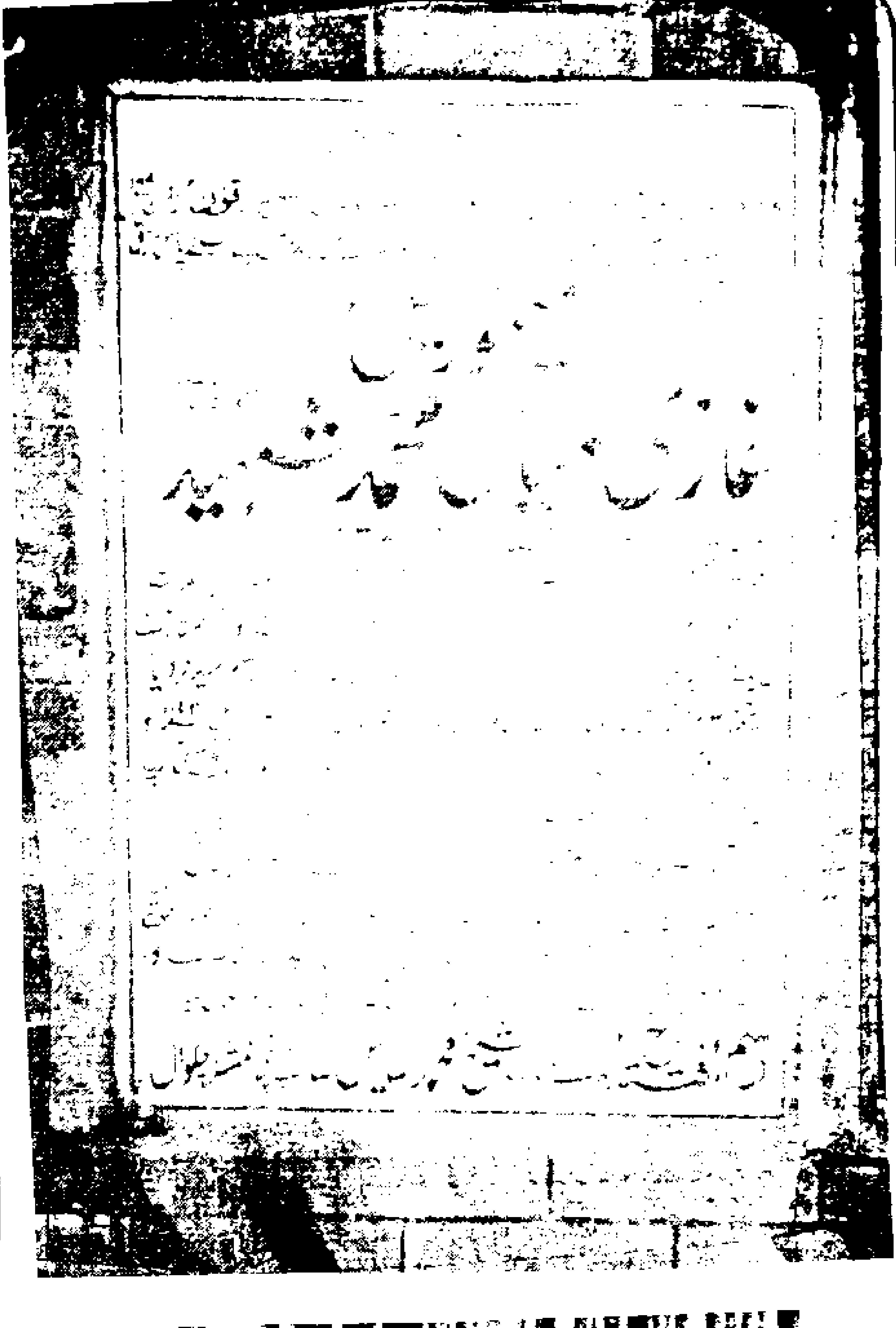

غازی میاں محمد شہیدؒ کی یادگار کی پلیٹ جوان کے نام موسوم چوک پر (مدینہ کمپلیکس کے سامنے) جس کی تعمیر ۲ فروری ۲۰۰۱ء کو مکمل ہوئی

غازی میاں محمد شہید کی یادگار ... دائیں جانب ملک میاں محمد صاحب نمائندہ نوائے وقت تلہ گنگ سید انور حسین شاہ صاحب ڈپٹی
انفیسر ... تلہ گنگ اور ان کا سٹاف اور تحصیلدار کھڑے ہیں (تصویر: ۳ فروری ۲۰۰۱ء)

Marfat.com

غازی میاں محمد شہیدؒ کے چھوٹے بھائی ملک نور محمد
بمع پسران کرنل محمد اعجاز (مرحوم)، ملک افتخار احمد، ملک ذوالفقار احمد اور ملک محمد نواز (مرحوم)

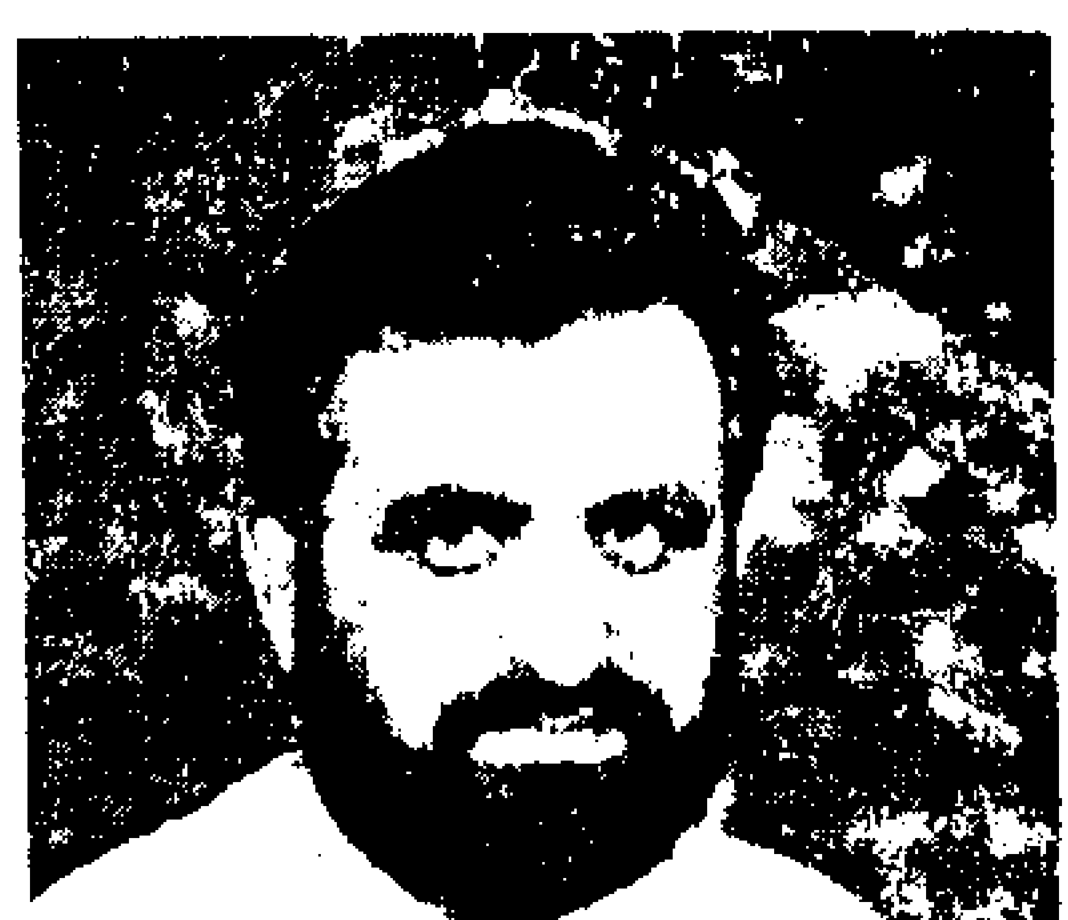

غازی میاں محمد شہیدؒ کے بھتیجے
محمد طاہر ملک پروفیسر ایم اے (اسلامیات)
کامرس کالج تلہ گنگ ولد عطا محمد مرحوم

محمد شفیق ملک پروفیسر ایم اے (اسلامیات)
گورنمنٹ ڈگری کالج تلہ گنگ ولد ملک عطا محمد
(مرحوم) غازی میاں محمد شہیدؒ کے بھتیجے مصنف
کتاب "عصر حاضر کی جہادی تحریکیں"

ان دونوں کا تعلق جماعت اسلامی سے ہے

Marfat.com

غازی میاں محمد شہیدؒ کی قبر اور کتبہ (یہ تصویر جناب جعفر حسین جعفری حیدر آباد (بھارت) نے ۳ جون ۱۹۸۸ء کو مدراس جا کر بنائی اور ملک نور محمد کو ارسال کی۔

محمد اعظم خان مرحوم
(ملک نور محمد کے داماد)
بنکاک سیمینار میں پاکستانی مندوب

غازی میاں محمد شہیدؒ کی یادگار (کمپلیکس کے سامنے) دائیں جانب غازی صاحب کے چھوٹے بھائی ملک نور محمد اور ان کے بیٹے افتخار احمد ملک اور بائیں جانب غازی صاحب کے پھوپھی زاد ملک محمد انور اور میجر محمود اعجاز ملک غازی صاحب کے بھتیجے اور کرنل اعجاز ملک (مرحوم) کے بڑے بیٹے

... محمد شہید کی یادگار (کمپلیکس کے سامنے) ... جانب غازی صاحب کے چھوٹے بھائی ملک نور محمد اور ... میں جانب غازی صاحب کے پھوپھی ... ملک محمد انور کھڑے ہیں

Marfat.com

مقبرہ جناب پیر دستگیر ساوی صاحبؒ اور ملحقہ مسجد غازی صاحب کا مزار
مقبرہ کے دروازے کے سامنے چبوترے پر واقع ہے

Marfat.com

مزار غازی میاں محمد شہید مع کتبہ

(تصویر اپریل ۱۹۳۸ء)

Marfat.com

ضمائم

ضمیمہ نمبر [illegible]

IN THE PRIVY CO[illegible]

ON APPEAL

FROM A GENERAL CO[illegible] MAR[illegible]AL HELD AT [illegible] MADRAS

BETWEEN

MIAN MOHAMMAD

and

THE KING EMPEROR [illegible] Respondent

TO THE KING'S MOST EXCELLENT MAJESTY IN COUNCIL

THE [illegible] PETITION

OF

THE PETITIONER ABOVE NAMED

SHEWETH :

1. THAT Your Petitioner is a sepoy of the 5[illegible] Battalion [illegible] Baluch Regiment of Your Majesty's Indian Army. He enlisted at the be[illegible] 1938 when he was just 18 years of age and his service roll shows his general character to have been exemplary.

2. THAT Your Petitioner has been found guilty of the murder of a fellow sepoy of the said Regiment called Charan Dass in circumstances hereinafter appearing by the verdict given on the 20th August 1937 of a General Court Martial held at St. Thomas' Mount, Madras and sentenced to death which sentence has been confirmed on the 17th September 1937 by the Commander in Chief in India as required by section 98 of the Indian Army Act (Act VIII of 1911 as amended by Act XXXIII of 1934 hereinafter called "the Act").

3. THAT the allegations made against Your Petitioner, which Your Petitioner has throughout made no attempt to controvert since he has no recollection of them, are briefly as follows.

On the evening of the 16th May 1937 he was one of a picquet composed of 9 sepoys, a bugler, a lance naik and a havildar major detailed for regimental quarter guard duty at the Fort Munro Barracks, St. Thomas' Mount, Madras. The guard fell in at 5.30 p.m. 3 sepoys were posted at different posts in the Barracks for each watch. The first watch was from 6.30 p.m. until 8 p.m. Your Petitioner was one of the sentries at the first watch. He was relieved at 8 p.m. The deceased Charan Dass was one of the sentries on the second watch which was posted at 8 p.m. Your Petitioner, on being relieved, retired to the guard room, put his rifle on the rack and sat on his bed. There he apparently remained for three quarters of an hour. Then he got up suddenly, seized his rifle and ran out of the guard room. He proceeded to fire a number of shots at Charan Dass, who was still doing sentry duty, at point blank range and killed him. He fired shots without effect at the havildar major and the bugler who had approached at the sound of firing. He then laid down his rifle and surrendered peacefully to the subedar major and major Harvey the officer commanding the battalion who had in the meantime been called. The Jamadar Head Clerk who was with them said that Your Petitioner, on being asked what it was all about, said that when the guard fell in at 5.30 p.m. one man whose name he did not know but whom he could recognise, said "Dafa karo peare Mohammad" (move away dear Mohammad). The Sub-assistant Surgeon at the Indian Medical Hospital, who had come up later with Captain Ash the Commander of the hospital, deposed that Your Petitioner about an hour later said that it was the deceased who said the words complained of.

4. THAT Your Petitioner was placed under arrest and on the 31st May and 1st, 3rd, 4th and 6th June 1937 a Court of Inquiry was held.

5. THAT on the 6th June 1937 Your Petitioner was examined by Major MacDougall Specialist in Mental Diseases, Southern Command. In his report of that date marked confidential, he gave his opinion regarding Your Petitioner that "In my

Marfat.com

opinion he developed a form of maniacal excitement which temporarily rendered him incapable of distinguishing between right and wrong and was thus not responsible for his action.

6 THAT on the 19th June 1937 Your Petitioner was examined by the Superintendent, Government Mental Hospital Madras, at whose request he was kept in that hospital from the 28th June until the 24th July.

THAT Your Petitioner was further examined on each of the dates 8th and 13th August by two other doctors with experience in mental cases.

8 THAT in the meantime as a result of the evidence collected at the Court of Inquiry mentioned in paragraph 4 hereof the Major commanding Your Petitioner's battalion drew up a charge sheet charging Your Petitioner with "committing a civil offence that is to say murder in that he at St. Thomas' Mount, Madras on the 16th May 1937 by causing the death of No. 4653 Sepoy Charan Dass of the same Regiment committed murder." The charge was under section 41 of the Act which vests Courts martial with jurisdiction to try persons subject to the Act for the offences of murder or culpable homicide not amounting to murder in relation to persons subject to Military Law.

9 THAT accordingly on the 2nd August 1937 the Brigadier commanding the Madras District ordered the trial of Your Petitioner by General Court Martial and on the 9th August 1937 he passed formal order convening the said Court and nominating the six officers who were to constitute it.

The trial of Your Petitioner before the Court-Martial so constituted began on the 16th August 1937 and continued from day to day until its conclusion on the 2[illegible] August 1937.

10. THAT section 7 (22) of the Act which runs "all words and expression used herein and defined in the Indian Penal Code and not hereinbefore defined shall be deemed to have the meanings respectively attributed to them by that Code" made the Indian Penal Code the substantive law applicable to the cases and under section 88 the law of evidence to be applied was that contained in the provisions of the Indian Evidence Act.

The procedure however was governed by a body of rules made under section [illegible]. Chapter IV of the said Rules deals with Courts Martial and provides a procedure analogous to the procedure of an ordinary trial before a Court of Sessions in India. After the charge has been read and pleaded to, it is provided that the prosecution witnesses be examined in full then the accused makes his Statement and is asked whether he intends to call evidence. Then the accused's witnesses, if any, are examined in full; then the defence, then the prosecution, then the Judge Advocate in turn address the Court and the verdict is given.

One rule, however, namely Rule 129B as amended in July 1935 marks an important deviation from the ordinary procedure of criminal courts. It provides:

> "The court may, if they consider it expedient in the interests of justice so to do, allow a witness to be called or recalled by the Prosecutor, before the closing address of or on behalf of the accused, for the purpose of rebutting any material statement made by a witness for the defence or for the purpose of giving evidence on any new matter which the Prosecutor could not reasonably have foreseen".

11 THAT, the trial of Your Petitioner opened in the ordinary way with the prosecutor's address and the examination in full of 18 prosecution witnesses. These witnesses deposed to the facts set out in paragraph 3 hereof and there was no cross examination as to that. None of the witnesses, including sepoys standing nearest to Your Petitioner and the deceased at the time when the guard fell in, could give evidence of having ever heard the words "Data Karo Peare Mohammad" being spoken by the deceased or by anyone else, so that your Petitioner's statement in respect thereof made on the night of the tragedy seems to have been due to pure illusion.

Marfat.com

Your Petitioner then made his Statement in which he said he could not remember what happened on the night in question nor could he remember any motive whatsoever for his alleged act.

Your Petitioner then called the Specialist in Mental Diseases, Southern Command, mentioned in paragraph 5 above and the two doctors mentioned in paragraph 7 and they were examined in full. They were unanimous in their opinion that at the time of the occurrence Your Petitioner was suffering from a form of maniacal excitement which rendered him incapable of knowing the nature of his actions or whether they were right or wrong. Two of these witnesses classed the excitement as a phase of the disease of the mind technically called "maniac depressive psychosis".

At the conclusion of their evidence the prosecutor asked the leave of the Court under the said Rule 129B to call the Superintendent, Government Mental Hospital, Madras (referred to in paragraph 6 above) "for the purpose of rebutting statements made by the expert witnesses for the Defence". The Court permitted this witness to be called and he was examined in full as prosecution witness No. 19. The usual addresses were than made and the verdict was given as stated in paragraph 2 hereof.

12 THAT before the said recent amendment of Rule 129B the discretion of the Court could be exercised in favour of the prosecutor only when the last minute evidence was "for the purpose of rebutting any material statement made by a witness for the defence upon his examination on any new matter which the prosecutor could not reasonably have foreseen." It is respectfully submitted that the amended Rule, by permitting the last word to the prosecutor in respect both of production of evidence and of addressing the Court, has introduced a new principle into criminal procedure which is unfair to the accused and is not warranted by the words of the rule making power given by the statute which is to make "rules for the purpose of carrying into effect the provisions of the Act."

Having been deprived thereby of the substance of a fair trial and having suffered substantial and grave injustice.

YOUR PETITIONER HUMBLY PRAYS that Your Majesty in Council may be graciously pleased to grant to him Special Leave to Appeal from the said finding and sentence dated the 20th day of August 1937 of the said General Court Martial held at St. Thomas' Mount, Madras, which were confirmed by the said Order of the Commander in Chief in India dated the 17th day of September 1937 and for such further or other relief in the premises as to Your Majesty in Council may seem fit. AND YOUR PETITIONER WILL EVER PRAY &c.

E.M. PRINGLE.

IN THE PRIVY COUNCIL

ON APPEAL

FROM A GENERAL COURT MARTIAL HELD AT

ST. THOMAS' MOUNT, MADRAS

BETWEEN

MIAN MOHAMMAD — PETITIONER

and

THE KING EMPEROR — Respondent

PETITION

for

SPECIAL LEAVE TO APPEAL

T. L. Wilson & Co.,
5, Victoria Street,
London, S.W.1.
Solicitors for the Petitioner.

Marfat.com

ضمیمہ نمبر۲۔ سروس سرٹیفکیٹ

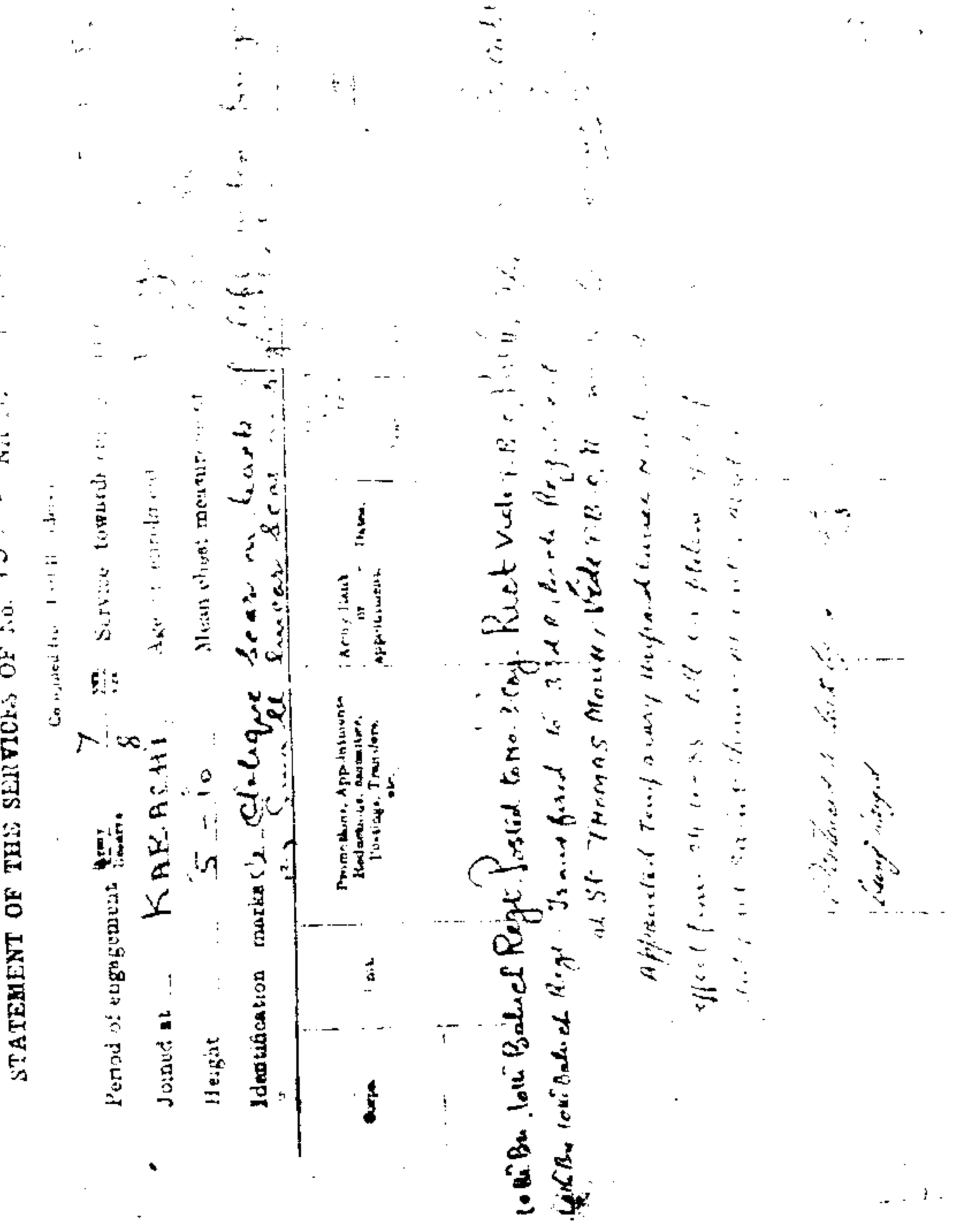
STATEMENT OF THE SERVICES OF No. 15305

Period of engagement Army 7 Reserve 8 Service towards

Joined at KARACHI Age on enrolment

Height 5 – 10 Mean chest measurement

Identification marks (1) Oblique scar on back

(2) Small linear scar

Corps	Unit	Promotions, Appointments, Reductions, Casualties, Postings, Transfers, etc.	Army Rank or Appointment	Dates

10th Bn 10th Baluch Regt Posted to No. 3 Coy. Rect Vide

10th Bn 10th Baluch Regt Transferred to 3rd ... Regiment at St. Thomas Mount, Vide

Appointed Temporary ...

Marfat.com

ضمیمہ نمبر ۳ تلہ گنگ کے چند برگزیدہ معززین جن میں شیخ محمد یوسف صاحب وکیل صدر مسلم لیگ و انجمن شباب المسلمین تلہ گنگ اور خطیب شہر جناب مولانا غلام جیلانی صاحب شامل تھے نے سٹامپ پیپر پر جناب صوبیدار غلام محمد مرحوم (والد غازی میاں محمد شہید) نے جو اراضی برائے تعمیر عیدگاہ تلہ گنگ کے لئے دی اور پھر اس کے بہتر انتظام اور دیکھ بھال کے سلسلہ میں ان کی کارکردگی کو سراہا اور خراج تحسین پیش کیا گیا رجسٹرار تلہ گنگ کے پاس ۱۲-۸-۱۹۴۷ کو باقاعدہ رجسٹر کرایا گیا

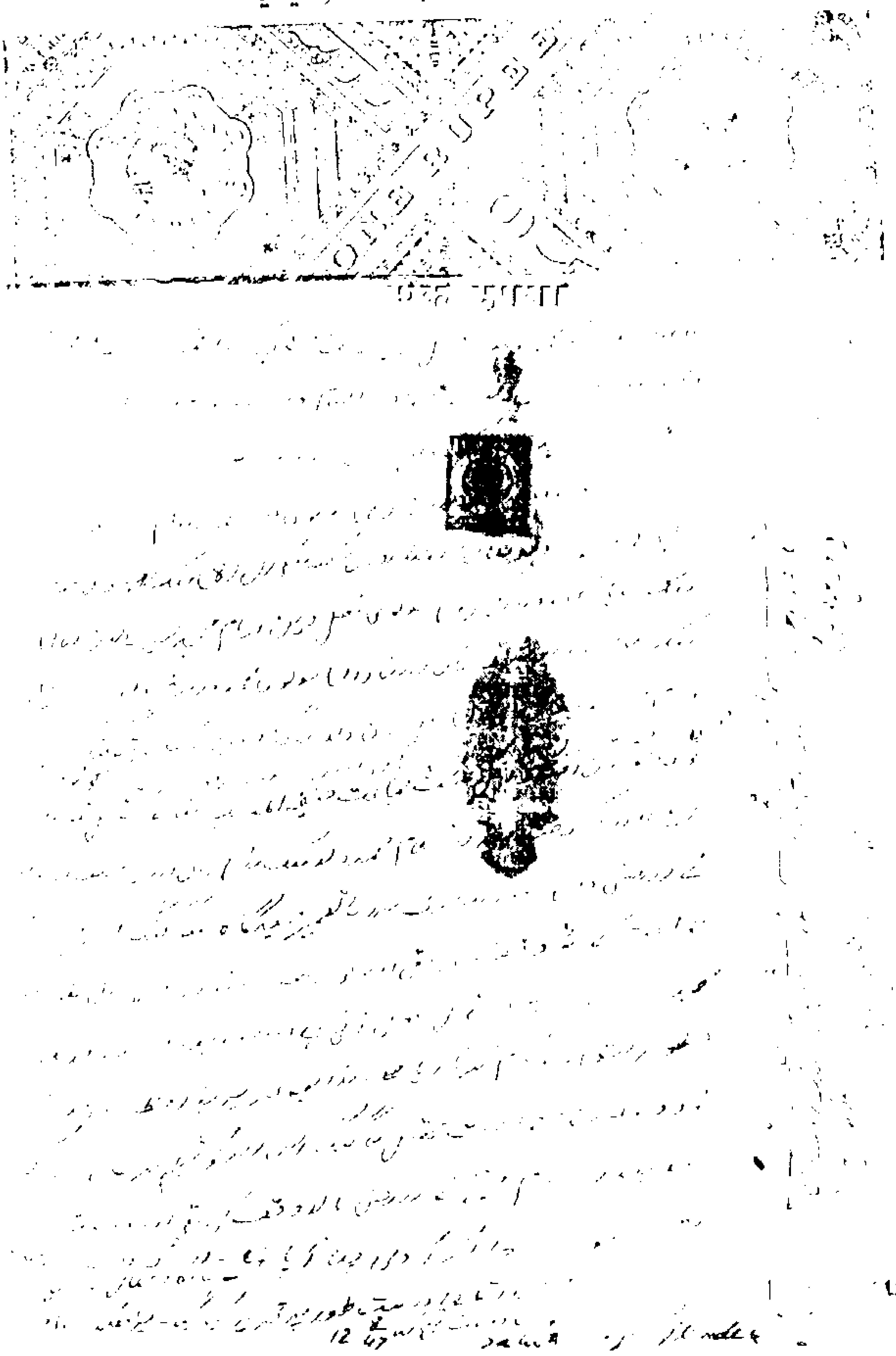

Marfat.com

Marfat.com

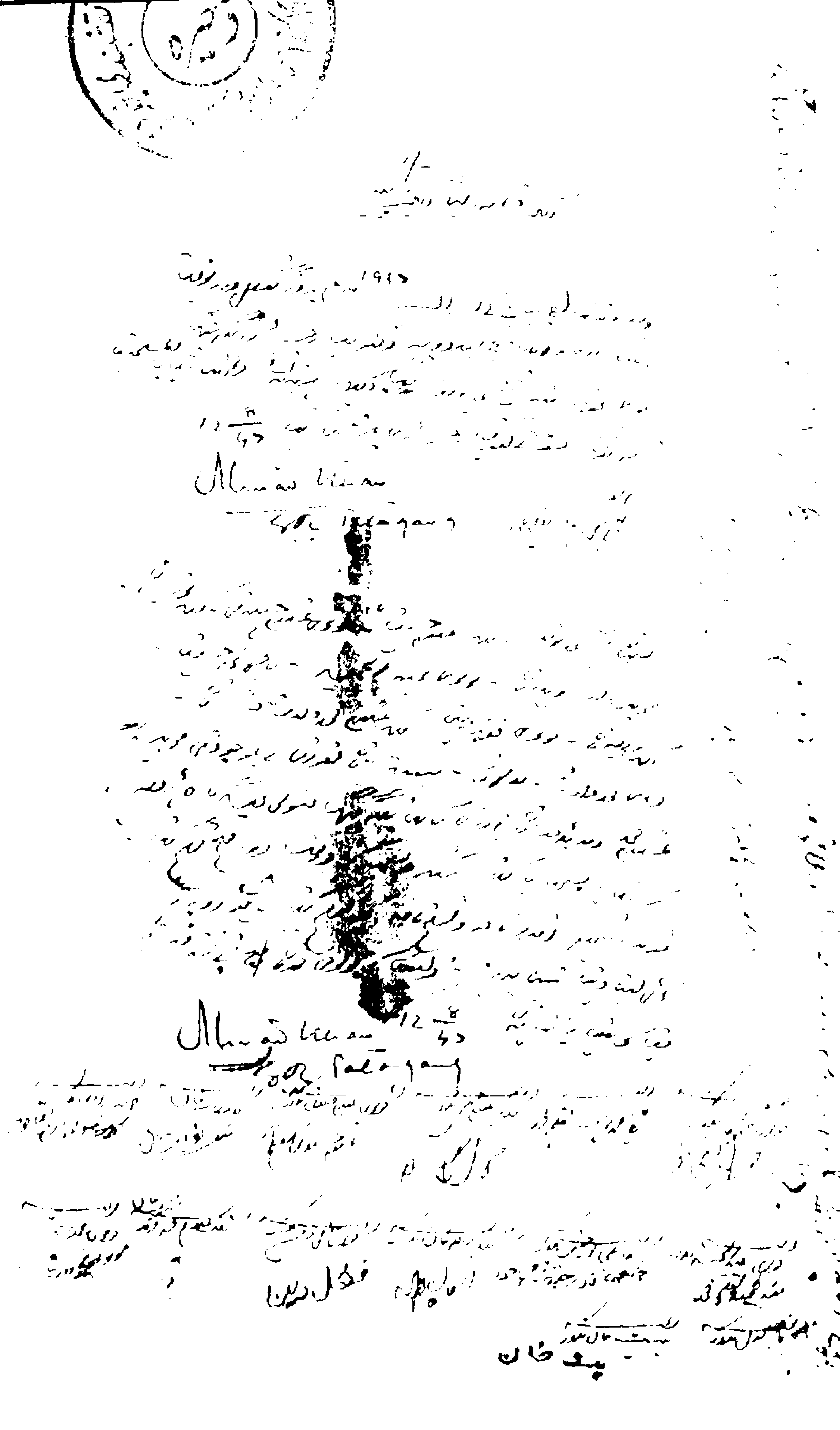

Marfat.com

Marfat.com

ناموسِ رسالت مآبؐ کی حفاظت اور احترام ہر مسلمان کا فریضہ دینی ہے۔ مگر اس باب میں کچھ لوگ معرکۃ الآراء اور حیرت انگیز کارنامے سرانجام دے چکے ہیں۔ ہمارے ممدوح غازی ملک میاں محمد شہیدؒ بھی اسی کہکشاں کے ایک روشن ستارے ہیں۔ انہوں نے گستاخِ شانِ رسولؐ ہندو ڈوگرا سپاہی چرن داس کو اپنی حمیت و غیرتِ اسلامی کے جوش میں رہتی دنیا کے لئے نشانِ عبرت بنا دیا۔ غازی ملک میاں محمد شہیدؒ کی جرأت اور عشق و حبِ رسولؐ کو میں دل کی گہرائیوں سے سلام عقیدت پیش کرتا ہوں۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں علامہ اقبالؒ نے کہا ہے۔

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آدابِ فرزندی؟

عشقِ رسولِ پاکؐ میں مستغرق ہونے والے ایک ادنیٰ سپاہی غازی ملک میاں محمد شہید کے بارے میں زیرِ نظر کتاب میں بے حد مفید معلومات افزاء، روح پرور اور دلوں کو گرمانے والی باتیں اور ذکر خوشبو کی طرح پھیلا ہوا ہے جو پڑھنے والوں کے دل و دماغ دونوں کو معطر و روشن اور کشادہ کرتا ہے۔ میری ناچیز رائے میں غازی ملک میاں محمد شہیدؒ غازی علم دین شہید (جنہوں نے نبی اکرمؐ کی شان میں گستاخی کرنے والے مصنف رنگیلا رسول کو واصلِ جہنم کر دیا تھا) کی طرح ہر زحمت کے خراجِ تحسین کے مستحق ہیں۔ اگرچہ اُن کے کردار کی طہارت اور اُن کے قلب کی روشنی کے بارے میں اس سے قبل بھی ایک کتاب زینتِ قرطاس و قلم بن چکی ہے جس کے مصنف جناب رائے محمد کمال صاحب ہر قسم کی دُعا و تحسین کے مستحق ہیں۔ تاہم محمد وسیم انجم صاحب کی زیرِ نظر کاوش جس میں بہت سی نئی باتیں اور تحقیق شامل ہے اپنی جگہ بے حد اہمیت رکھتی ہے گویا

خوشنویس نقشِ ثانی بہتر کشد ز اول

مبارک باد کے مستحق ہیں غازی ملک میاں محمد شہید کے بھائی جناب ملک نور محمد جو الحمدللہ بقیدِ حیات ہیں اور جنہوں نے اپنے عظیم بھائی کے اس عظیم تر کارنامے کو ہم جیسے طالب علموں کے لئے کتاب کی شکل میں پیش کرنے میں سعی و کاوش کی۔ زیرِ نظر کتاب واقعاتی تسلسل، انداز بیان کی خوبیوں، مکتوبات کے دلچسپ اندراج اور اثر آفرینی کے جوہر سے مزین ہے پڑھنے والا از اول تا آخر اس میں گم ہو جاتا ہے۔

ز فرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست

مجھے پورا یقین ہے کہ یہ کتاب اپنے موضوع کی اہمیت اور اسلوب کی خاطر نشینی کی وجہ سے شہرتِ عام اور بقائے دوام پائے گی۔

سلطان رشک
مدیر اعلیٰ
مجلہ "نیرنگِ خیال"
راولپنڈی

Marfat.com